نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغ

دو نعمتوں کے بارے میں لوگوں کی کثرت غفلت کا شکار ہے اور وہ ہیں صحت اور وقت (الحدیث)

تحفۂ وقت

فضیلۃ الشیخ شفیق الرحمٰن الدّراوی حفظہ اللہ

الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

نام کتاب

تحفۂ وقت

تالیف

فضیلۃ الشیخ شفیق الرحمن الدراوی حفظہ اللہ

سعودی عرب

دار العلوم الندیہ للنشر والتوزیع

ص ب: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦

فرع: مرکز الجامع التجاری شارع باخشب جدہ

معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاکس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المکتب الرئیسی الریاض۔ حی الفیصلۃ

هاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مکتبہ دار الفرقان۔ الریاض

هاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مکتبہ بیت السلام۔ الریاض

هاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠

پاکستان

الفرقان ٹرسٹ: خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ بگل والا فون: 066-2611270

مکتبہ الکتاب: حق سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور فون 042-7357587

کتاب سرائے الحمد مارکیٹ اردو بازار لاہور فون: 042-7320318

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042-7321865

مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042-7244973

دار الکتب السلفیہ: اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 0423-7361505

کراچی

ھیثم بک کارنر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 0300-8010580

فضلی بک سپر مارکیٹ۔ نزد ریڈیو پاکستان کراچی فون 021-2212991

انتساب

اپنے واجب الاحترام والدین اور ان لائق تکریم محترم اساتذہ کے نام، جنہوں نے میری تربیت کی خواہ ان کا تعلق سکول کی زندگی سے ہے، یا دینی مدارس کی زندگی سے

اللہ ﷻ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان کے نیک اعمال میں برکت عطا فرمائے جو اساتذہ اب اس دنیا میں نہیں، خاص طور پر استاد محترم جناب

حضرت مولانا یونس اثری رحمہ اللہ

حضرت مولانا سباء حسن رحمہ اللہ

حضرت مولانا نصر اللہ رحمہ اللہ

حضرت استاد عثمان خواجہ رحمہ اللہ

میری دعا ہے کہ اللہ ﷻ ان کے درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے **حقیقت میں یہ ان ہی لوگوں کی محنتوں اور محبتوں کاثمر ہے**۔

خاص کر جو اساتذہ اس وقت حیات ہیں ان میں جامعہ محمدیہ مظفر آباد کے مشائخ، اور ان کے سرپرست حضرت مولانا شہاب الدین مدنی حفظہ اللہ

کراچی جامعہ احسن العلوم العربیہ کے بانی اور مؤسس استاد محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی زر ولی خان صاحب حفظہ اللہ

اور ان کے جامعہ کے تمام مشائخ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے تمام مشائخ کے نام اس ادنیٰ سی کوشش کا انتساب کرتے ہوئے ان سب کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے میری تربیت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

کہاں ہم اور کہاں نکہتِ گل
نسیم صبح تیری مہربانی

ہدیہ تبریک وتشکر

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا، اور پھر والدین کا، اور تمام اساتذہ ومشائخ کا شکریہ ادا کرتا ہوں خاص کر حکومت سعودی عرب کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اپنے ملک میں تعلیمی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اپنے تمام دوستوں اور احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جو وقتاً فوقتاً نیک مشوروں سے نوازتے رہے۔ دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

كما أقدم خالص الشكر والتقدير إلى أخي في الله، المحسن البار، الأستاذ/ مهندس رضا أمين عيطة السعدي حفظه الله ورعاه، الذي وفر لي فرصة طيبة مباركة لإنجاز هذا العمل وللدعوة إلى الله ـ أللهم وفقه لما تحبه وترضاه، واجعل وقوفه معي في ميزان حسناته يوم القيامة، ويسر له في الدنيا والآخرة كما هو يسر لي لعمل دينك.

فہرست مضامین

دوسرا باب : ضیاع وقت کے ذرائع

تیسرا باب: وقت کو کیسے کارآمد بنایا جائے؟

❁❁❁❁

تقدیم

از مولانا ابوشمس عبد اللطیف کشمیری حفظہ اللہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الأمین وعلی آلہ و صحبہ و من التزم ھدیہ وسار علی نہجہ إلی یوم الدین .. أما بعد:

یہ حقیقت کسی باشعور مسلمان پر مخفی نہیں ہے کہ مسلم امہ ایک نازک بلکہ کربناک صورتحال سے دوچار ہے؛ کہ جس سے نجات کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے۔ظلم و جور کو ہاتھ سے روکنے کی صلاحیت بعید کی بات ہے، ہم اپنے خلاف لگائے جانے والے ناحق الزامات کی زبانی تردید اور مختلف قسم کی افتراء پردازیوں کی مؤثر نکیر کی پوزیشن میں بھی نہیں ہیں۔

بلکہ یہ کہہ لیں کہ ہم سب مسلمان بحیثیت ایک عظیم امت اپنے بنیادی حقوق کی حفاظت ،اور شرف وکرامت کے دفاع میں بڑے کمزور اور بے عمل ثابت ہوئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عوامی بلکہ انفرادی سطح پر وقتاً فوقتاً اہل اسلام بالخصوص نوجوانان ملت خالی ہاتھ ہونے کے باوجود اپنے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے مختلف صورتوں میں اپنے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہیں، اور امت کو ضعف و انحطاط سے نکالنے کے لیے اپیلیں بھی کرتے ہیں ۔لیکن سننے والوں کی ترجیحات کچھ اور ہیں۔لیکن نوجوانوں کے ان جذبات اور اس شدید ردعمل سے نتیجہ اخذ کرنا آسان بلکہ فطری سا لگ رہا ہے کہ امت کا یہ نوحہ کناں حال ایک روشن اور مضبوط ترین مستقبل کی تلاش میں ہے۔

ناامیدی اہل ایمان کی شان کے منافی ہے؛ لیکن جذبات کو صرف اظہار کی حد تک محدود کرکے کسی نتیجہ خیز تبدیلی کی امید رکھنا بھی صحراء میں اپنی شدید پیاس بجھانے کی تمنا میں

سراب کے تعاقب میں چلنے کے مترادف ہی ہے۔

ہمیں امراض وعوارض کی تشخیص کے ساتھ ساتھ حل اور علاج کے لیے عملی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔کام شروع کرنا ہے۔ ہزار میل کا سفر ایک قدم اٹھانے سے شروع ہوتا ہے۔

ہمارے عقائد میں انحراف واقع ہوا ہے، جس کی وجہ سے اسلام سے ہماری نسبت بے معنی ہوکر رہ گئی ہے۔ ہمیں غیروں کی تقلید محبوب ہوچکی ہے ۔جس نے اقوام وامم میں ہمارے امتیازی تشخص کو بری طرح متاثر بلکہ مسخ کرکے رکھ دیا ہے۔

ہمارا منہج حیات بدل چکا ہے۔ترجیحات بدل چکی ہیں۔جس کی وجہ سے ہدایت کی جگہ ضلالت، عبادات کی جگہ بدعات، اور اخلاقیات کی جگہ جاہلانہ عادات اور اعلی اقدار کے حامل طرز معاملات کی جگہ فرسودہ روایات نے لے رکھی ہے۔

امیدوں کی شمع بجھ نہیں گئی؛ ٹمٹما رہی ہے؛ اس لیے اسے روشن سے روشن تر کرنے کے لیے یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔

لیکن کیا یہ سب کچھ وقت کی قدر و اہمیت کے عمیق ادراک کے بغیر ممکن ہے؟۔ وقت بڑی سرعت رفتار کے ساتھ کسی طرف کوئی التفات کئے بغیر اپنی منزل طے کرنے میں محو و مستغرق ہے۔ بندہ وقت کے انتظار کا پابند ہے۔ اور یہ انتظار اس کی فطری مجبوری ہے۔لیکن وقت کسی کا منتظر نہیں ہوا کرتا۔کیونکہ یہ اس کی فطرت سے میل نہیں کھاتا۔

قرآن کریم کی عظیم سورت "سورۃ العصر" کا فکر وتدبر کے ساتھ جب مطالعہ کرتے ہیں تو کئی حقائق سامنے آتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ① إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ② إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ﴾ (العصر)

"زمانے کی قسم۔ بے شک انسان سراسر خسارے میں ہے۔سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق پر چلنے کی نصیحت

کرتے رہے اور (مصیبت میں) صبر کرنے کے لئے کہتے رہے۔"

❀ انسان سراسر خسارے میں ہے: اس میں ہمارے لیے یہ پیغام موجود ہے کہ ہمیں کبھی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے، بلکہ حقائق کی روشنی میں اپنے صحیح مقام اور پوزیشن کا اعتراف کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس اعتراف میں وہ حقیقت پنہاں ہے جس کی وجہ سے صحیح منزل کے تعین اور اس تک پہنچنے کے لیے صحیح راہ اختیار کرنے میں آپ کو رہنمائی مل سکتی ہے۔

❀ مگر جو ایمان لائے: یقین محکم، ایمان راسخ کامیابی کی طرف پہلا اور بنیادی زینہ ہے۔

❀ نیک اعمال کئے: ایمان شجرہ مبارکہ ہے، اور عمل اس کا ثمر ہے، بے ثمر درخت گلشن کے مالی کے لیے کسی اہمیت کا حامل نہیں ہوتا۔

❀ اور آپس میں حق کی وصیت کی: حق کو اختیار کرنے کے بعد اس کی طرف دوسروں کو دعوت دینا کامیابی کے لیے بہت اہم ہے۔ اجتماعی کام کے لیے اکیلے سر دینا عاقبت نا اندیشی ہے، اور حتمی ناکامی کے لیے راہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔

❀ اور آپس میں صبر کی تلقین کی: کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ لیکن صبر کامیابی کی منزل کو قریب کر دیتا ہے۔ جب کہ بے صبری برعکس نتائج کو جنم دیتی ہے۔

لیکن اللہ رب العزت نے اس سورت کریمہ کی پہلی آیت "والعصر" کا انتخاب کر کے اہل ایمان کو یہ عظیم پیغام دیا ہے کہ زمانہ "وقت" کی اہمیت وعظمت کا ادراک کئے بغیر کامیابی کی راہ پر چلنا ممکن نہیں۔ بلکہ وقت کی اہمیت کو نظر انداز کرنے والے صحیح راہ کے اختیار کرنے میں بھی ناکام ہی رہتے ہیں۔ اور نتیجۃً وہ کسی صورت میں اپنی بدحالی کو خوشحالی میں بدل بھی نہیں سکتے۔

اس مختصر مقدمے کے بعد پیش نظر کتاب "تحفۂ وقت" کی اہمیت وافادیت واضح ہو جاتی ہے۔ ہمارے فاضل دوست/محترم شیخ شفیق الرحمٰن شاہ صاحب حفظہ اللہ نے بڑی محنت شاقہ سے کام لیتے ہوئے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اگرچہ بظاہر الفاظ اور جملوں کے اختیار اور ترتیب

میں وہ جذباتی نظر آرہے ہیں، لیکن ملت بالخصوص نوجوانوں کی تئیں ان کی ہمدردی اور خیر خواہی قابل دید ہے۔ بلکہ ان کا یہ اسلوب ہم سب کے نیک جذبات کا ترجمان ہے۔

کچھ لوگ بلاغت کے اصول، فصاحت کے قواعد؛ اور زبان دانی کے تعجیزی معائیر کا سہارا لیتے ہوئے دوسروں کو تنقید کا نشانہ بنانے کے عادی ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کو دوران مطالعہ اپنی عادت سنوارنے کے لیے کچھ مواقع بھی اس کتاب میں فراہم ہوں۔ لیکن ہمارے فاضل دوست نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ یہ کتاب لکھ کر" اردو ادب" کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، یا کوئی ادبی دستاویز تیار کر کے "کتب خانہ علم و ادب" میں کوئی نیا اضافہ کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کا ہدف اول و آخر رضاء الٰہی کے حصول کے ساتھ ساتھ خواب غفلت میں پڑی امت کو بیدار کرنے میں حتی المقدر اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ اور میرے خیال میں وہ اس مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

میں نے اپنی مصروفیات کی وجہ سے شیخ شفیق صاحب سے اس کتاب کا مراجعہ کرنے سے معذرت کی تھی۔ لیکن ان کا پر خلوص اصرار میرے انکار پر غالب رہا؛ اور کسی طرح وقت نکال کر میں نے اس کتاب کو۔ گرچہ جلدی میں ہی۔ من وعن پڑھا۔ اور خوب استفادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ اس پیشکش کو اصحاب ایمان وعمل کے لیے ثابت قدمی اور خواب غفلت میں محو بھائیوں کے لیے بیداری اور تجدید عہد کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

طالب دعاء
ابو شمس عبد اللطیف ال کشمیری
فاضل اسلامی یونیورسٹی مدینہ طیبہ
تحریر ۱۰/ ربیع الاول/ ۱۴۳۱ھ

تیرا شکر ہے یا رب!

(حرفِ مؤلف طبع دوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس کی توفیق سے ''تحفۂ وقت'' کا پہلا ایڈیشن بھر پور مقبولیت لیے ہوئے تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے میری سوچ اور تصور سے بڑھ کر پذیرائی عطا فرمائی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عوام الناس نے اس کی ہر طرح سے تعریف وتوصیف کی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

اس کتاب کی تحریر سے مقصود یہ تھا کہ اگر ایک آدمی بھی صحیح معنوں میں وقت کا قدر دان بن جائے اور راہِ راست پر آجائے تو یہ کتاب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں میری مغفرت کے لیے وسیلہ بن جائے۔

اگر مجھے اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق دے تو میں اس کے ہزاروں نسخے چھاپ کر اہل علم اور طلباء کرام میں تقسیم کروں تاکہ وہ اپنی زندگی میں انقلابی تبدیلی لانے کے لیے مزید ایک قدم آگے بڑھ سکیں۔ وقت حقیقت میں سرمایۂ حیات ہے، جس کی حفاظت ہر ذی شعور اور خرد مند پر فرض ہے۔ وقت کا خسارہ بہت بڑا خسارہ ہے، جس کا ازالہ کسی بھی طرح ممکن نہیں۔ اور اس کا فائدہ بہت بڑا فائدہ ہے جس کا نعم البدل کوئی اور فائدہ نہیں۔ وقت پر بڑے بڑے علماء اور سکالرز نے جو لکھا؛ وہ سب اپنی جگہ پر مناسب اور برمحل ہے، مگر یہ کتاب اپنی انفرادیت کی وجہ سے اس باب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ پہلا ایڈیشن بھی محنت اور

جانفشانی کا ثمرہ لیے ہوئے تھا، مگر اس طبع میں کتاب پر بذیل کام ہوا ہے۔

سابقہ طبع میں کتاب کی ابتدائی پروف ریڈنگ کے ساتھ ساتھ نوک پلک سنوارنے کا کام بھائی مولانا عبدالمجید امجد (آف کراچی) نے کیا تھا۔ موصوف اردو اور عربی کے ادیب اور ماہر مانے جاتے ہیں۔ اس کی تصحیح اور احادیث کی جانچ پرکھ مولانا عبدالہادی حفظہ اللہ نے کی تھی۔ جو کہ ایک اچھے منجھے ہوئے عالم اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آخر میں جناب ڈاکٹر محمد وسیم نے نظر ثانی کا کام کیا۔

اس ایڈیشن میں دوبارہ تمام احادیث پر کام کیا گیا ہے۔ تخریج احادیث قدرے ایک مشکل فن ہے۔ مگر ہمارے نوجوان طبقہ کا شعور ایسا بن چکا ہے کہ وہ ہر حدیث کی مراجعت کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا اُن کے اس جذبے کو مزید تخریج وتحقیق سے شہ دی گئی ہے۔

ساتھ ہی سابقہ طبع میں پروف ریڈنگ میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں، انہیں درست کیا گیا۔ کچھ مواد بھی موقع محل کی مناسبت سے زیادہ کیا گیا۔ اس کام کے لیے میں برادرم عبداللطیف بٹ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے انتہائی محنت کے ساتھ پوری کتاب کا مطالعہ کر کے اس میں رہ جانے والی کوتاہیوں سے آگاہ کیا۔

اب یہ کتاب پہلے سے زیادہ بہتر اور مؤثر انداز میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت میں یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اللہ کے فضل وکرم اور اس کی مہربانی سے ہی ممکن ہوا ہے۔ اور میں اس رحیم وکریم رب کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ میری کتاب کو اتنی پذیرائی بخشی، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم تو انسانی سوچ اور وسائل سے بالاتر ہوتے ہیں اس انعام پر میں اس ذات کا جتنا بھی شکر ادا کروں پھر بھی کم ہے۔

بہر صورت یہ انسانی کوشش اور جدوجہد کی ایک ادنیٰ سی کاوش ہے۔ پھر بھی اگر اس ایڈیشن میں بھی کوئی کی کوتاہی یا غلطی رہ گئی ہو یا کسی بھائی نے کوئی مشورہ دینا ہو تو میری گزارش ہوگی کہ کوئی بھی آدمی بخل سے کام نہ لے۔ اور اصلاح کر کے عنداللہ اپنا اجر حاصل

کر لے۔ اللہ تعالی اصلاح اور احسان کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتے۔

آپ کی تمام تر آراء کو بڑی خندہ پیشانی اور کشادہ دلی کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہوئے قبول کیا جائے گا۔

آپ کے تعاون کا منتظر
ابوشرحبیل شفیق الرحمن
فاضل جامعہ محمدیہ مظفر آباد
فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ

تقریظ

گرامی القدر پروفیسر ڈاکٹر محمد وسیم صاحب (بہار ہند)

میں نے اس تحریر کو از اوّل تا آخر مطالعہ کیا، اور مفید الانام پایا، یہ ایک نسخہ کیمیا ہے۔ اللہ ﷻ اسے قبولیت سے نوازیں اور اسے توشۂ آخرت بنائیں؛ اور قارئین کو عمل کی توفیق بخشیں۔

محمد وسیم
سبور بھاگل پور بہار، انڈیا
فون نمبر: 00916272247408

☆☆☆

مکتوب گرامی القدر جناب

مولانا عبدالہادی عبدالخالق مدنی (جالیات احساء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم ابوشرحبیل شفیق الرحمٰن دراوی صاحب وفقہ اللہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خیریت؛ مزاج گرامی!

الحمد للہ آپ کی کتاب ''تحفہ وقت'' پر نظر ثانی مکمل ہوگئی ؛ ہم نے اس کا حرف بحرف مطالعہ کیا، آپ کی محنت ومشقت قابل داد ہے۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ نظر ثانی کرتے ہوئے جو چیزیں قابل اصلاح محسوس ہوئیں انہیں پنسل سے نشان زدہ کردیا ہے، اور زیادہ تر اپنی صوابدید کے مطابق درست کردیا ہے۔ بعض عمومی ملاحظات ہیں جن کا ذکر اس لیے کیا جارہا ہے تاکہ مستقبل میں ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

جالیات احساء، سعودی عرب

☆☆☆

سچے مومن کا طرزِ حیات

''وقت'' اس کائنات میں انسان کی عزیز ترین اور نہایت بیش قیمت متاع ہے۔ جن لوگوں نے وقت کی قدر و قیمت کا ادراک کر کے اپنی زندگی میں اس کا بہتر استعمال کیا، وہی لوگ کائنات کے سینے پر اپنا نقش چھوڑنے میں کامیاب ٹھہرے؛ اور ان کی شخصیات اپنے اوصاف وکمالات کی رعنائیوں کے ساتھ صحیفۂ دھر پر جاوداں ہوگئیں۔ درحقیقت انسان اس تب تک ''وقت'' کے درست مصرف پر اپنی توجہ کو مرکوز نہیں کرسکتا جب تک اس کے سامنے اس کی زندگی کا کوئی متعین مقصد اور نصب العین نہ ہو۔ جو انسان اپنی زندگی کو مقصدیت کے دائرے میں لے آیا ہو؛ اور وہ اپنے اسی مقصد اور آدرش کے لیے زندگی کے روز وشب بسر کرنا چاہتا ہو؛ تو اس کی ساری توجہ اپنے مقصد پر لگ جاتی ہے۔ ادھر اُدھر کے لایعنی مسائل میں اُلجھ کر وہ اپنا وقت برباد نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ))

''کسی انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی نشانی لایعنی (بے فائدہ) کاموں کا ترک کردینا ہے۔''

بامقصد زندگی بسر کرنے والا انسان درحقیقت ایک ایسے مسافر کی مانند ہوتا ہے جو اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ بلکہ ایک ایک سانس اپنی منزل کی جانب پیش قدمی میں لگادیتا ہے۔ عالم آب وگل کی رنگینیاں اور اس کائنات بے کراں کی بوقلمونیاں اس راہرو منزل کو لبھانے کے لیے قدم قدم پر اس سے دامن گیر ہوتی ہیں؛ لیکن وہ آنکھیں بند کر کے ان دلکش مناظر کو یکسر پس پشت ڈال کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ دورانِ سفر اس مسافر کو شجر ہائے سایہ دار اور اقامت گاہیں ستانے، ٹھہرنے اور آرام کرنے پر راغب کرتی ہیں

مگر وہ ان سے پہلو بچا کر ناقۂ وقت پر سوار اپنے سفر کو جاری رکھتا ہے۔ شیطانی بہکاوے اسے راہِ سفر میں لہو ولعب کی طرف راغب کرتے ہیں مگر وہ ہر ایک سے منہ موڑ کر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح حالات و واقعات کے اُتار چڑھاؤ اور زیست کے نشیب و فراز بھی اس سے متصادم ہونا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنی نظریں بچاتے ہوئے عزم و جزم کے ساتھ محوِ سفر رہتا ہے، یہ نشیب و فراز اس کے ارادوں کی پختگی اور رفتار کی سرعت اور اس کے تسلسل میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کر پاتے۔

دنیا میں اپنی حیاتِ مستعار کو بامعنی اور ثمر خیز بنانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کے پیشِ نظر ایک ہدف ہو، ایسا ہدف کہ جس کی صداقت اور قطعیت پر اس کا ذہن مکمل طور پر مطمئن ہو، اس پر اس کے شعور و جدان اور ضمیر کی آواز پوری طرح اس کا ساتھ دے رہے ہوں، اس بامقصد ہدف کا شعور اور یقین انسان کی رگ رگ میں خون کی طرح سما چکا ہو۔ کیونکہ بامقصد، بامعنی اور متعین ہدف کا وجود ہی کسی بھی انسان کو دیگر مخلوقات سے ممیز و ممتاز کرتا ہے۔ ورنہ انسان اور حیوان میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اگر انسان کی زندگی میں مقصدیت آجائے تو وہ لازماً ایک مثالی زندگی کا حامل بن جائے گا۔ کیونکہ اس طرح وہ کامل ارتکازِ توجہ اور یک سوئی کے ساتھ چلتے چلتے اپنی منزل کو پا کر ہی دم لے گا۔

درحقیقت قادرِ مطلق اور خالقِ کون و مکان کی یہ ساری کائنات ''وقت'' کی زنجیروں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ سورج اور چاند کا طلوع و غروب، صبح و شام کی نمود، وقت کے احساس کے مختلف عنوانات ہیں۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے تو یہ گویا فطرت کی جانب سے اس حقیقت کا خاموش اعلان ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کی گردشوں سے ایک گردش کم ہوگئی۔ پس دانش مند انسان وہ ہے جو اس کے بعد آنے والی صبح کی روشنی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے سفر کا آغاز کرے اور اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو جائے۔ صبح کے وقت طلوعِ آفتاب کا عمل ہر انسان کو دو مواقع کے درمیان کھڑا کر دیتا ہے۔ ایک وہ موقع جو گزر گیا جب کہ دوسرا وہ موقع جو سامنے موجود ہے اور انسان کی ہمت آزمائی کا منتظر ہے۔ وقت کے لمحات کی

صورت میں میسر آنے والے مواقع کو جو شخص بھی استعمال کر لے گا وہ یقیناً اپنے ہدف کو پا کر رہے گا اور منزل تک رسائی اس کے لیے ناممکن نہیں ہوگی۔ اس کائنات میں جو انسان کے لیے دار الامتحان ہے، مواقع صرف انہی لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو ان کا صحیح استعمال کر لیں اور وہی درحقیقت کامیابی کے حق دار بھی ہیں۔

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے؛ اس کی تالیف کا بنیادی ہدف وقت کی قدر و قیمت کو خاص طور پر اسلامی نقطۂ نظر سے اُجاگر کر کے ایک سچے اور راست باز مومن کو تضیعِ اوقات کے نقصان سے آگاہ کرنا ہے۔ مصنف موصوف سید شفیق الرحمٰن شاہ دراوی حفظہ اللہ نے نہایت عرق ریزی اور جان فشانی سے دردمندی کے احساس کے ساتھ اس کو تالیف کیا ہے۔ اس کتاب میں ایک عام انسان کے لیے بھی اور اُمتِ مسلمہ کے علمبرداروں کے لیے بھی رہنمائی کا بیش قیمت لوازمہ مہیا کیا گیا ہے۔

وقت درحقیقت اللہ کریم کی تخلیق ہے بلکہ یہ ایک ایسی تخلیق ہے جسے دیگر مادی تخلیقات سے پہلے وجود عطا کیا گیا۔ وقت تخلیقاتِ خداوندی کے ساتھ انسان کے ربط و ضبط کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادرِ مطلق کی اس تخلیق پر تفکر و تدبر اس کے تقرب الٰہی کا سبب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہی درحقیقت معبودِ برحق ہے۔ اس حی و قیوم ذات پر ایمان، وقت کے معیار پر انسانی زندگی اور دیگر تمام مادی اشیاء کے فانی ہونے اور رب کریم کی ازلی و ابدی ہستی کی بیّن حقیقت کے ادراک سے ہو جاتا ہے۔

ایک بندۂ مومن کے لیے وقت کسی نعمت کبریٰ سے کم نہیں۔ ایمان، انسان کا ایک ایسا وصف ہے جو گزرے ہوئے وقت کو اس کے لیے ختم یا محو نہیں ہونے دیتا بلکہ اس کو ہمیشہ کے لیے امر بنا دیتا ہے۔ ایمان انسان کو وقت کے انتظار سے محفوظ رکھتا ہے، قوتِ عمل کے لیے محرک کا کام دیتا ہے اور لمحہ بہ لمحہ انسان کو زندگی کے نئے باب کھولنے کا داعیہ مہیا کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت و مہربانی سے وقت سکڑتا اور پھیلتا ہے، اُمورِ حیات میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بند راہیں کشادہ ہو جاتی ہیں، نئے نئے عنوانات سے کام کرنے کے مواقع میسر آتے

ہیں اور انسان کی یہ مختصر زندگی جو خواب و خیال کی طرح پلک جھپکتے گزر جاتی ہے وہ بہشت بریں اور رضائے الٰہی ایسی بے حد و کنار اور لازوال نعمتوں کی قیمت قرار پاتی ہے۔

تو پھر کیا کائنات کی اس بیش قیمت حقیقت کو طاقِ نسیاں کی زینت بنا دیا جائے؟ نہیں، ہرگز نہیں؛ بلکہ عقل مندی کا تقاضا ہے کہ اس کی اہمیت کا شعور اُجاگر کر کے اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی مساعی جمیلہ بروئے کار لائی جائیں اور دن ورات اللہ ذوالجلال کے احکام اور اس کے نبی سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کوشاں رہا جائے۔

ایسی ہی کوششوں کو مہمیز اور ایڑ لگانے کے لیے ایک بابرکت اور مسعود کوشش محترم پیرزادہ شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی حفظہ اللہ کی یہ کاوشِ گراں مایہ ''تحفۂ وقت'' بھی ہے۔ جس میں انہوں نے اُمت مسلمہ کے افراد کے لیے راہنمائی کے لیے قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے اُصول بیان کیے ہیں جن کی روشنی میں انسان وقت کی صحیح قدر سمجھ سکتا ہے، اور اللہ جل شانہ اور نبی مکرم ﷺ کی اطاعت میں رہتے ہوئے دین و دُنیا کی کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔

آخر میں، میں مصنف گرامی کی زندگی میں برکات کے نزول اور جملہ معاونین جن میں سرفہرست ایک نام ابو ساریہ عبدالجلیل بھائی کا ہے، جو قرآن و سنت کی خالص دعوت کے ساتھ ساتھ بے لوث جذبہ کے مالک ہیں، ان تمام کی مغفرت و کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا گو ہوں۔

عبدالرؤف

مدیر مکتبۃ الکتاب، پاکستان

یکم مارچ ۲۰۱۰ء

❀❀❀❀

حدیثِ دل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُوراً؛ غَفَّارُ الذُّنُوبِ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَاسْتَغْفَرَ، وَتَوَّابٌ رَحِيمٌ لِّكُلِّ مَنْ تَابَ وَاسْتَرْحَمَ، فَارِجُ الْكَرْبِ كَاشِفُ الْهَمِّ مُزِيلُ الْغَمِّ، مُوْهِبُ الْبَرَكَاتِ، مُعْطِي الْمَزَايَا وَالسَّجَايَاتِ؛ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا نِدَّ لَهُ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَفْضَلِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّابَعْدُ!

اللہ ﷻ نے ہر مسلمان کو اس کی وسعت کے مطابق دعوتِ دین کا مکلّف ٹھہرایا ہے، جس کا اظہار رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتا ہے:

((بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً)) (بخاری ۳۲۰۲)

''اگر کسی کو میری طرف سے ایک آیت بھی پہنچی ہو، وہ اسے لوگوں تک پہنچائے۔''

پس اس حکم شرعی کی تعمیل کے لیے لوگ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کر رہے ہیں۔ کوئی مسلمان معاشرہ میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے ان کی اصلاح کر رہا ہے تو کوئی کفار کو اسلام کی دعوت دے رہا ہے۔ اور کوئی اسلام پر وارد ہونے والے مختلف اعتراضات کا جواب دے رہا ہے۔ ایک طبقہ اگر اسلام کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے شمشیر بکف ہے، تو دوسرا طبقہ ان لوگوں کی رہنمائی اور تعلیم و تدریس کے لیے علما پیدا کرنے میں مشغول ہے۔ بہر حال جو بھی انسان جس مقام پر دعوت دین کا کام کر رہا ہے، یا ان لوگوں کی مدد و نصرت کر رہا ہے جو اللہ کے دین کی خدمت میں مشغول ہیں؛ اللہ ﷻ ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے؛ آمین۔

یہ دراصل افراد سے بڑھ کر اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس کام کے لیے کمربستہ رہتیں۔ موجودہ دور میں اگر بیسیوں اسلامی ممالک میں کوئی ملک حکومتی سطح پر، اور پوری حکومتی مشینری کے ساتھ یہ فریضہ انجام دے رہا ہے تو وہ خداداد اسلامی مملکت سعودی عرب ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور سے ہی دامے درمے سخنے یہ کام ہو رہا تھا؛ لیکن شاہ فہد رحمہ اللہ کے دور میں اس کام میں انقلابی تبدیلیاں اور اصلاحات ہوئیں۔ مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کیلئے ملک کے اندر اور باہر ادارے قائم کیے گئے۔ اور اس نام سے ایک وزارت "وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد" کے نام سے قائم کی گئی ہے۔ جس کا کام بیرون ملک دعاۃ کا تعین، اور اندورن ملک ان تمام اداروں اور مکاتب کی نگرانی ہے جو اس کام میں حصہ لے رہے ہیں۔ بلکہ انتہائی خوش آئند بات یہ ہے کہ اب تمام ہسپتالوں، جیلوں اور بڑی کمپنیوں میں ان اداروں کے نمائندہ آفس "مندوبیہ دعوت وارشاد" کے نام سے کھولے جارہے ہیں۔

"أمر بالمعروف والنهي عن المنكر" کا ادارہ بھی پوری طرح اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ الغرض حکومتی سطح پر ہر طرح کے اقدامات کیے جارہے ہیں۔ اور ان مکاتب سے جو خیر اور برکات کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ ملک کے اندر اور باہر ایک دعوتی انقلاب آ رہا ہے۔ اور تقریباً یہی وجہ ہے کہ مغرب اب شور مچا رہا ہے کہ بنیاد پرستی کی شاخیں دنیا میں کہیں بھی ہوں، اس کی جڑیں "سعودی عرب" میں ہیں۔

الحمد للہ! ہم بھی اس پر فخر کرسکتے ہیں کہ اب بھی کوئی ملک ایسا ہے جس نے اس گئے گزرے دور میں بھی اس کام کی لاج رکھی ہوئی ہے۔ اگرچہ ابھی اس کام میں کمی ہونے میں شک نہیں۔ ان ہی دعوتی اور تعلیمی مراکز میں سے ایک مرکز "جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ" ہے۔ جہاں کے فارغ التحصیل طلبہ ہر سطح پر اس کام میں اپنا فریضہ حسب استطاعت ادا کر رہے ہیں۔

دعوت وارشاد کے سلسلہ میں پورے ملک کے مکاتب، جالیات اور دیگر ادارے سارا سال دعوتی لٹریچر چھاپ کر مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں، تاکہ لکھنے، پڑھنے اور چھپوانے والے

اور دیگر تمام متعاون اور کاتب لوگ اپنی ذمہ داری ادا کرکے عنداللہ سرخرو ہو جائیں؛ یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جب میں نے وقت کے بارے میں چند ایک پمفلٹ پڑھے تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ اردو میں بھی کچھ معقول انداز میں مواد جمع کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں جو اردو کی کتابیں میرے مطالعہ میں آئیں ان میں زیادہ اہم ابن الحسن عباسی حفظہ اللہ؛ رفیق شعبہ تصنیف جامعہ فاروقیہ کراچی، کی کتاب "متاع وقت اور کاروان اہل علم" اور حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی صاحب رحمہ اللہ جھنڈانگری کی کتاب "العلم والعلماء" تھیں۔ ہرچند کہ دونوں کتابیں منجھے ہوئے معروف اور قلم کار علمائے کرام کی شاہکار تصانیف ہیں، اور ان پر بڑے بڑے علما کرام نے انہیں خراج تحسین بھی پیش کیا ہے۔ حقیقت میں دونوں کتابیں اس دعا کی مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مصنفین کے نامہ اعمال میں اس جگہ پر شامل کرلے جب اس کی انتہائی سخت ضرورت ہوگی، اور ان علما کرام کی باقیات صالحات میں سے بنا دے۔ مگر جو چیز ان کے بعد اس کتاب کی تصنیف اور جمع کرنے کا سبب بنی وہ ایک نکتہ تھا کہ ان کتب میں اگرچہ وقت کے مفید استعمال اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور ترغیب موجود ہے۔ اور اس سلسلہ میں علمائے کرام کے روشن اور بصیرت افروز واقعات ارباب عقل کے لیے بہت بڑی نعمت ہیں؛ مگر یہ کتب مسئلہ کا پوری طرح احاطہ نہیں کرسکتی تھیں۔ کیونکہ ان میں وقت کا اداری نظام اور ان عناصر کا بیان نہیں ہے جو وقت سے استفادہ کرنے کے لیے ہمارے لیے رہنما کتاب ثابت ہوسکے۔ اس کتاب میں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ان عام عناصر کا اجمالی اور مختصر خاکہ بیان کیا جائے جن کی وجہ سے ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے؛ اور پھر ان کے مضر اثرات بھی بیان کردیے جائیں، نیز وقت سے فائدہ اٹھانے میں مددگار چیزوں اور معاصی کے مقابل میں متبادل امور بھی ذکر کردیے جائیں۔

اس کتاب کی تیاری میں کم از کم ڈیڑھ سو سے زائد کتابوں کو کھنگالنا پڑا ہے۔ جن میں نوے فیصد کتابیں عربی زبان میں تھیں۔ اور یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ یہ کتب ماخذ ثقہ اہل علم

کی تالیفات ہوں، اور صرف ٹھوس بات ہی نقل کی جائے۔ اور یہ ممکن کوشش کی ہے کہ اس میں زبان کا انداز آسان رہے مشکل الفاظ سے اجتناب کیا جائے۔

چونکہ یہ کتاب فراغت وقت کے حوالے سے ہے۔ دورِ حاضر میں معاملہ صرف وقت کے اعتبار سے فراغت کا ہی نہیں رہ گیا بلکہ معاملہ اس سے آگے بڑھ کر فراغتِ نفس، فراغتِ قلب، فراغتِ اخلاقیات و مبادیات اور سنجیدہ اہداف یا اغراض و مقاصد سے بھی فراغت و پہلوتہی تک پہنچ گیا ہے۔

فراغت کا مسئلہ زندگی میں تہذیب جدید کے کھوکھلے پن کی وجہ سے زیادہ زور پکڑ گیا ہے، اور اس کے نقصانات پہلے کی نسبت کہیں بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ فراغت انسان کو اس زعم میں مبتلا کر دیتی ہے کہ اس کا اسے کوئی بھی فائدہ نہیں ہے، وہ معاشرے کا ایک عضوِ معطل ہے۔ فارغ انسان اپنے کسی کام کے نتیجہ خیز اور ثمر آور ہونے کی توقع نہیں رکھتا، اس کے سامنے زندگی کا کوئی آدرش اور نصب العین نہیں ہوتا، اور جس زندگی کا کوئی مقصد نہ ہو، بھلا وہ زندگی بھی کیا زندگی ہے؟

فراغت ایک شیطانی وسیلہ ہے جس کے ذریعہ وہ انسان کو مختلف وسوسوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ وہ انسان کی جنسی خواہشات میں اشتعال پیدا کرتا اور انہیں حرکت دیتا اور خطرناک نفسیاتی اندیشوں میں ڈال دیتا ہے۔ فراغت فکر و عقل اور جسمانی قوتوں کے لیے ایک قاتل بیماری ہے کیونکہ نفس کے لیے حرکت و عمل ضروری ہے اور جب ایسا نہ ہوگا تو عقل و ذہن کند اور دماغ ماؤف ہو جائے گا، حرکتِ نفس کمزور پڑ جائے گی اور دل پر غلط افکار کا تسلط ہو جائے گا۔

بیکار انسان بآسانی شیطانی ہتھکنڈوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات اور سماجی علوم کے علماء اس بات کے گواہ ہیں کہ جرائم اور اخلاقی مسائل کا سبب کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے میں فراغت کا زیادہ ہونا ہے۔ نوجوان طبقہ فراغتِ وقت سے نجات کے لیے سڑکوں اور بازاروں میں بلاوجہ گھومنے پھرنے کو تفریح سے تعبیر کرتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ نہ صرف اپنا

وقت ضائع کرتے ہیں، بلکہ بلیر بازی، چھیڑ خانی اور چیٹنگ جیسے قہوہ خانوں (نٹ کلب) میں اور سڑکوں کے کناروں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ اس میں نہ صرف ان نوجوانوں کی صلاحیتوں کی تباہی ہے، بلکہ مفاسد اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہونے کی اصل وجہ یہی بری عادات ہیں۔

فراغتِ وقت اس وقت تہذیب واخلاق کی سب سے بڑی قاتل بن جاتی ہے جب نوجوان اپنا زیادہ تر وقت سیٹلائٹ چینلز دیکھنے میں گزارتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ اپنے افرادِ خانہ سے بھی تعلقات کو درست ڈگر پر استوار نہیں رکھ سکتے؛ بلکہ پیار و محبت کے فطری اور اٹوٹ رشتے توڑ بیٹھتے ہیں۔ جس کی وجہ پہلے وہ محرومیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھر غیر اخلاقی حرکات و عادات کے مرتکب۔ دوسروں کی حق تلفی کرکے لوگوں کے لیے پریشانیوں کا باعث بنتے ہیں، اور آخری نتیجے کے طور پر وہ فضول اور ناپسندیدہ امور وافعال میں پھنس جاتے ہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خادم سے کیا ہی بھلی بات کہی تھی کہ

''ضروری ہے کہ تم ان ہاتھوں کو اللہ کی اطاعت کے کاموں میں مشغول رکھو ورنہ پھر یہ تمہیں اللہ کی معصیت و نافرمانی میں مصروف کر دیں گے۔''

فراغت کبھی بھی بے مصرف نہیں ہو سکتی، اسے لازماً خیر یا شر کے امور پر صرف کیا جائے گا، اگر کوئی خود کو حق کی خدمت میں مشغول نہ کر سکا تو اس کا نفس اسے باطل میں مصروف کر دے گا۔ خوشخبری ہے ان سعادت مندوں کے لیے جو اپنے فارغ اوقات کو خیر و بھلائی اور اصلاحِ احوال کے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ فارغ اوقات کا صحیح استعمال کرکے امت کے افراد کی طاقتوں کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ وقت کا درست استعمال اخلاقی اور فکری انحرافات کے دروازے بند کرنے میں اہم مددگار عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے واجبات کے بعد اپنے اوقات کو مفید اور بارآور امور میں صرف کرنے کی رغبت دی ہے تاکہ ایسی فرصت ہی نہ رہے جو انسان کے لیے شکایت کا سبب بنے اور پھر اسے پر کرنے کے لیے اسے اپنی ذہنی و جسمانی طاقت کو ضائع کرنے اور انحراف میں مبتلا ہونے کی نوبت پیش آئے۔

اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے اس کتاب میں میں نے اس بات کی بھرپور کوشش کی

ہے کہ وہ تمام امراض جن کی وجہ سے انسانی صلاحیتیں زنگ آلود ہورہی ہیں؛اور ان کا مثبت حل تلاش کرکے قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔اور اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ کوئی غیر ذمہ دارانہ اور غیر ضروری بات نہ لکھی جائے،اور نہ مضمون کو فقط حجم بڑھانے کے لیے طول دیا جائے۔اس کوشش میں اگر کامیاب ہوگیا ہوں،تو یہ محض اللہ کی ذات کا کرم ہے۔اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے،تو یہ شیطان کی طرف سے اور نفس کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔

آخر میں میں اللہ ﷻ سے دعا کرتا ہوں کہ میری یہ کوشش جن لوگوں کا صدقہ جاریہ ہے انہیں اس کے اجر سے مالا مال فرمائے۔ان لوگوں سے میری مراد،میرے والدین،اساتذہ، اور وہ دوست واحباب اور مکاتب تعاونیہ (دعوت وارشاد) کے نگران اور ذمہ داران اور وہ دعاۃ ہیں جن کے مشورہ؛تربیت،تعاون اور دلچسپی سے یہ کام ممکن ہوا۔

مجھے اُمید ہے کہ اس کتاب پر جو محنت ہوئی ہے لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ کیونکہ میں نے اپنی استطاعت تک اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔اور اپنی تمام تر جدو جہد و صلاحیت بروئے کار لاکر وقت سے استفادے کے بارے میں جو کوئی فائدہ مند بات نظر سے گزری ہے،اسے اچھی طرح جانچ پرکھ کر مناسب موقع پر درج کردیا ہے۔اور یہ کوشش بھی کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بہتر مواد پیش کیا جائے،اور اس کے بعد میں بقول شاعر یہی کہہ سکتا ہوں:

مجھ کو اس سے کیا غرض کس جام میں ہے کتنی مے
میرے پیمانے میں لیکن حاصل مے خانہ ہے

اللہ ﷻ ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے،اور ہماری کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔بے شک وہی بخشنے والا مہربان اس پر قادر مطلق ہے۔

دعاؤں کا طالب

پیرزادہ شفیق الرحمٰن بن انیس الرحمٰن شاہ آل عبدالکبیر کشمیری الدراوی

❀❀❀❀

کتاب کا خاکہ

زیر نظر کتاب کی تیاری میں مختلف طبقہ ہائے زندگی کے لوگوں پر نظر رکھتے ہوئے اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس سے ایک عام اُردو خواں قاری بھی ایسے ہی مستفید ہوسکے جیسے کوئی پڑھا لکھا آدمی استفادہ کرسکتا ہے۔اس غرض کے پیش نظر میں نے اسے تین ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب: ''وقت کی قیمت'' کے بیان میں ہے۔اس کی پہلی فصل میں'' وقت کی خصوصیات'' اور اس کے قیمتی ہونے کا ذکر ہے۔اور دوسری فصل میں''فرصت کی گھڑیاں اور لوگوں کی اقسام'' میں لوگوں کے واقعات کا بیان ہے۔تیسری فصل میں'' دنیا کی حقیقت'' کا بیان ہے۔

دوسرا باب: ''ضیاعِ وقت کے ذرائع'' کا نام دیا گیا ہے۔اس باب میں ان امور کا بیان ہے جن کی وجہ سے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے،مگر ہم اس پر توجہ نہیں دیتے۔اس میں پہلی فصل ''غفلت کیوں کر'' میں ان اسباب کا بیان کیا گیا ہے جن میں اُلجھ کر ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔اور اپنی وسعت کے مطابق ان تمام امور ان کی قباحتوں کی نشاندھی کرنے کی کوشش کی ہے۔

تیسرے باب کا عنوان ہے:''وقت کو کیسے کارآمد بنایا جائے۔'' اس باب کے ذیل میں دو فصلیں ہیں۔فصل اول: ''وقت بچانے کے ذرائع'' میں وقت کے اداری نظام اور اس کے عناصر پر بحث کی گئی ہے۔اور دوسری فصل میں''کرنے کے کام'' کے عنوان سے مختلف امور، اور ان کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔تاکہ استفادہ کرنے والا پوری بصیرت اور اُمنگ کے ساتھ ان امور کو بجالائے۔اس بات کا بھی دھیان رکھا گیا ہے کہ اگر ایک آدمی بالکل عام اور سادہ ذہن ہو،اس کے لیے بھی ایسی چیز اس کتاب میں آجائے جس سے وہ فائدہ حاصل کرسکے۔

بعض جگہ تصویر کے دونوں رخ بیان کر دیے ہیں یعنی نیک عمل کا ثواب اور ترک کرنے کا انجام۔

مختلف برائیوں کا ذکر کرتے ہوئے حتی الامکان اس کا انجام اور اس کا متبادل بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آیات کا بر ممکن حوالہ اور ان کا متن درج کر دیا گیا ہے تاکہ تلاش میں کوئی مشکل نہ ہو۔

چونکہ یہ کتاب سکول اور کالج کے طلبہ اور عام طبقہ کے لیے ہے، اس لیے احادیث کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کے حوالہ اور حدیث کے حکم پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس بات کی بھر پور کوشش کی گئی ہے کہ کوئی انتہائی ضعیف یا موضوع حدیث اس میں درج نہ ہونے پائے۔

کتاب میں جا بجا عربی اور اردو اشعار درج کیے گئے ہیں۔ عربی اشعار کا ترجمہ حتی الامکان لفظی قید سے بالاتر ہو کر آسان پیرائے میں مفہوم بیان کرنے کی صورت میں کیا گیا ہے۔

دینی طالب علم اور عربی کا شوق رکھنے والے حضرات کا لحاظ رکھتے ہوئے اور برکت کے حصول کے لیے قرآنی آیات اور احادیث طیبہ کی عبارتیں جا بجا درج کی گئی ہیں۔

اس کتاب میں لفظی صناعت گری، ادبی زور آزمائی، اور نقل سے دامن بچاتے ہوئے نالۂ دل کی ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر ممکن کوشش کی ہے کہ ایک ہی آیت اور حدیث کو بار بار نہ لایا جائے، تاکہ کتاب کی ضخامت زیادہ نہ ہو۔

اس سے مقصود کسی شہرت کا حصول یا کوئی بڑائی اور تکبر کا اظہار نہیں، بلکہ اصلاح نفس کی کوشش کے ساتھ ساتھ یہ تمنا اور آرزو ہے کہ اگر اس کتاب کے پڑھنے سے ایک آدمی بھی راہِ راست پر آ گیا تو یہ میری عاقبت کے لیے ذخیرہ ہو جائے گا۔

بعد فنا فضول ہے نام و نشان کی فکر
ہم ہی نہ جب رہے تو رہے گا مزار کیا؟

❀❀❀❀

پہلا باب:

وقت کی قیمت

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اس کے پاس سب سے قیمتی ترین سرمایہ کون سا ہے؟ تو یقیناً اس کا مناسب ترین جواب یہی ہوگا کہ صحت اور وقت۔ یہ دو ایسی لا جواب ولا ثانی نعمتیں ہیں جن کا مقابلہ کسی دوسری چیز سے نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے شارع علیہ السلام نے اس جانب توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.)) [1]

”دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی بابت بہت سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں، صحت اور فراغت۔“

صحت مند یہ سمجھتا ہے کہ اس کی صحت کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ اور فارغ البال انسان سمجھتا ہے کہ اسے کبھی کوئی فکر اور پریشانی یا نہ ختم ہونے والی مشغولیت لاحق نہیں ہوگی۔ لیکن پھر جلد ہی وہ لمحات سر پہ آن کھڑے ہوتے ہیں جب یہ سب کچھ قصۂ پارینہ ہو جاتا ہے۔ ان دو نعمتوں میں سے بھی اگر زیادہ انمول اور گراں قدر کوئی چیز ہے تو وہ ”وقت کی نعمت“ ہے۔

وقت ہی اصل میں زندگی ہے۔ جب کسی انسان کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کسی نے وقت کو بیکار گزارا تو اس نے زندگی بیکار گزاری؛ اور اگر کسی نے وقت کو کارگر بنا لیا تو اس نے اپنی زندگی کو کارگر بنا لیا۔ وقت کو بہتر طور پر کامیاب بنانے اور اسے استعمال میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی اہمیت کو سمجھیں؛ اس کے ارکان و عناصر پر غور و فکر کریں، اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے ایسی حکمت عملی تیار کریں

---

[1] رواه البخاري كتاب الرقاق، باب لا عيش إلا عيش الآخرة، برقم ٦٤١٢؛ والترمذي، باب: الصحة و الفراغ نعمتان... برقم ٢٣٠٤، صحيح ابن ماجة، باب: الحكمة؛ ج: ٤١٧٠. كلهم من حديث ابن عباس)

جو ہمیں اس دنیا میں بھی کامیاب انسان بننے کے لیے مددگار ثابت ہو، اور آخرت میں بھی کامیابی نصیب ہوجائے؛ جو کہ انتہائی اہم ہے۔ چونکہ آخرت میں وقت کا دورانیہ لامحدود اور عمل کی گنجائش محدود ہے۔ تو پھر جو لمحات میسر ہیں، وہ کسی نعمت کبریٰ سے کم نہیں۔

اہمیتِ وقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنی مقدس کتاب میں جابجا وقت کی قسمیں کھا کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (العصر ١-٣)

"وقت عصر کی قسم! انسان نقصان میں ہے۔ مگر وہ نہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں......"

امام اہل سنت علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ اس سورت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں عصر کی قسم کھائی ہے، جو کہ وقت ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سے عجائب ہوتے ہیں۔ انسان کے لیے خوشی اور پریشانی، صحت اور بیماری، تونگری اور فقر، یہ سب اس تغیر زمانہ کے مرہون منت ہیں۔ کوئی بھی چیز اپنی قیمت اور عمدگی میں وقت کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی ایک ہزار سال لایعنی چیزوں میں ضائع کردے، اور پھر توبہ کرے، اور یہ سعادت مندی عمر کے آخری لمحات میں نصیب ہوجائے، تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا، اور دیکھے گا کہ اس کی عمر میں سب سے قیمتی لمحہ وہ توبہ کا لمحہ ہے۔"[1]

زندگی کیا لذتِ عصیاں کی ناداں غور کر
برق رو دھارے پہ تنکا ہے جو یوں بہہ جائے گا
دیکھتے ہی دیکھتے لذت فنا ہو جائے گی
اور عذاب اس کا ہمیشہ کے لیے رہ جائے گا

[1] تفسیر الکبیر: ٣٠/ ١٨٤.

اور فرمایا:

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝١ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝٢﴾ (الليل ٢،١)

"اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے، اور دن کی قسم جب وہ روشن ہوجائے۔"

جب اللہ تعالیٰ بار بار مختلف اوقات کی قسمیں اٹھا رہے ہیں؛ اور لوگوں کو عمل کرنے کی طرف متوجہ کررہے ہیں؛ کہ یہ اوقات بہت ہی مختصر ہیں، اور بہت تیزی سے کٹ رہے ہیں:

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
زندگی یوں ہی تمام ہوتی ہے

جب ہم مخلوق خدا کی طرف دیکھتے ہیں تو عجیب حال ہے۔ کوئی کار انہیں سوجھ نہیں رہا؛ نہ دنیا کا کام نہ ہی آخرت کا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ کئی لوگوں کو مسلسل فراغت وقت یعنی بیکاری کا سامنا ہے۔ وہ بھی اس وجہ سے مختلف قسم کی منصوبہ بندیاں کرتے ہیں، خواہ ان کی تکمیل ممکن ہوسکے یا نہیں؛ تاہم وہ چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو مصروف رکھا جائے؛ اور کوفت (ذہنی پریشانی اور تنگی) سے نجات حاصل ہو۔ مگر اس سے بڑھ کر ایک اور سوال جو اکثر لوگوں کے ذہنوں میں آتا ہے، اور آنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ان اوقات کو کس طرح زیادہ سے زیادہ یادگار، کارآمد، خوش بختی اور سعادت کا ذریعہ بنایا جائے؟

آنے والے صفحات میں وقت کی خصوصیات، ان میں حسن تصرف، اور ضیاع وقت کے حوالے سے بات ہوگی۔ وقت کی قیمت، ممکنہ اعمال اور ان پر اجر وثواب کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ اللہ ﷻ حریص انسان کو فائدہ سے بہرہ مند فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((إني لأكره أن أرى أحدكم سبهللا؛ لا في عمل دنيا ولا في عمل آخرة))

((بیشک مجھے یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ میں تم میں سے کسی ایک کو فارغ بیٹھے ہوئے دیکھوں، نہ ہی اسے دنیا کا کوئی کام ہو اور نہ ہی آخرت کا)). مجمع الأمثال ٢/ ١٧٢.

وقت اور لوگوں کی اقسام

دنیا کی اس مختصر زندگی میں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو اس وقت مستعار سے فائدہ اٹھانے میں برابر نہیں رکھا، بلکہ ان میں عزم وعمل اور ہمت وثبات کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے، جس کو خود خالق کائنات نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ (فاطر: ۳۲)

''پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں، یہی بڑا فضل ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

پہلی قسم: ان لوگوں کی ہے: جو گناہوں میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

دوسری قسم: جو درمیانے درجہ کے لوگ ہیں، جن کے اعمالِ صالحہ اور برائیاں برابر ہیں۔ ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

تیسری قسم: وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

بالفاظ دیگر پہلی قسم کے لوگ جو گناہوں میں ہی لگے رہتے ہیں جنہیں گناہوں سے فرصت نہیں، جنہوں نے امانت کے اس بارِ گراں کو بھلا دیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے کندھوں پر ڈالا تھا؛ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾ (الاحزاب: ۷۲)

''ہم نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو (اپنی) امانت دکھائی) اور ان سے پوچھا کیا تم اس کو اٹھاتے ہو) انھوں نے اس کا اٹھانا قبول نہ کیا اور اس کے اٹھاتے سے ڈر گئے اور آدمی نے (جھٹ) اس کو اٹھا لیا بے شک آدمی نے (اپنے اوپر) بڑا ظلم کیا نادانی کی۔''

دوسری قسم: وہ لوگ ہیں جنہیں کسی بھی چیز سے کوئی خاص دلچسپی نہیں؛ نیکی کے وقت نیکی کر لی، اور برائی میں بھی شریک ہو گئے۔ ان کے بارے میں دوسری جگہ پر فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ﴾

(التوبہ: ۱۰۲)

'' اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔''

تیسری قسم کے وہ لوگ جنہیں نیکیوں سے فرصت نہیں۔ جن کو بالفاظ دیگر سابقین بالخیرات یا مومنین حق یا فلاح پانے والے کامیاب لوگ کہا جا سکتا ہے، جن کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی یاد میں گزرتا ہے؛ جو اپنی زندگی کو اس کی امانت سمجھتے ہیں۔ اور اگر ان سے کسی موقع پر کوئی غلطی یا گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس پر مصر نہیں رہتے بلکہ فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

''اور وہ جو اگر کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں (یعنی کبیرہ گناہ) یا اپنے تئیں نقصان

پہنچاتے ہیں (یعنی صغیرہ گناہ) تو خدا کو یاد کر کے اس سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور خدا کے سوا بخشنے والا اور کون ہے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کے ہٹ نہیں کرتے۔"

وقت کی ایک اور تقسیم ایسے بھی کی جاسکتی ہے کہ مختلف کمیوں کوتاہیوں اور افراط وتفریط کے باوجود زمانے یا وقت کیساتھ اپنے تعلق کے اعتبار سے لوگ تین قسم کے ہیں:

۱۔ وہ لوگ جو ماضی کے ہی بندے بنے بیٹھے ہیں، اور جن کو اپنے باپ دادا کے کارناموں پر بڑا فخر ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو ابھی تک ماضی ہی میں ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو نہ کچھ خبر ہے، اور نہ ان کی کوئی جدوجہد اور کوشش ہے کہ جس کی وجہ سے ان کے روشن مستقبل کے امکانات ہوں۔ بلکہ وہ اپنے باپ دادا کے کارناموں اور یادوں کے ذکر کے ساتھ جی رہے ہیں۔ اس میں کوئی اپنی طرف سے اضافہ نہیں کر پاتے؛ اور نہ آج تک کوئی نئی چیز سامنے لا سکے۔ شاعر مشرق، علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جن میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں گے صنم پتھر کے

ایسے ہی لوگوں کو شاعر نے یوں مخاطب کیا ہے:

كُنِ ابْنَ مَنْ شِئْتَ وَاكْتَسِبْ أَدَبًا
يُغْنِيْكَ مَحْمُوْدُهُ عَنِ النَّسَبِ
إِنَّ الْفَتَى مَنْ يَقُوْلُ هَا أَنَا ذَا
لَيْسَ الْفَتَى مَنْ يَقُوْلُ: كَانَ أَبِيْ

"وہ تم جس کی چاہو اولاد بن جاؤ، لیکن ادب حاصل کرو، تمہیں اس کے اچھے اوصاف نسب سے بے نیاز کر دیں گے۔ بے شک جواں مرد وہ ہے جو خود کو پیش کرے اور کہے: میں یہ ہوں؛ جواں مرد وہ نہیں ہے جو کہے میرے باپ دادا ایسے تھے۔"

ایک اور شاعر کہتا ہے:

لَئِنْ فَخَرْتَ بِآبَاءٍ ذَوِيْ حَسَبٍ
لَقَدْ صَدَقْتَ، وَلٰكِنْ بِئْسَ مَا وَلَدُوْا

"اگر تم اپنے حسب ونسب والے باپ دادا پر فخر کرتے ہو تو سچ کہتے ہو، مگر انہوں نے بہت بری اولاد کو جنم دیا ہے۔"

علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تھے وہ آبا تو تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو؟

۲۔ دوسری قسم: وہ لوگ ہیں جو نہ تو ماضی پیش کر سکتے ہیں، اور نہ حاضر میں ان کا کوئی خاص کارنامہ یا منصوبہ بندی ہے۔ اگر کوئی عمل ہے بھی؛ تو سوائے غلطی اور بدی کے کچھ بھی نہیں، جس کے اثرات کو ختم کرنے سے غافل ہیں۔ مگر اچھے مستقبل کے لیے بڑی بڑی امیدیں رکھتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے عملی زندگی میں ان کی کوئی منصوبہ بندی، یا کوئی جدوجہد یا کوشش نہیں ہے۔ یہی وہ لوگ جن کی خواہشات کو ہم سپنوں کے محل، خیالی پلاؤ یا کسی بھی دیگر مترادف لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿ وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾ ﴾ (حدید: ١٤)

"مگر تم نے خود کو آزمائش میں ڈالا، اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے، اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں رکھا؛ یہاں تک کہ اللہ کا

کل آن پہنچا، اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکے میں ہی رکھا۔"

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ، وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ .)) ❶

"عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا، اور موت کے بعد کے لیے اعمال کیے۔ اور عاجز وہ ہے جس نے خواہشات نفس کی پیروی کی اور اللہ پر امیدیں لگائے رکھیں۔"

ان دو قسم کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

اَلْفَتَى أَمْسَكَ الْمَاضِيْ شَهِيْدًا مُعَدَّلًا
وَأَصْبَحْتَ فِيْ يَوْمٍ عَلَيْكَ شَهِيْدُ
فَإِنْ كُنْتَ بِالْأَمْسِ اقْتَرَفْتَ إِسَاءَةً
فَثَنِّ بِإِحْسَانٍ وَأَنْتَ حَمِيْدُ
وَلَا تَرْجُ فِعْلَ الْخَيْرِ يَوْمًا إِلٰى غَدٍ
لَعَلَّ غَدًا يَأْتِيْ وَأَنْتَ فَقِيْدُ
فَيَوْمُكَ إِنْ أَتْعَبْتَهُ عَادَ نَفْعُهُ
عَلَيْكَ ، وَمَاضِ الْأَمْسِ لَيْسَ يَعُوْدُ

"جوان وہ ہے جو اپنے ماضی کو معتبر گواہ بنائے رکھتا ہے؛ اور تمہاری حالت یہ ہوگئی ہے کہ آج کا دن تمہارے خلاف گواہ ہے۔ اور اگر کل آپ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، تو آج اس کو نیکی کر کے ختم کیجیے، یہی آپ کی اچھی خصلت ہے۔ اور آج کے دن کی جانے والی بھلائی کو کل تک کے لیے نہ چھوڑیں؛ شاید کل کا دن

❶ ترمذی: ۲۳۸۳۔ احمد: ۱۶۵۰۱۔ ابن ماجہ: ۴۲۵۰۔ صحیح۔

آئے اور آپ نہ ہوں۔ اگر آج کے دن آپ نے خود کو محنت کر کے تھکا دیا، تو اس کا نفع آپ کو ملے گا، گیا ہوا کل کبھی بھی واپس آنے والا نہیں ہے۔"

۳۔ تیسری قسم: وہ لوگ ہیں جو ماضی تو نہیں رکھتے، اور حال میں وہ اپنے بہتر اور اچھے مستقبل کی تعمیر کیلئے کوشاں رہتے ہیں؛ خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے اچھا مستقبل تلاش کر رہے ہوں، یا آخرت کے لحاظ سے۔ ان میں سے کسی کی بھی محنت اور کوشش کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ ﴾ (بنی اسرائیل ۱۸ - ۲۰)

"اور جو کوئی جلدی والی چیز (دنیا) چاہتا ہو، ہم ان میں سے جس کے لیے جو چاہیں جلدی دے دیتے ہیں، اور پھر ہم اس کے لیے جہنم ٹھکانہ مقرر کر دیتے ہیں جس میں وہ بدحال اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو، اور وہ اس کے لیے اس حال میں کوشش کرے کہ وہ مومن ہو، پس وہی لوگ ہیں جن کی کوشش قابل شکر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم ڈھیل دیتے ہیں، تمہارے رب کی عطا میں سے؛ اور تمہارے رب کی عطا منقطع ہونے والی نہیں ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو آخرت کے لیے کھیتی قرار دیا تو کسی پر یہ جبر نہیں کیا کہ وہ اس کھیتی میں اپنی آخرت کے لیے کیا اور کیسے بوتا ہے؟۔ بلکہ اس نے اسے اچھے اور برے کی پہچان کرا کر ڈھیل دے دی کہ اب جو کوئی صوابدید کے مطابق جیسا کرے گا اسے ویسا ہی بدلہ ملے گا، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِی الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾﴾ (آل عمران : ۱۴۵)

"اللہ کے حکم کے بغیر کوئی جاندار نہیں مرسکتا؛ مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے۔ اور جو کوئی دنیا میں بدلہ چاہتا ہے، ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیں گے؛ اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہتا ہے، ہم اسے آخرت میں سے دیں گے۔ اور ہم شکر گزاروں کو بہت جلد نیک بدلہ دیں گے۔"

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واضح کردیا کہ جو انسان آخرت کے گھر اور اللہ کی رضامندی کا طلب گار رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال میں برکت دیتے ہیں، تاکہ اس کو اپنی آخرت سنوارنے کے اور مواقع میسر آجائیں، اور جو صرف دنیا ہی چاہتا ہے، اسے دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی دنیا کا مالک دینے کا ارادہ کرے گا، اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ملے گا، اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾﴾

(الشوریٰ : ۲۰)

"اور جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو، ہم اس کی اس کھیتی میں ترقی دیں گے؛ اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہو، ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دیں گے۔ اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔"

ان آیات مبارکہ سے اتنی بات تو سمجھ آگئی کہ جو کوئی جیسا کام کرتا ہے، اسے ویسا ہی بدلہ مل جاتا ہے۔ کمال عدل اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، اس کے ہاں کسی پر نہ کوئی ظلم ہوتا ہے اور نہ ہی حق تلفی۔ البتہ جس کسی کے گناہوں سے اللہ تعالیٰ چشم پوشی کرکے معاف کردیں تو یہ اس کا فضل اور رحمت ہے۔ مگر عمل کے لحاظ سے خوش قسمت وہ انسان ہے جس کے لیے اللہ

کی ساری بھلائیاں جمع کردیں، اور دنیا اور آخرت میں اسے کامیاب کردیں۔

چند ایک بنیادی محرکات

ہر کام کے کرنے کے لیے کچھ بنیادی محرکات، اسباب اور وجوہات ہوتی ہیں جو اس کام کا پیش خیمہ بنتی ہیں۔ اگر وہ اسباب خیر کے ہیں، اور اخلاص پر مبنی ہیں تو للہ الحمد۔ اور اگر یہ اسباب شر کے ہیں، یا کسی بد نیتی پر مبنی اور اخلاص سے خالی ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ سے دھوکہ کر رہے ہیں، جن کے متعلق اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾﴾ (الکہف : ۱۰۴)

"وہ لوگ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں ہی ضائع ہوگئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔"

اور دوسرے مقام پر خیر کا ارادہ رکھنے والوں کے متعلق فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾﴾

(النحل : ۹۷)

"مرد ہو عورت جو کوئی ایمان کے ساتھ نیک کام کرے تو ہم (دنیا میں) اس کی زندگی پاک کریں گے اور ان کو (ایسے لوگوں کو) ہم (قیامت میں) ضرور ان کو بہتر کاموں کا بدل دیں گے۔"

مومن ہر وقت خیر و بھلائی کی تلاش میں رہتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر کے خزانے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَجَباً لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ ، لَيْسَ ذَاكَ لأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ؛ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ ، فَكَانَ خَيْراً لَهُ۔ وَإِنْ أَصَابَتْهُ

ضَرَّاءُ صَبَرَ ، فَكَانَ خَيْراً لَّهُ)) ❶

”مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کا تمام کام بھلائی کا ہے، اور یہ مومن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو اس پر وہ صبر کرتا ہے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔“

بس اس خیر پر شکر کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ ہم جس نعمت سے استفادہ کر رہے ہیں، لوگوں کو بھی اس نعمت کی قدر و قیمت بتائیں، اور اس سے استفادہ کرنے اور پھر اس پر شکر کرنے کی تعلیم و ترغیب دیں؛ یقیناً یہ کوشش ذریعہ نجات بن سکتی ہے۔

مومن کا نفس، وقت اور زندگی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی وقف ہے۔ پھر مسلمان بابرکت کیوں نہ ہو، جب وہ ہے ہی اللہ کے لیے؟ سو بندگی کا حقیقی لطف اسی میں ہے کہ انسان خود کو اللہ کیلئے وقف کر دے۔ اس کے شب و روز، اوڑھنا اور بچھونا اللہ کی رضامندی میں گزرے۔ یہ چند صفحات لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کے ہر میدان میں بندگی کی صحیح حلاوت اور چاشنی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الانعام : ۱۶۳)

”آپ فرما دیں: میری نماز اور میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

کیسے مومن کا وقت مرتے دم تک اللہ کی عبادت سے معمور گزرے؟ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝﴾ (الحجر : ۹۹)

”اور اپنے رب کی بندگی کر یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے۔“

مسلمان کیسے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائے؟ کیونکہ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

❶ مسلم؛ کتاب الزهد والرقائق؛ باب المؤمن أمره كله خير؛ حديث ۵٤۲۸.

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ (الاعراف : ۸)

”اور جس کا نامہ اعمال بھاری ہوگا، وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔“

اور اپنے اس دنیا میں آنے کے مقصد کو سمجھ کر بصیرت کے ساتھ حاصل کر پائے تاکہ آخرت میں کامیابی نصیب ہو جائے؛ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝﴾

(المؤمنون : ۱۱۵)

”اور کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے، اور تم ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے۔“

مومن کیسے اپنی زندگی میں دوسروں کے لیے قابل تقلید نمونہ چھوڑ کر جائے، تاکہ مرنے کے بعد بھی اس کے نیک اعمال میں اضافہ ہوتا رہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ .)) ❶

”جس نے اسلام میں کسی اچھے کام کی ابتدا کی، اس کے لیے اس کا اور ان تمام کا اجر ہے جو اس پر اس کے بعد عمل کریں گے، اور ان میں سے کسی کے اجر میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔“

ایک اہم مقصد اور بنیادی متحرک ذاتی و انفرادی حیثیت میں امور عبادت و عمل، دعوت و تربیت میں کمزوری؛ غفلت اور معاشرہ کے بعض افراد یا جماعتوں پر اعتماد کے جمود کو ختم کرنا ہے، تاکہ ہر انسان میں اپنی ذمہ داری خود نبھانے کا احساس پیدا کیا جائے؛ اور وہ اس سوچ سے نجات حاصل کر سکے کہ میرے حالات یا وقت اجازت نہیں دیتے کہ میں کوئی مثبت یا تعمیری کام کر سکوں۔ مثال کے طور پر تربیت اور دعوت کے میدان میں ہر انسان کی ایک ذمہ داری ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ مسلم، کتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة و لو بشق التمرة؛ ح : ۱۷۵۳.

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.)) ❶

”تم میں سے ہر ایک گلہ بان ہے، اور ہر ایک اپنے گلہ کے متعلق جوابدہ ہے۔“

مگر ہم نے یہ کام صرف مولوی، اور ایک خاص طبقہ یا جماعت پر رکھ چھوڑا ہے، نہ خود کا خیال کیا: اور نہ اپنی اولاد کی تربیت پر دھیان دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے گھروں میں ایسی برائیاں پہنچ گئیں جن کا ماضی قریب میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس بات کی تائید اس چیز سے بھی ہوتی ہے کہ گھروں میں موجود ڈش، ٹی وی، وی سی آر، اور دیگر بے حیائی اور برائیوں کے سامان موجود ہیں: بے پردگی اور بے احتیاطی کا دور دورہ ہے۔ بچوں کی تربیت پر عدم توجہ ایک اور اہم مسئلہ ہے۔

حقوق و فرائض میں کوتاہی اور ان کے ضیاع کے ساتھ وقت کا بڑی سنگ دلی سے ضیاع ہو رہا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بہت سے لوگ فارغ بالی کی شکایت کرتے ہیں۔ اور ان کو اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی کہ وہ اپنے وقت سے کیسے مستفید ہو سکتے ہیں؟

بغیر کام کے اور بلا وجہ گھروں سے نکل پڑتے ہیں، اکثر اوقات معلوم نہیں ہوتا کہاں اور کس غرض سے جا رہے ہیں۔ اور اس سیر گشت کے فوائد یا نقصانات کیا ہو سکتے ہیں؟

خود بے کار ہونے کی وجہ سے بیشتر اوقات دوسرے مصروف عمل لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کا وقت بھی ضائع کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ایسے محنت کرتے جیسے اس کا حق ہے، اور اپنے وجود اور وقت کو نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی کارآمد بناتے۔ اور مخلوق ہمارے وجود سے فائدہ اٹھاتی، اور ہمارے ہونے پر خوشی محسوس کرتی یہی تعلیم نبوت ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ؛ فَكُنْ نَافِعاً لَهُمْ)) ❷

”لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، سو لوگوں

---

❶ البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى و المدن، حديث ٨٦٧۔ مسلم کتاب الإمارة، باب: فضيلة الإمام العادل، ح: ٣٤٩٦)۔

❷ صحيح الجامع حديث نمبر ٣٧٦٤؛ من مسند خالد بن وليد.

کو نفع پہنچانے والے بن جایئے۔“

سرمایۂ حیات

اس دنیا کی چار روزہ زندگی میں انسان کا سرمایہ یہ مختصر سا وقت، کچھ محدود سانسیں اور گنتی کے چند ایک دن ہیں۔ جس نے ان لمحات اور گھڑیوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں لگا دیا، اس کے لیے خوشخبری اور مبارک ہو۔ اور جس نے وقت میں افراط و تفریط سے کام لیتے ہوئے اسے ضائع کر دیا، حقیقت میں اس نے اپنی زندگی کی سنہری گھڑیاں اور ایسا سرمایہ ضائع کر دیا ہے جو کبھی واپس آنے والا نہیں۔

اپنی دنیا اور آخرت سنوارنے کے لیے ایسے کام کرنا چاہیے تھا گویا کہ یہی لمحات حیات جو ہمیں میسر ہیں، بس یہی ہیں، ان کے بعد کوئی اور وقت نہیں ملے گا، شاعر کہتا ہے:

إِعْمَلْ لِدُنْيَاكَ كَأَنَّكَ تَعِيْشُ أَبَداً
وَاعْمَلْ لِآخِرَتِكَ كَأَنَّكَ تَمُوْتُ غَداً

”اپنی دنیا کے لیے ایسے کام کرو گویا کہ تم نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے، اور اپنی آخرت کے لیے ایسے کرو گویا کہ کل ہی مر جانا ہے۔“

اس کو اُردو کے شاعر نے یوں قالب میں ڈھالا ہے:

دنیا دنی کو نقش فانی سمجھو
رودادِ جہاں کو ایک کہانی سمجھو
پر کرو جب آغاز کوئی کام بڑا
تو ہر سانس کو عمر جاودانی سمجھو

کتنے ہی انسان اپنے وجود کو ایک بیکار اور لا یعنی چیز سمجھتے ہیں، اور حقیقت میں ان کا وجود کثرت فراغت میں غیر سنجیدہ اور بد اعمال کے باعث ایسا بن گیا ہے، جس کا نہ وہ اپنے نفس کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ معاشرے کو۔ ایمان، اخلاق اور اعمال کی کمزوری، نا امیدی

اور پست ہمتی؛ منفی سرگرمیوں، لا ابالی پن اور غیر ذمہ دارانہ رویے نے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ اپنی جوابدہی کا احساس وشعور ختم، اور واجبات کی ادائیگی میں غیر سنجیدگی، اور غیر ذمہ دارانہ رویے کا برتاؤ؛ آخر یہ سب کچھ کب تک رہے گا؟ کیا اس پر کبھی احساس ندامت بھی ممکن ہے، یا پھر ایسے ہی بقیہ زندگی کے لمحات بھی اسی روگ کی نذر ہو جائیں گے۔

ضرورتِ بیداری

''زندگی ایک رویہ سڑک ہے جہاں سے آپ پیچھے مڑ کر دیکھ تو سکتے ہیں مگر پیچھے پلٹ نہیں سکتے: پھر اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہر لمحۂ حیات کا ایک مناسب اور دلربا مصرف ہونا چاہیے جس کی خوشی ہمارے آج میں بھی ہو اور ہمارے آنے والے کل میں بھی۔'' (راوی)۔

اس وقت معاشرہ کے اہلِ علم، صاحبِ فراست وبصیرت اور لکھے پڑھے ذمہ دار طبقہ کا یہ فرض بنتا ہے کہ عوام اور خاص کر نوجوان طبقہ کو کسی طرح اس بات کا احساس دلائیں کہ اللہ ﷻ نے انہیں ایسے ہی بیکار اور فضول نہیں پیدا کیا، بلکہ ان کے اندر بے شمار پوشیدہ صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں، جن سے اگر استفادہ نہ کیا گیا تو انہیں زنگ لگ جائے گا، اور یہ سب کچھ بیکار ہو کر رہ جائے گا۔ جیسے اگر چائے میں شکر ڈال دی جائے تو اس وقت تک اس کا لطف نہیں اٹھایا جاسکتا جب تک اسے چمچ یا کسی چیز سے حرکت دے کر حل نہ کرلیا جائے۔ ایسے ہی ان خفیہ صلاحیتوں کو اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو زندگی کے خاتمہ کے ساتھ یہ بھی ختم ہو جائیں گی۔ البتہ ذرا سی حرکت سے برکت کا لطف اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق حکمت وبرکت اور اس کے فضل کے نظارے کیے جاسکتے ہیں۔

یہ کہ ایمان کی دولت کے بعد یہ اوقات (زندگی کی چند گھڑیاں) ہمارے پاس اللہ کی سب سے بڑی نعمت اور امانت ہیں، اور روزِ قیامت ہم سے ضرور اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ سو کامیاب ہے وہ انسان جس نے اس میں حسن تصرف سے کام لیتے ہوئے اسے اپنی

آخرت کے لیے توشہ بنالیا۔ یہ سب وہ محرکات ہیں جن کی وجہ سے راقم آثم کو یہ سطور قلم بند کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

نالۂ دل

اللہ ﷻ نے ہی یہ خلقت پیدا کی اور اس کے لیے اجل بھی مقرر کی، اور تقدیر لکھ دی گئی۔ دن اور رات پے در پے گزرتے چلے جارہے ہیں۔ کچھ نئی روحیں اس دنیا میں آرہی ہیں، اور کچھ روحیں اپنی مدت ختم کرکے اپنے خالق کے پاس جارہی ہیں۔ زندگی کی گاڑی اپنے فطری اور متعین اصولوں کے مطابق رواں دواں ہے۔ ایک چہل پہل ہے، جس میں خوش بخت اور بد بخت، نافرمان اور فرمانبردار، مومن اور کافر، اللہ کو ماننے اور نہ ماننے والے ہر قسم کے لوگ ہیں۔ کسی کی تمنا تو یہ ہے کہ یہ دن اور گھڑیاں اور لمبی ہو جائیں تاکہ وہ اس خوشی اور نعمت سے اور زیادہ مستفید ہو جس میں وہ اپنا وقت گزار رہا ہے۔ دوسرا انسان اس دن اور رات کے ختم ہونے کی تمنا کرتا ہے تاکہ اسے ان غموں اور پریشانیوں سے نجات حاصل ہو جائے جن کا وہ سامنا کر رہا ہے۔ اور اس سب کچھ میں ایک عاقل کے لیے مکمل عبرت اور نصیحت اور غافل کے لیے بیداری کا سامان موجود ہے۔

ایام زندگی لپیٹے جارہے ہیں، عمر ہر لمحہ اپنے اختتام کے قریب تر ہو رہی ہے۔ گردشِ شب وروز اس چیز کو ہمارے قریب تر کر رہی ہے جسے ہم دور سمجھ رہے ہیں، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝﴾ (المعارج: ٦-٧)

''وہ جس چیز کو بہت دور جانتے ہیں، ہم اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔''

لیل ونہار کی اس برق رفتاری اور گردشِ ایام کی طوفان خیزی ایسی ہے کہ اس پر قابو پانا، اور اس سے فائدہ اٹھانا اگرچہ ہر کس وناکس کی خواہش بھی ہے، اور امید بھی؛ مگر ہر کسی کا کام نہیں؛ سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ اس بات کا شعور اور سمجھ دیدے۔ اسی لیے اللہ ﷻ نے قرآن میں جابجا وقت کی قسمیں کھا کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، فرمایا:

﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ ﴾ (الليل ۱، ۲)

''اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے، اور دن کی قسم جب وہ روشن ہو جائے۔''

کبھی وقتِ فجر کی قسم اٹھائی اور فرمایا:

﴿ وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ ﴾ (الفجر: ۱-۲)

''اور وقتِ فجر کی قسم، اور دس راتوں کی قسم۔''

کبھی افق پر پھیلی ہوئی شفق اور شب کی ظلمت کے ساتھ ساتھ چاندنی رات کی قسم اٹھائی اور فرمایا:

﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ ﴾

(الانشقاق: ۱۶-۱۸)

''اور مجھے قسم ہے شفق کی، اور رات کی اور اس کی جمع کردہ چیزوں کی قسم! اور چاند کی جب وہ کامل ہو جاتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ ﴾ (الليل: ۱-۲)

''اور قسم ہے چاشت کے وقت کی، اور رات کی جب وہ چھا جائے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ ﴾ (المدثر: ۳۳، ۳۴)

''اور رات کی قسم! جب وہ پلٹ جائے، اور صبح کی قسم! جب وہ روشن ہو جائے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (العصر ۱، ۲، ۳)

''وقتِ عصر کی قسم! انسان نقصان میں ہے۔ مگر وہ نہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں......''

ان کے علاوہ بھی بہت ساری آیات ہیں جن میں وقت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

تاکہ انسان اس کی ضرورت کو سمجھے اور اسے خالق کے منشا کے مطابق بسر کرے۔ عقلمند انسان **زندگی کے اس طرح تیز رفتاری سے کٹنے سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے اپنے نفس کا محاسبہ اور اعمال پر نظرِ ثانی کر سکتا ہے۔** تاکہ وہ اپنے فرائض وحقوق ادا کر کے دنیا اور آخرت میں **کامیابی کا مستحق بن جائے**، جیسا کہ سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((حَاسِبْ نَفْسَكَ فِي الرَّخَاءِ قَبْلَ حِسَابِ يَوْمِ الشِّدَّةِ، فَإِنَّ مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الرَّخَاءِ عَادَ أَمْرُهُ إِلَى الرِّضَاءِ وَالْغِبْطَةِ وَمَنْ أَلْهَتْهُ حَيَاتُهُ، وَشَغَلَتْهُ أَهْوَاءُهُ عَادَ أَمْرُهُ إِلَى النَّدَامَةِ وَالْحَسْرَةِ)) [1]

''اپنے نفس کا خوشحالی کے ایام میں سخت حساب والے دن سے پہلے محاسبہ کرو، کیونکہ جس نے خوشحالی میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا، اس کا انجام رضا کا حصول، اور قابلِ رشک ہوتا ہے۔ اور جس کو اس کی زندگی نے غافل رکھا، اور خواہشات نے مصروف کر دیا، اس کا انجام کار ندامت اور خسارہ ہے۔''

ایک قول ہے کہ: ''خلوت میں اپنے نفس کا محاسبہ کیجیے۔ اپنی عمر کے ختم ہونے کے بارے میں غور وفکر کریں۔ اور اپنی فراغت کے اوقات میں شدت اور حاجت کے وقت کے لیے بھرپور کوشش کیجیے۔'' [2]

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تمہارے نفس ہی تمہارے مقابلہ اور مبارزت کے میدان ہیں۔ اگر تم اپنے نفس پر غالب آگئے تو غیر پر غالب آنے کی اس سے زیادہ قدرت رکھتے ہو۔ اور اگر اپنے نفس کے مقابلہ میں خود کو رسوا کر بیٹھے تو غیر کے سامنے سب سے زیادہ عاجز ہو۔ سب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور اس کا امتحان لو۔'' [3]

---

[1] شعب الإيمان للبيهقي، فصل فيما بلغنا عن الصحابة؛ ح: ۱۰۱۷۲؛ الزهد الكبير ٤٦٥.

[2] ایقاظ الهمم العالیہ ۹۹ از علامہ سلمان

[3] ایقاظ الهمم العاليه ٤٢٢.

جب انسان کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کے ساتھ دو فرشتے ایسے ہیں جو اس کے اقوال واعمال کو لکھ کر محفوظ کر رہے ہیں تو اسے چاہیے کہ صبح سب سے پہلے رات کے اعمال کا محاسبہ کرے کہ اس نے کیا کیا ہے؟ اور رات کو سونے سے پہلے دن کے اعمال کا محاسبہ کرے کہ اس نے کیا کیا ہے؟۔ اگر اس میں نیکی اور بھلائی پائے تو اس پر اللہ کی حمد وثنا بیان کرے، اور اگر برائی ہو اس پر توبہ واستغفار کرے۔ اور اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کا محاسبہ کرے۔ اور کسی کام کے قریب بھی تب تک نہ جائے جب تک اس میں شریعتِ الٰہی کا حکم معلوم نہ کرلے۔ سو جو بات اب بہتر معلوم ہو، اسے کر گزرے اور جس میں شر ہو اس سے باز رہے تاکہ ملائکہ بھی اس کی اذیت سے محفوظ رہیں، اور خود بھی وبال سے بچا رہے، جس انسان نے اس دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کر لیا، اس پر اگلے جہاں میں حساب آسان ہو گیا؛ اور جس کا معاملہ اس کے برعکس رہا وہ خسارے میں ہے۔

ایک طرف وہ لوگ ہیں جن کا سارا وقت فراغت کا ہے، جنہیں دوسرے الفاظ میں بیکاری کے دن کہا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف دفاتر میں کام کرنے والے، مدارس اور سکول وکالجز کے طلبہ اور کارکنان ہیں، جو ایک خاص چاہت کے ساتھ اور ایک خاص نظام کے تحت اپنے اوقات کا ایک مخصوص حصہ گزار رہے ہیں؛ جب کہ ان کا بھی باقی وقت بے سود اور بے معنی گزر رہا ہے۔

فصل اوّل:

وقت کی خصوصیات

زندگانی سے دلِ محزوں عبث ہوتا ہے
دیکھنے کا پھر نہیں عمرِ رواں کو خواب میں

اور بقول اقبالؒ:

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

وقت کیا ہے؟

علماء کرام رحمہم اللہ نے وقت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

((اَلْوَقْتُ هُوَ: عُمْرُ الْحَيَاةِ ؛ وَمَيْدَانُ وُجُوْدِ الإِنْسَانِ ؛ وَسَاحَةُ ظِلِّهِ وَبَقَائِهِ؛ وَنَفْعِهِ وَ انْتِفَاعِهِ .)) [1]

”وقت ہی زندگی کی عمر، اور انسانی وجود کا میدان، اس کی بقا اور سائے (اثر)، اور نفع حاصل کرنے اور نفع پہنچانے کا آنگن ہے۔“

بعض اہلِ لغت نے وقت کی تعریف اپنی کتابوں میں اجمالاً بیان کی ہے، اس لحاظ سے: ”وقت زمانے کا نام نہیں؛ زمانہ وقت کی نسبت عام ہے۔“ ”وقت زمانے کی ایک معلوم مقدار کا نام ہے۔“

ابن سید کہتے ہیں: ”وقت زمانے کی ایک معروف مقدار کا نام ہے۔“ [2]

جب وقت زمانے کی ایک معلوم مقدار کا نام ہے تو اس سے مراد ہم وہ عرصہ لے سکتے

---

[1] قیمة الزمن عند العلماء ۱۷) از ابو غدة عبد الفتاح۔

[2] لسان العرب ۱۳ / ۱۰۷) ابن منظور

ہیں جس کے دوران ہم اس دنیا میں زندہ رہتے ہیں۔ اور وقت ہی انسان اور اس کی زندگی کا مادہ ہے۔''[1]

وقت کا مفہوم اجل کے مفہوم کے قریب تر ہے۔ اس سے مراد ایک مقررہ زمانہ اور طے شدہ اجل ہے۔ یہ زمانے کی وہ مقدار ہے جو انسان کو میسر کی گئی ہے۔ اور پھر وہ دار بقا کی طرف کوچ کر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪﴾ (المنافقون: ۱۱)

''اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازے گئے ان لمحات کو پل بھر کے لیے آگے یا پیچھے نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس میں تبدیلی ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ㉞﴾ (الأعراف: ۳٤)

''اور ہر ایک امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آ جاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔''

اور اس عطیہ خداوندی یعنی عرصۂ عمر میں کمی بیشی بھی ممکن نہیں؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪﴾ (فاطر: ۱۱)

''نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔''

امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ نے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ

[1] ادارة الوقت بين التراث والمعاصرة د: امين سعادة؛ ط: دار الجوزی ص: ۳۲.

سے ایک حدیث نقل کی ہے، جو کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں ہے:

''عقل مند کو چاہیے - اگر وہ عقلی اعتبار سے مغلوب نہ ہو - کہ اس کا وقت چار گھڑیوں میں بٹا ہوا ہو، ایک گھڑی جس میں وہ اپنے رب سے سرگوشیاں کرے؛ ایک گھڑی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے؛ اور ایک گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور و فکر کرے؛ اور ایک گھڑی اپنے نفس کے لیے خاص کرے، جس میں وہ دنیاوی حاجات: کھانا پینا، اور دیگر امور کو بجا لائے۔''[1]

نعمتِ وقت:

وقت اللہ تعالیٰ کی ان بیش بہا نعمتوں میں سے ایک ہے جس کی قیمت کا اندازہ لگانے سے اہل عقل و دانش آج تک قاصر رہے، اور نہ کوئی ایسا پیمانہ دریافت ہوا جو وقت کی قیمت بتا سکے۔ بس اتنا بطور مثال کہہ سکتے ہیں کہ: '' جو چیز اور جو شخص جتنا بڑا اور قیمتی ہے، اس کے پیچھے وقت کی قیمت کارفرما ہے، ورنہ اس سب کی حقیقت لایعنی ہے۔''

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں صوفیا کے ساتھ رہا ہوں۔ اور ان کی دو ہی باتوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ: ''وقت تلوار ہے؛ یا تو تُو اسے کاٹ دے۔ یا وہ تجھے کاٹ دے گی۔ اور اپنے نفس کو حق میں مشغول کر، ورنہ وہ تجھے باطل میں مشغول کر دے گا۔''

حضرت علامہ ابن قیم رحمہ اللہ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ دونوں باتیں کس قدر کارآمد اور جامع ہیں۔ اور کہنے والے کی بلند ہمتی اور بیدار مغزی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس موضوع کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ جیسے بزرگ لوگ ایسے لوگوں کی شان میں رطب اللسان ہیں

[1] صحيح ابن حبان؛ كتاب البر والإحسان؛ باب ما جاء في الطاعات وثوابها؛ ذكر الاستحباب للمرء أن يكون له من كل خير حظ رجاء؛ ح: ۳٦۲۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

جن کی باتیں اس قدر پُرمغز ہوا کرتی ہیں۔"❶

کہتے ہیں کہ:"وقت کا ضائع کرنا موت سے زیادہ سخت اور خطرناک ہے۔ اس لیے کہ وقت کا ضیاع اللہ اور آخرت کے گھر سے جدا کرتا ہے، اور موت صرف اہل دنیا اور اپنے عزیز و اقارب سے جدا کرتی ہے۔"

وقت ایک ایسی نعمت ہے جو انعام عطا کرنے والے کی طرف سے ہر ایک کے لیے برابر ہے، اس میں کسی خاندان، طبقہ، ذات پات، قوم و مرتبہ، رنگ و نسل، اور ملک اور شہر، دولت مند اور فقیر کی کوئی تفریق نہیں۔ بلکہ ہر ایک کے لیے یہ نعمت برابر ہے۔ بس انسان کا شعور و وجدان احساس اور فکر اس وقت کی قیمت کو بڑھاتے اور اس میں برکت عطا کرتے ہیں ۔ جو لوگ اس نعمت سے صحیح طور پر استفادہ کرتے ہیں وہ ہر مقام اور ہر منزل پر کامیاب ہوجاتے ہیں، اور جو لوگ اس کا درست استعمال نہیں کرپاتے، یا اس کا احساس ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا، حقیقت میں ان لوگوں کی زندگی میں اور حیوانات کی زندگی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا جنہیں اللہ تعالیٰ نے صرف کھانے پینے اور دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، اور جن کی تمام تر ترجیح اپنے نفس کا فائدہ اور اس کی سہولت ہے۔ بس یہ وقت کی قدر سمجھنے کی نعمت ہے کہ ایک انسان مہذب اور مکرم ہوکر فرشتہ سیرت اور اس سے بھی اعلیٰ اشرف المخلوقات کا مقام پالیتا ہے، اور کوئی دوسرا اس قدر کو نہ جاننے کی وجہ سے وحشی ہی رہ جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب سچ کہا ہے:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اسی طرح ایک اور شاعر نے کہا ہے:

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں مسجودِ ملائک ہوں مجھے انسان رہنے دو

❶ مدارج السالکین ۳/ ۱۲۸.

مسلمان کی پہچان:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہندوستان اور چین میں بت پرست قوموں کے اکثر لوگ اور ان شہروں کے رہنے والے جن کا کوئی دین نہیں ہے، اور نہ ہی ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، وہ ہفتوں کے پہچان نہیں رکھتے۔"

مگر ہم لوگ ہفتوں اور دنوں کی پہچان رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک چیز کے لیے پورا پورا وقت ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن ہماری عید ہوتا ہے، جس دن ہم لوگ اچھی طرح تیار ہوکر عبادت کرتے ہیں ۔ ایک اچھا مسلمان ہفتہ کے دو دن پیر اور جمعرات کو رب کی رضا مندی کے لیے نفلی روزے رکھتا ہے۔ جن کی فضیلت احادیثِ مبارکہ میں آئی ہے۔ دن سال میں ہماری عبادتوں اور خوشیوں کے دن مقرر اور طے شدہ ہیں، جن میں ہم اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کرسکتے۔ اور ایسے ہی دن کے مختلف اوقات میں عبادت کی گھڑیاں مقرر ہیں جن میں اپنی مرضی سے ردو بدل نہیں کیا جاسکتا ۔ یہ سب کچھ اللہ کے بنائے ہوئے دستور کے مطابق ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں کی جانی چاہیے ۔ اور یہ جان لینا چاہیے کہ یہ گھڑیاں ہمارے پاس امانت ہیں ۔ اور ان کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

قائدین اور وقت:

بیشک رہنما اور قائدین لوگ جب وقت کو پہچان لیتے ہیں تو وہ اس کی قدر و قیمت کا صحیح احساس کرتے ہیں۔ جب ہم حضرات انبیاء کرام -علیہم السلام- کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ چار امور میں لوگوں کی قیادت کیا کرتے تھے:

ایمان اور علم ۔ اعمال صالح۔ دعوت الی اللہ۔ اور صبر و استقامت۔

یہی لوگ حقیقی کامیاب اور نجات پانے والے اور نجات دہندہ اور حقیقی قائد تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت دی تھی؛ اور ان کی اتباع کرنے اور ان کی

راہ پر چلنے میں بھی دنیا اور آخرت میں کامیاب کے راز مضمر تھے۔ اور انہیں مبعوث کرنے کا مقصد لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا تھا، تاکہ وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کی پکڑ سے بچ سکیں۔ ان کے علاوہ باقی جتنے بھی لوگ تھے۔ انہیں جتنا علم اور معرفت حاصل ہوتے۔ اور جس قدر ان کا ایمان ہوتا وہ اسی قدر اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے اور وقت کی قدر کرتے۔ اور پھر اسی کے مطابق ان کا نفع اور نقصان بھی ہوتا۔

اگر انسان غور وفکر کرے تو پتہ چلے گا کہ اس کی عمر انتہائی محدود ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو خود بیان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ ، وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ)) [1]

"میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوں گی، بہت کم لوگ ہوں گے جو اس سے آگے بڑھیں گے۔"

حقیقت میں ان ساٹھ سالوں پر غور کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان میں سے بیس برس تو لڑکپن کے گزر جاتے ہیں۔ اور باقی چالیس سالہ عمر کا ایک تہائی حصہ نیند کی نذر ہو جاتا ہے، اور کم از کم ایک تہائی کسب معیشت اور طلب روزگار میں۔ اس میں سے جو باقی بچتا ہے وہ لے دے کہ چند گھڑیاں ہیں جن میں سے ہم اپنے اہل خانہ کو بھی وقت دیتے ہیں، اور احباب ورفقاء کو بھی۔ مہمان نوازی بھی کرتے ہیں، اور دوستوں یاروں سے میل جول بھی۔ باقی رہ جانے والے ایک تہائی وقت کو اگر تقسیم کر لیا جائے تو ہمارے پاس اس کا آدھا حصہ رہ جاتا ہے۔ اگر وہ آدھا حصہ ہم اللہ کی راہ میں لگا دیں تو ہماری دنیا بھی بن سکتی ہے، اور آخرت

[1] صحیح ابن حبان؛ کتاب الجنائز وما یتعلق بها مقدما أو مؤخرا؛ فصل فی أعمار هذه الأمة؛ ذکر الأخبار عن وصف العدد الذی به یکون عوام أعمار الناس؛ حدیث : ٣٠٣٢۔ المستدرك علی الصحیحین للحاکم؛ کتاب التفسیر؛ تفسیر سورة المائدة؛ ح : ٣٥٢٣۔ سنن ابن ماجه؛ کتاب الزهد؛ باب الأمل والأجل؛ حدیث : ٤٢٣٣۔ سنن الترمذی؛ کتاب الذبائح؛ أبواب الدعوات عن رسول الله صلی الله علیه وسلم؛ حدیث : ٣٥٦٠۔ قال الألبانی حسن صحیح۔

بھی۔ اور اس سے ہماری زندگیوں میں وہ برکت پیدا ہو سکتی ہے، اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہم نے ایسے نہ کیا تو زندگی سے برکت ختم ہو جائے گی۔ اور ہم خود ہی اپنی چار روزہ حیات مستعار کے دشمن بن بیٹھیں گے۔

ہم نے اپنی زندگی میں انقلابی تبدیلی لانے کے لیے اس میں روزانہ کی بنیاد پر تقسیم کار اور منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

یورپ کی ترقی کا راز:

فطرت کے وہ سنہری اصول جنہیں اپنا کر لوگوں نے ترقی کی ہے ان میں سے ایک وقت کی پابندی بھی ہے۔ اگر ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ یورپ اور امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک اتنے آگے کیسے نکل گئے تو پتہ چلے گا کہ یہ لوگ وقت کا بہت ہی خیال رکھتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ مگر اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے صرف ایک دو مثالیں بیان کی جا رہی ہیں۔

۱۸۶۵ء کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے ایک صنعت کار جرمنی گئے۔ وہاں انہیں ایک کارخانے میں جانے کا موقع ملا۔ وہ ادھر ادھر گھوم کر کارخانے کی کارکردگی دیکھتے رہے۔ اس درمیان میں وہ ایک کاریگر کے پاس کھڑے ہو گئے؛ اور اس سے کچھ سوالات کرنے لگے۔ بار بار مخاطب کرنے کے باوجود کاریگر نے کوئی توجہ نہ دی؛ اور وہ بدستور کام میں لگا رہا۔ کچھ دیر کے بعد کھانے کے وقفے کی گھنٹی بجی۔ اب کاریگر اپنی مشینوں سے اٹھ کر کھانے کے ہال کی طرف جانے لگے۔ اس وقت مذکورہ کاریگر ہندوستانی صنعت کار کے پاس آیا۔ اس نے صنعت کار سے ہاتھ ملایا، اور اس کے بعد تعجب کے ساتھ کہا، کیا آپ اپنے ملک میں کاریگروں سے کام کے وقت بھی باتیں کرتے ہیں۔ اگر میں اس وقت آپ کی باتوں کا جواب دیتا تو کام کے چند منٹ ضائع ہو جاتے، اور کمپنی کا نقصان ہو جاتا: جس کا مطلب پوری قوم کا نقصان ہے۔ ہم یہاں اپنے ملک کو فائدہ پہنچانے آتے ہیں، ملک کو نقصان

پہنچانے کے لیے نہیں آتے۔

سنت نہال سنگھ لکھتا ہے: ''کچھ دن پہلے کی بات ہے، اس سے پہلے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انگلینڈ کے جھاڑو دینے والوں کی نگاہ بھی میں وقت کی اتنی زیادہ قیمت ہوسکتی ہے۔ ایک انگریز سڑک پر جھاڑو لگا رہا تھا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا کیا میں تمہارا فوٹو لے سکتا ہوں؟۔ اس وقت میرے ہاتھ میں چھوٹا سا کیمرہ تھا، اس میں ایک بہت ہی تیز لینس لگا ہوا تھا۔ اگر میں چاہتا تو بات کی بات میں اس سے پوچھے بغیر ہی اس کا فوٹو لے لیتا۔ پھر بھی میں نے اس سے پوچھ لینا مناسب سمجھا۔ اچھا اب ذرا اس کا جواب سنیے:'' آپ صرف دو منٹ ٹھہر جایئے۔ دو منٹ میں بارہ بج جائیں گے۔ اور اس وقت اپنا دوپہر کا کھانا کھانے جاؤں گا۔ وہ میرا اپنا وقت ہے۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔ تب آپ جتنا وقت شوق سے چاہیں لے سکتے ہیں۔'' یہاں یہ بتادینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ جواب دینے سے پہلے اس نے اپنی چاندی کی گھڑی کو دیکھ لیا تھا، جو اس کی کلائی پر بندھی ہوئی تھی۔

مشہور انگریز فلاسفر ڈیلی کارینگی کہتا ہے کہ:

''اوسط درجہ کا انسان دنیا میں صرف وقت کا سرمایہ لے کر آتا ہے۔ ہر شخص کو چوبیس گھنٹے ملتے ہیں۔ نہ وہ اس کو گھٹا سکتا ہے، اور نہ اس مدت کے بڑھانے پر قدرت رکھتا ہے۔''

نیلسن کا قول ہے کہ: ''میری کامیابی کا راز صرف اس بات میں مضمر ہے کہ میں ہر ایک کام کرنے کے لیے پندرہ منٹ پہلے ہی سے تیار ہوجاتا ہوں۔''

اگر ہم روزانہ اپنے اوقات کو تقسیم کرکے ہر ایک کام کے لیے وقت مقرر کرلیں تو اس طرح ہم سب فرائض کو بغیر کسی تکلیف کے انجام دے سکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی حکمت اور دانشمندی یہ ہے کہ انسان اپنے اوقات کو ان کاموں میں لگائے، اور اس کام میں ہاتھ ڈالے جس میں وہ مہارت رکھتا ہو، یا اس میں اس کام کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کی صلاحیت موجود ہو۔ ورنہ انسان کا وقت بھی ضائع ہوجائے گا اور توانائیاں بھی رائیگاں جائیں گی۔

وقت کی اہمیت:

کسی بھی چیز کی قدر و قیمت کا صحیح معنوں میں حقیقی احساس ہونے کے لیے انسان کا احساس اور شعور بیدار رہنا چاہیے۔ انسان کا احساس اور شعور بیدار ہونے کے لیے عزم و ہمت لازمی اور اساسی اکائی ہے۔ احساس کی عدالت میں انسان اپنے عزائم اور ارادوں کا جائزہ لے کر ان کی درست سمت کا تعین کرسکتا ہے؛ اور حقائق کا ادراک کرتے ہوئے اپنے نفس کا احتساب کرتے ہوئے آئندہ کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی کرسکتا ہے۔ اور یقیناً احتساب ہی ایسا مبارک عمل ہے جس کے نتیجے میں انسان کو صحیح کامیابی مل سکتی ہے۔ روزانہ سونے سے قبل اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کے لیے اگرچہ چند لمحات درکار ہوتے ہیں، مگر آنے والی زندگی ان چند سنجیدہ لمحات کا بہت ہی مبارک اور خوش کن اثر مرتب ہوسکتا ہے۔

صبح و شام کے یہ دلکش و دلفریب لمحات ہر غریب و امیر، چھوٹے بڑے، مرد اور عورت کو برابر ملتے ہیں اگر ہر صبح ایک نئے عزم سے شروع کی جائے، اور ہر رات کو اپنے دن کے کڑے اور مثبت احتساب پر ختم کیا جائے تو انسان کی زندگی میں کامیابی کا ایک ایسا انقلاب آسکتا ہے جو اس کے تصور اور سوچ سے بھی بڑھ کر اور بالاتر ہو۔ محمد بشیر جمعہ کہتے ہیں:

''وقت ایک بے مثال ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ یہ فوری طور پر ضائع ہونے والی ایسی چیز ہے جسے نہ ہی چھوا جاسکتا ہے، اور نہ ہی کسی طریقہ سے ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ برف کی طرف ہے، اگر آپ اسے استعمال نہ کریں اور باہر رہنے دیں تو پگھل جائے گی۔ وقت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ اسے آپ پیشگی استعمال نہیں کرسکتے، اور نہ ہی پیشگی ضائع کرسکتے ہیں۔ اگر آپ اسے ضائع کردیں گے تو تسلسل وقت کے باعث اگلے لمحات آجائیں گے۔ بہرحال آپ گزرے ہوئے لمحات کو پکڑ نہیں سکتے۔ آپ دو اوقات کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا کرکے فاصلہ بھی پیدا نہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہ تسلسل کے ساتھ آرہا ہے، اور تسلسل کے

ساتھ جا رہا ہے۔ جس انداز سے سورج اور چاند کو اپنے امور سے اور زمین کو اپنی گردش سے روکا نہیں جا سکتا؛ اسی طرح سے وقت کو اپنے تسلسل سے روکا نہیں جا سکتا۔ جو وقت گزر جاتا ہے، وہ گزرا وقت کہلاتا ہے؛ اس کے بارے میں افسوس کے لیے بیٹھ جانا بھی وقت ضائع کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ جو وقت آیا نہیں اس کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے، منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے، مگر اسے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ جو وقت استعمال کیا جا سکتا ہے وہ یہی ہے جو آپ اس وقت گزار رہے ہیں۔ گھڑی کی جانب دیکھیے! کس تیزی کے ساتھ لمحے گزر رہے ہیں۔ اور ہماری مقررہ زندگی کم ہو رہی ہے۔ وقت کو نہ تو خریدا جا سکتا ہے، اور نہ ہی فروخت کیا جا سکتا ہے۔ اسے نہ تو کرایہ پر لے سکتے ہیں، اور نہ ہی کرایہ پر دے سکتے ہیں۔ اور نہ ہی مقررہ وقت (زندگی) سے زیادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وقت ہر انسان کی اپنی متاع ہے؛ ہر انسان جو صبح ہو اٹھتا ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب چھوٹا ہو یا بڑا، اسے چوبیس گھنٹے کی از خود خرچ ہونے والی تھیلی سونپ دی جاتی ہے۔ ہر انسان یہ چوبیس گھنٹے کی تھیلی جو اسے دوسرے انسانوں کے مساوی ملی ہے، اپنے بہترین مفاد میں استعمال کر سکتا ہے، اور اسے ضائع بھی کر سکتا ہے؛ اور اپنے آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ اس معاملہ میں انسان کو اپنے مفاد کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ وقت کی طلب زیادہ ہے، اور اس کی رسد غیر لچکدار ہے۔ اس رسد کو طلب کے مطابق نہیں لایا جا سکتا۔ طلب اور رسد کے بازار میں اس وقت کی کوئی قیمت بھی نہیں ہے۔ البتہ اس کی اہمیت ہر انسان کے لیے مقصدِ زندگی کے ساتھ ساتھ ہے۔“ [1]

وقت ہر ایک کام کو بجالانے اور اسے اپنے انجام تک پہنچانے کے لیے بنیادی اکائی اور خام مال کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے بغیر کسی کام کا کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ وقت کا قیمتی ترین

[1] شاہراہ زندگی پر کامیابی کا سفر ۱۵۔

سرمایہ ہر انسان کو برابر ملتا ہے۔ اور روزانہ ملتا ہے۔ مگر اس کی قدر کی معرفت کے حساب سے لوگ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

وقت ایک ایسی نعمت ہے جو کسی سے چھینی نہیں جا سکتی۔ اور نہ ہی یہ نعمت چرانے کے لائق ہے۔ اور نہ ہی اس کے ملنے میں کسی پر کوئی مقام و منصب کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی ہے۔ وقت نہ ہی خریدا جا سکتا ہے اور نہ ہی بیچا جا سکتا ہے۔ یہ ایک سیال دولت ہے، اور بہتا ہوا دریا جو کہ ہر وقت رواں دواں ہے۔ جس کی حرکت کے تسلسل میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی۔ بس اتنا فرق ضرور ہے جو اس کی قدر جان لیتے ہیں، وہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھاتے ہیں، اور جو اس کی ناقدری کرتے ہیں، وہ ویسے کے ویسے ہی رہ جاتے ہیں، اور حسرت و یاس ان کا مقدر بن کر رہ جاتی ہے:

قدرِ زر زر گر شناسد قدرِ جوھر جوھری

وقت اور دولت:

وقت اور دولت میں جو فرق ہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک ہی سائز کی دو ٹنکیاں پانی سے بھری ہوئی ہوں۔ ایک ٹنکی میں ٹونٹی لگی ہو؛ آپ اسے حسب ضرورت کھول سکتے ہیں؛ اور جب چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ جب کہ دوسری ٹنکی میں ٹونٹی نہیں ہے؛ مگر اس کے پیندے میں ایک سوراخ ہے۔ آپ اس سوراخ کو بند بھی نہیں کر سکتے۔ دونوں ٹنکیاں ہمیں استعمال کے لیے دی جائیں، تو ہم غیر ارادی طور پر دوسری ٹنکی کے پانی کو پہلے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جبکہ دوسری ٹنکی کی ٹونٹی کو بند کر دیں گے۔

دولت پہلی ٹنکی کی مانند ہے، اور وقت دوسری ٹنکی کی مانند۔ جس انداز سے دوسری ٹنکی سے پانی بہہ رہا ہے؛ اور اسے روکنا (فرض کیا وسائل موجود نہیں ہیں) ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اس طرح یہ وقت بھی ہر لمحہ گزر رہا ہے، ہماری پچھلی سانس اور جو یہ سانس جو ہم لے رہے ہیں، اس دوران بھی جو کچھ وقت گزر چکا ہے۔ موت کے مسافر کے لیے ضروری ہے کہ

اپنی دوسری ٹنکی کو بہتر طور پر استعمال کرلیں کہ اس کی مقدار مقرر ہے؛ اس میں جتنا پانی (زندگی) ہے، وہ آپ جدید ٹیکنالوجی سے بھی نہیں دیکھ سکتے، اور اس ٹنکی کو کھولنا بھی ممکن نہیں ہے۔ مگر اس کا پانی مسلسل گر رہا ہے۔ اس پانی کو بہتر طور پر استعمال کرنے کے لیے اپنے ذہن پر زور دینا ہوگا۔ نئے نئے تجربات کرنے کے بجائے پچھلے تجربات کے نتائج اور بزرگوں کی نصیحتوں پر عمل کرنا ہوگا۔

آپ ایک کشتی کے سوار ہیں جو مسلسل حرکت کرتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ رہی ہے، اور اب کنارے کے قریب تر ہے۔ خواہ آپ اس سے آگاہ ہوں یا غافل۔ یہ کشتی زندگی کی ہے جو کہ مسلسل حیات رواں کے بحر طلاطم خیز سے ٹکراتے ہوئے آخرت کے ساحل کی جانب بڑھ رہی ہے۔ جنت کی وادی میں اترنے سے پہلے ساحل کے قریب جہنم کا ایک خطرناک بھنور ہے، جس سے بچنے کے لیے سامان کرنا ہے، اور میسر وقت کا ایک ایک لمحہ اس تیاری کے لیے غنیمت ہے، کیا ہے کوئی عاقل جو پوری طرح تیاری کرلے؟

وقت کی چند اہم خصوصیات

وقت کی قیمت اور دیگر امور کے بیان سے پہلے یہ بہت مناسب ہوگا کہ وقت کی خصوصیات بیان کردی جائیں۔ کیونکہ جب کسی چیز کی خاصیت کا علم ہوتا ہے، تو اس سے فائدہ حاصل کرنے میں رغبت بڑھتی ہے، اور دل میں زیادہ تڑپ اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہی طریق کار فطری طور پر طبع بشری سے میلان رکھتا ہے۔ ہر ایک چیز کی طرح وقت کی بھی کچھ خصوصیات ہیں۔ جن کی روشنی میں ہمیں اس کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کرنا ہوگا، ہمارا وقت کے ساتھ معاملہ جتنا بہتر ہوگا اتنا ہی بہتر نتیجہ بھی حاصل ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿٤٠﴾﴾

(النجم: ۳۹۔۴۰)

"اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ محنت کرتا ہے، اور یہ کہ وہ اپنی

محنت کو عنقریب دیکھ لے گا۔"

۱...... تیز رفتاری:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وقت انتہائی قریب ہوجائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ ويكثر الهرج وهو القتل القتل......)) [1]

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ علم کو قبض نہ کرلیا جائے؛ اور کثرت سے زلزلے آئیں۔ اور زمانہ آپس میں قریب ہوجائے؛ اور فتنے ظاہر ہوجائیں؛ اور ہرج زیادہ ہوجائے: اس سے مراد قتل ہے قتل......"

اس حدیث میں مذکور "زمانہ آپس میں قریب ہوجائے گا" سے کئی ایک باتیں مراد ہوسکتی ہیں: یہ کہ وقت سے برکت ختم ہوجائے گی۔ اور یہ کہ وقت اس تیز رفتاری سے گزرے گا کہ صبح اور شام ہونے کا پتہ ہی نہ چلے گا۔

کسی دیہاتی عورت نے پہلے دن روزہ رکھا، اور شام کو افطار سے پہلے اپنی پڑوسن کو آواز دے کر کہنے لگی: "مُک گئے روزے سہاگنے، رہ گئے نوتے بیہ۔"

"اے سہاگن روزے ختم ہوگئے صرف انتیس دن باقی رہ گئے ہیں۔"

کہنے والی کے کلام میں بڑی سادگی ہے، مگر اپنے معنی کے اندر بڑی ظرافت رکھتی ہے۔ کہ وقت کا یہ حال ہے کہ آیا ہے اور گزرا ہی چاہتا ہے، اور ماہ اور سال یوں گزرتے ہیں جیسے پل جھپکنے میں۔ وقت خواہ خوشی کا ہو یا غم کا، اچھے حالات ہوں یا برے، مگر اس کی رفتار وہی

[1] صحیح البخاری؛ کتاب العلم؛ باب: کیف یقبض العلم؛ حدیث: ۱۰۰۔ والبخاری ۱۳۴۶۔ و صحیح مسلم؛ کتاب العلم؛ باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان؛ حدیث: ۴۹۳۴.

ہے۔ یہ آندھی کی طرح تیز، بادل جیسا سریع الحرکت، اور برق آسمانی کی طرح بغیر کسی چیز کا لحاظ کیے کٹنے والا ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ خوشی کے دن جلدی گزرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، اور پریشانی کے لیل ونہار اس قدر لمبے ہو جاتے ہیں کہ انسان ایک بوجھ سا محسوس کرنے لگتا ہے۔

مناسب ہوگا کہ یہاں پر آئن سٹائن کا نظریہ اور وقت کے متعلق (مغربی ممالک کی تحقیق کا خلاصہ) جو عوام میں مشہور ہے بیان کر دیا جائے۔ وہ کہتا ہے:

"وقت اضافت اور نسبت کے ساتھ ساتھ یہ بھی رشتے داروں کی طرح ہے۔ جس طرح عزیز اور رشتے دار اچھے وقت کے ساتھی ہوتے ہیں، اور برے وقتوں میں پوچھتے تک نہیں، اسی طرح وقت کا بھی خاصہ یہی ہے کہ اچھے دن پر لگا کر اڑ جاتے ہیں، اور برا وقت ہمیشہ کے لیے آپ کے دل ودماغ سے چپک کر رہ جاتا ہے۔"

وقت کی رفتار اس بنیاد پر کم وبیش ہوتی ہے کہ کسی چیز کا کسی دوسری چیز سے باہمی تعلق کیا ہے؟ جیسے جیسے یہ تعلق قربت یا دوری کے حصار میں جاتا ہے، وقت اتنی تیزی یا سست روی سے گزرنے لگتا ہے۔ وقت کے حوالے سے ایک مبصر نے اوپیرا شو کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: "دو گھنٹوں کے بعد جب میں نے گھڑی دیکھی تو پتہ چلا کہ سترہ منٹ گزر چکے ہیں۔"

اضافتِ وقت کے اس نظریہ کی بنیاد پر یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ چلتی ہوئی گھڑی بند گھڑی سے زیادہ سست رفتار ہوتی ہے۔ آئن سٹائن نے اسے انبساطِ وقت کا نام دیا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ وقت اپنی اضافت کی وجہ سے کم ہوتا اور بڑھتا ہے۔ اگرچہ آئن سٹائن کو اس نظریہ کا موجد یا بانی کہا جاتا ہے، تاہم یہ بات کہنا سرے سے درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نظریہ آئن سٹائن سے قبل مسلم علماء اور عرب مشاہیر کے ہاں بھی مسلمہ تھا کہ یہ سب اس انسان کا شعور و وجدان ہے جو ان حالات سے گزر رہا ہے، اور اس کے متعلق اپنے اندر حاصل ہونے والا عکس بیان کر رہا ہے؛ حقیقت میں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ شاعر کہتا ہے:

مَرَّتِ السِّنِيْنُ بِالْوِصَالِ وَبِالْهَنَاءِ
فَكَأَنَّهَا مِنْ قُصْرِهَا أَيَّامُ
ثُمَّ أَنْثَنَتْ أَيَّامُ هِجْرٍ بَعْدَهَا
فَكَأَنَّهَا مِنْ طُوْلِهَا أَعْوَامُ
ثُمَّ انْقَضَتْ تِلْكَ السُّنُوْنُ وَأَهْلُهَا
فَكَأَنَّهَا وَكَأَنَّهُمْ أَحْلَامُ

"کئی سال وصال اور خوشی کے گزر گئے، مگر وہ اپنی تنگی کی وجہ سے دنوں کی طرح مختصر تھے۔ پھر اس کے بعد جدائیوں کے دن آئے۔ یہ دن طویل ہونے کی وجہ سے گویا کہ کئی سال تھے۔ پھر یہ سال اور زمانے والے گزر گئے، گویا کہ یہ مدت اور یہ لوگ سب خواب ہی تھے۔"

اُردو کا شاعر اس کو یوں رنگ دیتا ہے:

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے
دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

ایک اور شاعر کہتا ہے:

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت میں اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

عربی شاعر کہتا ہے:

وَمِنْ عَجَبِ الْأَيَّامِ أَنَّكَ قَاعِدٌ
عَلَى أَرْضِ الدُّنْيَا وَأَنْتَ تَسِيْرُ
فَسَيْرُكَ يَا هٰذَا كَسَيْرِ سَفِيْنَةٍ
بِقَوْمٍ قُعُوْدٍ وَالْقُلُوْبُ تَطِيْرُ

"دنوں کا معاملہ بڑا عجیب ہے، باوجود اس کے کہ آپ زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں

مگر پھر بھی چل رہے ہیں۔ اور آپ کی یہ حرکت اس کشتی کی حرکت کی طرح ہے جس میں لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، مگر دل فضاؤں میں پرواز کر رہے ہوتے ہیں۔''

انسان جب روزِ قیامت اللہ ﷻ کے سامنے کھڑا ہوگا، وہ اپنے اعمال میں کمی اور اس دن کی شدت کی وجہ سے دنیا کی زندگی کو چند لمحات شمار کرے گا، اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝﴾

(النازعات: ٤٦)

''وہ جس دن اسے دیکھ لیں گے ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ دنیا میں دن کا اول حصہ یا آخری حصہ ہی رہے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ﴾ (یونس: ٤٥)

''اور ان کو جس دن اللہ اپنے حضور میں جمع کرے گا، (تو ان کو ایسے محسوس ہوگا) گویا کہ وہ (دنیا میں) سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کو ٹھہرے ہوں۔''

۲......تنگیٔ داماں:

کوئی انسان خواہ کتنا بھی کیوں نہ جی لے، یہ وقت پھر بھی اس کے لیے بہت کم ہے۔ اور خاص کر جب کہ اس امت کی عمریں ہی اتنی مختصر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى السَّبْعِيْنَ ، وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ)) [1]

''میری امت کی عمریں ساٹھ سال سے ستر سال کے درمیان ہیں، بہت کم لوگ

[1] ترمذی، باب: ماجاء في فناء أعمار هذه الأمة مابين الستين إلى السبعين، ح: ٢٣٣١۔ ابن ماجة باب الأمل و الأجل، برقم ٤٢٣٦۔ صححه الباني۔

اس سے تجاوز کریں گے۔''

اس اتنی سی کم عمر میں اتنی بڑی منزل پانی ہے اور منزل ہے: دنیا اور آخرت میں اللہ کی رضامندی اور اس کی جنت۔ کیا یہ منزل ایسے غفلت میں مل جائے گی؟

منزل ہے ابھی دور تیز چلو دوستو
پھر کیا کریں گے جو راہ میں رات ہوجائے گی

نوح علیہ السلام کا قصہ:......اس امت سے قبل معاملہ اتنی کم عمری کا نہ تھا۔ بلکہ کوئی قوم اتنا عرصہ زندہ رہتی کہ اس کے بنائے ہوئے پختہ مکان تباہ ہوجاتے، مگر وہ لوگ زندہ رہتے، اور اس عمر کو پھر بھی کم سمجھتے تھے۔ آخر کار انہوں نے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنانا شروع کیے جو کہ زیادہ پائیدار تھے۔ مدائن صالح ان ہی لوگوں کی یادگار ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لمبی عمروں سے نوازا تھا۔ ایسے ہی ایک قصہ سب سے طویل عمر پانے والے نبی نوح علیہ السلام کے متعلق ہے۔ کہتے ہیں: ''ہزار برس زندہ رہنے کے بعد ان کے پاس ملک الموت آئے، اور روح قبض کرنے سے پہلے پوچھا: دنیا کو کیسا پایا؟ نوح علیہ السلام نے کہا: دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے دو دروازے ہیں، ایک دروازے سے داخل ہوا، اور دوسرے سے نکل گیا۔'' [1]

بقول شاعر:

شبِ وصال بہت کم ہے، آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری عمریں کم ہونے کے باوجود اعمال کے لیے اپنے دامن کو بالکل سکیڑے ہوئے ہیں؛ لیکن ہم اس سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے ایک قصہ سمجھ کر ہی پڑھ سن کر گزار دیتے ہیں، کبھی اس پر دردِ دل سے توجہ نہیں دیتے۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝﴾ (النجم ٥٩۔٦١)

[1] الوقت في حياة المسلم للقرضاوی۔ ص ١١۔

"کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو، ہنستے ہو اور روتے نہیں، اور تم اس سے بالکل ہی غافل ہو۔"

بس یہی انجام کار حیات فانی کا ہے، اسے کبھی بھی دوام اور بقا حاصل نہیں ہے:

لرزتا ہے مرا دل زحمت مہر درخشاں پر
میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر

بقول نواب صفدر علی خان صفدر:

گلزارِ جہاں کا تماشا دیکھوں
اشکِ شبنم کہ گل کو ہنستا دیکھوں
مثلِ گل رعنا ہیں نظر میں شب و روز
دو روز کی ہے بہار کیا کیا دیکھوں

۴......گیا زمانہ ہاتھ نہ آئے:

وقت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ گزر جاتا ہے؛ تو کبھی واپس نہیں آتا، اور نہ اس کا متبادل تلاش کرنا ممکن ہے۔ پس ہر گزرنے والا دن، گھنٹہ، اور لمحہ کسی بھی طرح یہ دنیا کی کسی طاقت سے ممکن نہیں ہے کہ اسے واپس لایا جائے۔ اور نہ اس کا بدل و عوض کوئی اور کام ہوسکتا ہے۔ اس لیے دیکھتے ہیں کہ شاعر اور ادیب لوگ جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچتے ہیں تو وہ اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ اے کاش جوانی کے دن دوبارہ مل جائیں۔ شاعر کہتا ہے:

لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا
فَأُخْبِرُهُ بِمَا فَعَلَ الْمَشِیْبُ

"کاش! کسی ایک دن جوانی واپس آتی، میں اسے بتاتا کہ بڑھاپے نے کیا سلوک کیا ہے۔"

اکبر الٰہ آبادی نے اسی حقیقت کو بہت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

بہارِ عمر جب آخر ہوئی واپس نہیں جاتی
درخت اچھے کہ پھلتے ہیں نئے سرے سے جواں ہوکر
ضعیفی زور پر آئی، ہوئے بے دست و پا اکبر
کیا بچوں سے بدتر ہم کو پیری نے جواں ہوکر

آپ کا دن صرف آج کا ہے، جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اب ماضی کے واقعات کو یاد کرکے ان پر آنسو بہانا حماقت اور جنون کی علامت ہے اور موجودہ زندگی کے لمحات کو تلخ بنانا ہے۔ اہل عقل کے ہاں ماضی کی فائل بند کردی جاتی ہے، اسے بیان نہیں کیا جاتا۔ اسے بالکل ہی زنجیروں میں جکڑ کر طاقِ نسیان کے کسی اندھیر خانے میں رکھ دینا چاہیے، جہاں سے نہ یہ باہر آنے کی جرأت کرسکے، اور نہ اس پر حاضر اور مستقبل کی کوئی کرن پڑے۔ ماضی کے قصے یاد کرنا، اور بند فائلیں پڑھنا وقت کا ضیاع اور نقصان ہے: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾

"وہ ایک زمانہ تھا جو گزر گیا! آٹے کو پیسنا حماقت ہے، اور مردوں کی قبریں اکھیڑنا ذلالت اور رسوائی ہے۔ ماضی کے قصے اگر یاد کیے جائیں تو درس وعبرت کے لیے؛ نہ کہ پدرم سلطان بود کی خاطر اور نہ ہی فقط اشکِ ندامت بہانے کے لیے۔ کیونکہ جو وقت گزر گیا ہے، وہ ہرگز لوٹنے والا نہیں، اور جو گزر گیا سو گزر گیا! اس پر آنسو بہانا بیکار ہے؛ بقول شاعر:

دنیا ہم نے سرائے فانی دیکھی
ہر چیز ہم نے یہاں آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

کسی بزرگ کا کہنا ہے:

"وقت کی قدر کرو، اس لیے کہ گزرا ہوا وقت لحد میں پڑے ہوئے ایک مردے

کی طرح ہے جسے رونے دھونے سے کبھی بھی زندہ نہیں کیا جا سکتا۔"

آپ کا دن بس آج کا ہے، گیا دن آنے والا نہیں اور جس دن میں آپ پہنچ نہیں سکے اس تک کام میں تاخیر کرنا کوتاہ اندیشیہ۔ آج کے دن کا کچھ حصہ اگر گناہ میں گزر گیا ہے تو اس پر آج ہی توبہ واستغفار کریں۔ اور جن نعمتوں سے آج کے دن استفادہ کیا ہے، گھر بار کی نعمت، خوشی وسرور، رزق وصحت، بیوی اور بچے، صحت وعافیت، ان پر شکریہ آج ہی ادا کریں، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۴۴)

"جو کچھ میں نے آپ کو دیا ہے، اسے لیجیے اور شکر گزار لوگوں میں سے ہو جایئے۔"

مستقبل کو بھول جائیں، جو آنے والا ہے وہ ہو کر رہے گا، اللہ فرماتے ہیں:

﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ (النحل: ۱)

"اللہ کا حکم آیا ہی چاہتا ہے، سو اس میں جلدی نہ کرو۔"

واقعہ رونما ہونے سے قبل اس کی طرف نہ دوڑ پڑو۔ پھل پکنے سے قبل توڑ لیا جائے تو نہ اس کی خوشبو ہوتی ہے اور نہ ہی ذائقہ۔ آج کا دن صحت وعافیت اور تونگری میں گزر رہا ہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرو، آج کے دن یہ نعمتیں بخشنے والا رب کل بھی ان کے دینے پر قادر ہے۔ بس ان کو اپنے عمل سے بڑھائیں۔ اور یہ شکر سے ہی ممکن ہے؛ فرمایا:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

(ابراهيم: ۷)

"اگر تم میری شکر گزاری کرو گے، میں تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر میری نعمتوں کا انکار کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔"

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"جس انسان نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھر میں امن سے ہو، اور اس

کے جسم میں عافیت ہو، اور اس کے پاس اس دن کے لیے غذا ہو، گویا کہ اس کے لیے تمام دنیا کی نعمتوں کو سمیٹ دیا گیا ہو۔"❶

۴...... قیمتی سرمایہ:

انسان کی ملکیت میں سب سے قیمتی اور نفیس ترین چیز وقت ہے۔ اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا احساس اس بات سے ممکن ہے کہ ہر عمل کے کرنے کے لیے وقت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حقیقت میں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اشخاص اور جماعتوں کا سرمایہ وقت ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اے ابن آدم! تو ایام کا مجموعہ ہی تو ہے، جب ایک دن گزرتا ہے، تیرا کچھ حصہ ختم ہو جاتا ہے۔)

انسان پر ایسا دور ضرور آئے گا جب اسے وقت کی قدر اور اعمال کی قیمت کا احساس ہوگا۔ اس کو اللہ جل جلالہ نے قرآن میں دو مقامات پر ذکر کیا ہے؛ مگر اس وقت کا یہ احساس اور شعور، اور اس عظیم تر نقصان پر نادم ہونا انسان کو کچھ فائدہ نہ دے گا، اور نہ کسی چیز کا ازالہ ممکن ہوگا۔ بقول شاعر:

ریاض عالم ہستی پہ اعتبار نہ کر کہ
مستعار ہے یہ دور گل، رہے نہ رہے

پہلا مقام: ...... ملک الموت حاضر ہونے کا وقت ہے، جب انسان اس دنیا سے کٹ کر آخرت کی دہلیز پر پہنچ جائے، اس وقت تمنا کرے گا، اے کاش! اسے تھوڑی سی مہلت مزید مل جاتی، تاکہ وہ عمر گذشتہ کی کوتاہیوں کا ازالہ کر سکتا۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

(المنافقون: ۱۰)

❶ ترمذی نے اسے حدیث نمبر ۲۳۴۶ کے تحت روایت کیا اور اسے غریب کہا: البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

”اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے، اس میں سے خرچ بھی کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہے: میرے رب: مجھے کچھ دیر کے لیے مہلت کیوں نہیں دی، کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔“

اللہ ﷻ نے اس کی اس خواہش کو رد کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱﴾

(المنافقون: ۱۱)

”اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے، پھر اسے اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتے ہیں۔“

دوسرا مقام :..... آخرت میں جب ہر نفس کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، جنتی جنت میں، اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔ اس وقت جہنمی تمنا کرے گا اے کاش! اسے دوبارہ دنیا کی زندگی مل جائے، تاکہ وہ نئے سرے سے نیک اعمال کر سکے۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷﴾ (فاطر: ۳۷)

”اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے کہ ہمارے پروردگار! ہم کو نکال دے، ہم اچھے کام کریں گے خلاف ان کے جو ہم کیا کرتے تھے۔ (اللہ ﷻ کہے گا): کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس نے سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا تھا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا، سو مزہ چکھو، ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔“

۵..... مناسبتِ عمل :

اسلام نے اپنی بڑی اور اہم عبادات کو دن اور سال کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے؛ پانچوں نمازیں پورے دن اور رات کو شامل ہیں؛ ان کے اوقات چوبیس گھنٹے کے دورانیہ

کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ہر آنے والا دن ان عبادات کو دھرانے کا تقاضا کرتا ہے۔ نمازوں کے ابتدائی اور آخری اوقات معلوم اور طے شدہ ہیں۔ جن میں پڑھی جانے والی نمازیں ادا کہلاتی ہیں۔ اور ان اوقات کے گزر جانے کے بعد پڑھی جانے والی نمازیں قضا کہلاتی ہیں۔ اور یہ اوقات اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل امین علیہ السلام نے آکر رسول اللہ ﷺ کو سکھائے ہیں۔ رمضان کے فرض روزں اور اس کے بعد کے کچھ خاص نفل روزں کے اوقات متعین ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت معلوم ہے۔ حج کے دن طے شدہ ہیں۔ ان عبادات کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے وقت کو اس طور پر، اور اس حکمت سے تیار کیا اور ترتیب دیا ہے، جو فطرت سے مناسبت رکھتا ہے، اور اس میں انسانی مصلحتوں کے بر آنے کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝﴾ (النبا: ۹، ۱۱)

”اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا۔ اور رات کو ہم نے پردہ بنایا۔ اور دن کو ہم نے وقتِ روزگار بنایا۔“

اگر یہ مذکورہ نظام باقی نہ رہے، تو زندگی میں بہت بڑا خلل اور اضطراب واقع ہو جائے۔ اور زندگی بدنظمی کا شکار ہو جائے۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝۷۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۷۲ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۳﴾ (القصص: ۷۱، ۷۳)

”کہہ دیجیے کہ: دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ رات ہی رات قیامت تک تم پر برابر

کردے، تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس (دن کی) روشنی لائے کیا تم سنتے نہیں ہو؟ پوچھیے! کہ یہ بھی بتادو کہ اگر اللہ ﷻ تم پر قیامت تک دن ہی رکھے،تو بھی سوائے اللہ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لائے؟ جس میں تم آرام حاصل کرو۔کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو۔اسی نے تو تمہارے لیے اپنے فضل وکرم سے دن اور رات مقرر کردیے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو، اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو، یہ اس لیے تاکہ تم شکر ادا کرنے لگ جاؤ۔''

یہ ہے دن اور رات کی نعمت۔ رات آرام کے لیے مناسب اور دن کام کے لیے مناسب۔ جیسے رات کو سونے کے لیے آرام دہ ماحول کا ہونا ضروری ہے، ایسے ہی دن کو کاروبار جہاں کے لیے روشنی اور اجالے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ سب کچھ ایک مقررہ نظام کے تحت نہ ہوتا تو سارے امور میں خلل پڑتا، اور وظائف حیات درست طور پر ادا نہ ہو پاتے۔

۶......تغیر زمانہ:

ہم دیکھتے ہیں کہ دن اور رات آتے اور جاتے ہیں؛ اور یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا؛ بلکہ اس میں ہمیشہ تبدیلی واقعہ ہوتی رہتی ہے۔جہاں دن رات بدلنے کے ساتھ ساتھ موسم بدلتے ہیں؛ وہیں اس قادر مطلق کے حکم سے لوگوں کے احوال اور طبیعتیں بھی بدلتی ہیں؛ اسے گردشِ ایام کا نام بھی دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۴۰)

''ہم ان دنوں کولوگوں کے درمیان پھیر دیتے ہیں۔''

اوقات میں اس تبدیلی اور حالات کے پلٹنے کو اگرچہ گردش ایام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تا ہم عام لوگوں کی زبانی گردش ایام تنگی کے اوقات کے لیے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ پر مشرکین کا عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ (التوبہ: ۹۸)

''وہ آپ لوگوں پر بری گردش کے منتظر ہیں، ان ہی پر ہو بری گردش۔''

لیکن خوشی اور غمی کسی بھی چیز کو دوام اور بقا حاصل نہیں۔ ہر ایک چیز وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ بدل جاتی ہے؛ دوسرے الفاظ میں ان میں سے ہر شے کی ایک عمر ہے، اور اس کا وقت محدود ہے۔ اگر آج غم ہے تو کل خوشی ہوگی؛ اور اگر آج خوشی ہے تو کل تک اسے بھی زوال آسکتا ہے؛ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾

(الم نشرح ٥، ٦)

''سو بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے، اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔''

انسان جس راہ میں تکالیف برداشت کرتا ہے اسی راہ میں اسے آسانیاں بھی ملتی ہیں۔ انسان کو اس پر پریشان ہوکر اپنے عزائم سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔حالات سے عاجز آ کر اسے جدوجہد ترک نہیں کرنی چاہیے؛ کیونکہ یہی نشان منزل ہے۔سونا آگ میں جل کر کندن بنتا ہے۔ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا۔ انسان آزمائش کی چکیوں میں پس کر ہی مردِ میدان بنتا ہے۔شاعر کہتا ہے:

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنیفہ کو مکہ مکرمہ جیل عارم میں بند کردیا، انہوں نے اپنی قید پر سوز میں ڈوبے ہوئے یہ شعر کہے:

وَمَا رَوْنَقُ الدُّنْيَا بِبَاقٍ لِأَهْلِهَا
وَمَا شِدَّةُ الدُّنْيَا بِضَرْبَةِ لَازِمٍ

لِهٰـذَا وَهٰـذَا مُدَّةٌ سَوْفَ تَنْقَضِي
وَيُـصْبِـحُ مَـا لَاقَيْتَهُ حِلْمُ حَالِمِ

"اہل دنیا کے لیے یہ زیب وزینت باقی نہ رہے گی، اور نہ کسی پر ہمیشہ دنیا کی سختیاں رہیں گی۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے جو پورا ہو جائے گا، اور میرے غم بھی نیند میں مست ایک شخص کا خواب بن جائیں گے۔"

زمانہ گزر گیا، نہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ رہے نہ محمد بن حنیفہ، سب ایک خواب ہو گئے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

"موسیٰ بن نصیر نے مامون الرشید کی طرف جیل سے ایک خط لکھا: "میری زندگی سے پریشانی کا کوئی ایسا دن ختم نہیں ہو رہا جب کہ تمہاری زندگی سے خوشی اور نعمتوں کا دن بھی ختم نہیں ہو رہا ہے۔ اور ہم تمام ایک ایسے دن کی طرف جانے والے ہیں جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اور اس دن اہل باطل گھاٹے میں ہوں گے۔" [1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝﴾ (مریم: ۹۸)

"بہت ہی جماعتیں ہم ان سے پہلے ہلاک کر چکے ہیں، کیا آپ ان میں سے کسی کی آہٹ پاتے ہیں، یا کسی کی بھنک بھی سنتے ہیں۔"

۷......مقصد تخلیق انسانی:

انسان کو اس دنیا کی زندگی گزارنے کے لیے جو وقت میسر ہے، وہ بے مقصد، بے حکمت اور بلا فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ تخلیق کا اصل مقصد ہی دنیا کی اس چار روزہ زندگی سے صحیح معنوں میں استفادہ کرتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق بسر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ

[1] ایقاظ الهمم العاليه: ١٠٤.

فرماتے ہیں:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝﴾ (الذاريات: ٥٦)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔"

اور فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ﴾ (الانعام: ١٦٥)

"اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔"

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے تم اسے آباد کرتے ہو نسل در نسل، زمانہ در زمانہ، آنے والے اپنے اگلے لوگوں کے بعد۔" (ابن کثیر ۲/۳۸۴)

یعنی اس زمین پر رہنے کا مقصد اللہ کی عبادت سے اس زمین کو آباد کرنا ہے، گناہ کی زندگی زمین کی آبادکاری نہیں بلکہ فساد فی الارض ہے۔

۸......اداری نظام:

وقت اس کائنات کی تخلیق سے لے کر آج تک ایک منظم صورت میں چل رہا ہے۔ سورج اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ چاند اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہوتا ہے؛ دن اور رات اپنے اپنے وقت پر آتے اور جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے پر سبقت نہیں لے جاتا؛ بلکہ ہر ایک نظامِ الٰہی کا پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝﴾ (یس: ۳۸ تا ۴۰)

''اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چل رہا ہے یہ (کارخانہ) اس زبردست اور علم والے (خدا) کا باندھا ہوا ہے۔اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں مقرر کردیں ہیں یہاں تک کہ (اخیر منزل میں) پھر پرانی (سوکھی) ٹہنی کی طرح (باریک) رہ جاتا ہے۔نہ تو سورج سے یہ ہوسکتا ہے کہ چاند کو پکڑ پائے (دونوں ایک منزل میں آجائیں) اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے (کہ وقت پر دن نہ نکلے رات ہی رہے) اور یہ سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔''

مہینے اور سال اسی سورج اور چاند کی گردش میں تمام ہورہے ہیں۔کوئی سورج کی گردش سے اپنے ماہ و سال کے حساب سے منسلک کیے ہوئے ہے تو کوئی چاند کی حرکت سے۔مگر دن اور رات کا اس طرح ایک نظام کی پابندی کے ساتھ بدلنا اپنے اندر کئی ایک راز لیے ہوئے ہے۔اللہ تعالیٰ اس نظام کی اہمیت کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ﴾

(البقرہ: ۱۸۹)

''(اے محمد ﷺ!) لوگ تم سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی میعادیں) اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔''

امام طبری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ تمہارے لیے اور دوسروں کے لیے ان کی زندگیوں میں مقررہ اوقات ہیں۔ جس کے کم اور زیادہ ہونے کا تم دھیان رکھتے ہو۔ یہ اوقات ہیں جس میں تمہارے قرض کی مدت، کرایہ داری کی مدت، اور تمہاری عورتوں کی عدت پوری ہوتی ہے۔ یہ تمہارے روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا وقت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے مقررہ اوقات بنائے ہیں۔ اور ایسے ہی یہ حج کے لیے

وقت مقررہ ہے جس میں تم اپنے ارکان حج ادا کرتے ہو۔'' ❶

اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝﴾ (یونس: ۵)

''وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو یہ (سب کچھ) اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے، سمجھنے والوں کے لیے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔''

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں سورج اور چاند کو اپنی مخلوق کی مصلحتوں کے لیے مسخر کردیا ہے۔ اور انہیں ان کے منافع کے لیے پست کردیا ہے۔ تاکہ وہ ان دونوں کے آسمانوں میں چلنے سے سالوں کی گنتی اور حساب جان سکیں؛ اور اس سے رات اور دن میں تمیز کرسکیں۔''

اسلام میں وقت کی اہمیت

اسلامی نظام شریعت اور آداب، فرائض و واجبات میں مومن کو اللہ ﷻ نے اس کے روز مرہ کے امور میں ایک نظام کا پابند کیا ہے۔ اور ہر مرحلہء حیات اور اس کے ہر ایک جز سے فائدہ حاصل کرنے کے اہتمام کا شعور اس کے اندر بیدار کیا گیا ہے۔ یہ نظام کائنات کی حرکت چاند اور ستاروں کی گردش، دن اور رات کے اختلافات؛ جب رات پلٹتی ہے اور صبح کا اجالا پھیلنے لگتا ہے؛ اللہ کی طرف دعوت دینے والا کھڑا ہوتا ہے؛ اور آفاق میں چہار سو اہل غفلت اور خوابیدہ انسانوں کو بیدار کرتے ہوئے اپنے نغمہ خوش گلو کا رس گھول دیتا ہے: ''حَيَّ عَلَى

❶ الطبری ۳/ ۵۵۵

الصلاۃ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" جس کے جواب میں ایک مومن اور شاکر انسان انتہائی متواضع حالت میں رب کو یاد کرتے ہوئے اٹھتا اور اس کی عبادت بجالاتا ہے:

اک ولولۂ شوق ہے ، ایک نغمۂ ناہید
یہ کون میرے کان میں رس گھول رہا ہے

ایسے ہی جب دوپہر کو سورج ڈھل جاتا ہے، اور لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، اور عصر کے وقت جب سورج چھپنے لگتا ہے، اور کاروبار اپنے عروج پر ہوتا ہے، اور سر شام جب سورج غائب ہوجائے، اور اس کے بعد جب شفق کی سرخی کے ساتھ ساتھ آج کا دن ختم ہوجائے۔ یہی مبارک اذان ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہے، نفوس قدسیہ رواں دواں اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتے ہیں؛ اس طرح مومن کا دن جو اللہ کی بندگی سے شروع ہوا تھا، اللہ کی بندگی پر ختم ہوگیا۔

مومن کا موقف

جو مومن وقت کی قیمت جانتا ہے وہ یہ بات بھی جانتا ہے کہ انسان کو اللہ ﷻ نے اس دنیا میں ایک مقصد کے لیے بھیجا ہے: زندگی اور موت کو پیدا کرنا، اور اس کا درمیانی عرصہ اس دنیا میں بھیجنا، یہ سراسر حکمت ہی حکمت ہے۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ ﴾ (الملک: ۲)

"وہ اللہ جس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے، اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔"

فراغت اللہ کی ایک نعمت ہے جسے اس کی رضامندی کے امور میں صرف کرنا چاہیے؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ ﴾ (الانشراح: ۸،۷)

"سو جب آپ فارغ ہوں تو اپنے پروردگار کی عبادت میں محنت کیجیے، اور اپنے رب کی طرف ہی دل لگائیے۔"

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی: جب امور دنیا سے فارغ ہوں تو نماز کے لیے کھڑے ہوجائیے۔"

اور عمر دراز کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ: جب آپ دنیا کے کاموں سے فارغ ہوں تو دین کے کاموں میں مشغول ہوجائیں، اور جب دین کے کاموں سے فارغ ہوں تو دنیا کے کاموں میں مشغول ہوجائیں۔"

اللہ کریم نے زبانی ، بدنی ، اور قلبی اعمال میں سے بعض اعمال کے لیے کا اوقات مقرر کیے ہیں، مومن کو علم ہونا چاہیے کہ کون سا وقت کس کام کا ہے؟ تاکہ وہ مقررہ وقت پر مطلوب عمل کو منشا و مقصود الٰہی کے مطابق ادا کر سکے۔ اور اسے اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل ہو

اللہ ﷻ نے بہت سی عبادات اور فرائض کے اوقات قرآن میں بیان کیے ہیں جن کو اپنے وقت سے آگے پیچھے کرنا جائز نہیں۔ یہ ہمیں اس بات کی تعلیم ہے کہ کوئی عمل اپنے وقت سے قبل بعد میں قبول نہ ہوگا۔ چنانچہ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ ﴾ (النساء: ۱۰۳)

"اور نماز قائم کرو، بے شک نماز مومنین پر مقررہ وقت پر فرض ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ ﴾

(البقرۃ: ۱۸۵)

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کو ہدایت دینے والا ہے،"

اس میں حق وباطل میں تمیز اور ہدایت کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو بھی اس مہینے کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ﴾ (البقرہ: ۱۹۷)

"حج کے مہینے مقرر ہیں۔"

پھر فرمایا:

﴿فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ: ۱۹۸)

"جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو۔"

ان تمام عبادات کو مختلف اوقات کے ساتھ خاص کرنا اپنے اندر بہت وسیع معنی رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ صبح وشام کے اذکار، سونے اور جاگنے کی دعائیں، کھانے پینے، اور دیگر اہم اوقات کی دعائیں مومن کے لیے وقت کے استعمال کا ایک بہترین درس ہیں، صرف سمجھنے کی ضرورت ہے۔

فراغت کی نعمت

اللہ ﷻ کی ان گنت اور لامحدود نعمتوں میں سے سب سے پہلی اور بڑی نعمت اللہ ﷻ اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب پر ایمان اور اس کے موجبات کے مطابق عمل کی توفیق ہے۔ اور ان ہی نعمتوں میں سے ایک نعمت صحت اور عافیت کی ہے۔ جس میں جسم وجان کی سلامتی، آنکھ، کان، ناک اور دل کی سلامتی ہے۔ کیونکہ یہی انسانی حرکات وسکنات کے محور اور اس کے وجود سے استفادہ کے لیے آلات ہیں۔

ان ہی اعلیٰ اور بنیادی نعمتوں میں سے شب وروز اور ماہ وسال کے طویل اوقات میں ملنے والی فراغت اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہے، مگر ہم اس کے قدر دان نہیں۔ وقت انسانی

زندگی کا ایک حصہ اور صفحۂ ہستی پر اس کے وجود، بقا، استفادہ اور انتفاع کے لیے میدانِ عمل ہے۔ اللہ ﷻ نے اپنے بندوں پر اس بات کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۚ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾﴾

(ابراھیم: ۳۲۔۳۴)

"اور اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا، اور آسمانوں سے پانی اتارا، اور اس سے پھل اگائے جو تمہارے لیے رزق ہیں، اور اس نے تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے، اور تمہارے لیے نہروں کو مسخر کردیا۔ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کردیا جو مسلسل (سفر میں) چل رہے ہیں، اور دن اور رات کو تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے۔ اور تمہیں ہر وہ چیز عطا کی جس کا تم نے اس سے سوال کیا تھا، اور اگر تم اللہ ﷻ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں گن نہیں پاؤ گے، بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور انتہائی ناشکرا ہے۔"

ان آیات میں اس بات پر اللہ ﷻ کی مدح خوانی کی گئی ہے کہ وہی زمان ومکان اور جو کچھ ان میں واقع ہے، سب کا خالق ہے۔ یہ سب اسی کی طرف سے اور اسی کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾﴾

(الأنعام: ۱۳)

"رات کے اندھیرے اور دن کے اُجالے میں جو کچھ ٹھہرا ہوا ہے، سب اللہ کا

ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ان ہی نعمتوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ)) [1]

"دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی بابت بہت سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں، صحت اور فراغت۔"

اس حدیث شریف میں ہمارے لیے تین باتیں انتہائی سبق آموز ہیں:

۱. **صحت**: ......اللہ کی بہت بڑی نعمت وعطا اور انسانی طاقت وتوانائی کا سرچشمہ ہے۔ جو کام تندرست آدمی کرسکتا ہے، مریض سے ان کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ خواہ یہ کام دنیاوی ہوں، یا دینی۔ صحت وقوت کو کمال جوانی کے دنوں میں حاصل ہوتا ہے۔ بدن میں صحت وعافیت ہو تو وطن میں آزادی وراحت، غذا ولباس، پانی اور ہوا، دنیا کی ہر نعمت: جو بھی انسان کے پاس موجود ہے، اس سے استفادہ کرسکتا ہے؛ اور اگر صحت وعافیت نہیں تو تخت پر بیٹھا ہوا بادشاہ جسم کے اس قید خانے سے پناہ مانگتا ہے، اور روح کو آزادی ملنے کی دعائیں کرتا ہے، مگر عافیت وسلامتی کی اس نعمت کا شعور اور احساس بہت کم لوگوں کو ہے:

﴿وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ (لقمان: ۲۰)

"اس نے تم کو اپنی ظاہری اور پوشیدہ نعمتیں پوری دے رکھی ہیں۔"

لب ولسان، شعور وجدان؛ سوچ وفکر، قلب ونظر؛ روح وروحانیت، انس وانسانیت؛ دوست ویار، مونس وغم خوار؛ اور کتنی ہی نعمتیں ہیں؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٣﴾﴾ (الرحمن: ۱۳)

"سو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

---

[1] صحيح البخاري؛ كتاب الرقاق؛ باب: لا عيش إلا عيش الآخرة؛ حديث: ۶۰۵۷۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم؛ كتاب الرقاق؛ حديث: ۷۹۱۶۔ سنن ابن ماجه؛ كتاب الزهد؛ باب الحكمة؛ حديث: ۴۱۶۷۔

ایک صاحب بصیرت کے لیے کتنی عام سی بات ہے کہ وہ سوچے! میں اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہوں اور دوسرے آدمی کی ٹانگیں ہی کٹ چکی ہیں۔ میں اپنے پاؤں پر چل رہا ہوں، اور دوسرا آدمی پاؤں سے محروم ہے؛ ایک اپنے ہاتھ سے لین دین کررہا ہے، اور دوسرے کے ہاتھ ہی نہیں۔ ایک انسان کے قلب ونظر درست ہیں، وہ اپنی مرضی سے دیکھ اور سوچ سکتا ہے: جب کہ کوئی دوسرا نابینا اور دل کا مریض ہے، سوچ وفکر کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کوئی ایک خوب لمبی تان کر آرام سے سوتا ہے، کوئی دوسرا نیند کی گولیاں کھا کر بھی اس نعمت سے محروم ہے: اور خودکشی کررہا ہے۔ ایک اپنی مرضی سے دنیا کی ہر نعمت کھا پی سکتا ہے، جب کہ کوئی دوسرا کروڑوں کا مالک ہے، مگر چند لقمے ابلی ہوئی دال کے ہی کھا سکتا ہے، اس کے علاوہ باقی دنیا کی ہر چیز کا اسے پرہیز ہے۔

ہاتھ والے کو اگر یاقوت جڑے ہوئے سونے کے کنگن دے دیے جائیں، وہ ان کے بدلہ میں اپنے ہاتھ کاٹ کر کبھی بھی نہیں دے سکتا۔ پاؤں والے کو کتنی ہی عمدہ گاڑی پجارو اور لینڈ کروزر کیا جہاز بھی خرید کر دے دیا جائے، وہ ان کے بدلے میں اپنے پاؤں کاٹ کر کبھی نہیں دے گا۔ دل والا اپنا دل ساری دنیا کے بدلے کبھی فروخت نہیں کرے گا؛ آنکھ والے کو اپنی آنکھ کی قیمت کل کائنات میں نظر نہیں آتی۔ ہیرے اور زمرد کی بالیوں کے بدلے میں کوئی بھی اپنے کان ہرگز نہیں کٹوائے گا۔ آخر یہ نعمتیں کس کی عنایت کردہ ہیں؟

﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾﴾

(الذاریات: ۲۰-۲۱)

"اور زمین میں اس کی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے، اور تمہارے نفسوں میں بھی، کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟"

اپنے نفس اور اہل خانہ، گھر بار، وطن ودیار، اہل وعیال، اعمال واموال کو آخر کس نے خیر وعافیت سے بھر دیا؟ باقی معاشرہ، ملک، اور علاقہ کو امن وامان سے نوازنے والا کون ہے؟ رنگ برنگ صبح وشام کی نعمتیں کس کی عنایت ہیں؟ فرمایا:

﴿ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ﴾ (النحل : ۸۳)

"وہ اللہ کی نعمتوں کو جانتے ہیں، اور پھر ان کا انکار کرتے ہیں، ان میں سے اکثر ناشکری کرنے والے ہیں۔"

ان نعمتوں پر غور کرو، آخر یہ کس کی عنایت اور آپ کے پاس کس کی امانت ہیں اور ان کا استعمال کس طرح ہو رہا ہے؟ کیا اس امانت میں خیانت تو نہیں ہو رہی؟ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ ﴾ (الاسراء : ۳۶)

"اور اس بات کے قریب بھی مت جائیں جس کا آپ کو علم نہ ہو، بے شک کان، آنکھیں، اور دل ہر ایک اس کے بارے میں جوابدہ ہے۔"

۲. فراغت وقت :...... اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ اس سے مراد وقت کا وہ حصہ ہے جس کا انسان اپنی مرضی کے مطابق تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ اور وہ اس بات پر قادر ہوتا ہے کہ وہ یہ وقت کہیں بھی لگا دے۔ اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ انسانوں کے اس فراغتِ وقت سے فوائد حاصل کرنے کے لیے ان کے فقر، تونگری، علم اور مرتبہ کے لحاظ سے مختلف درجات ہیں۔ اور ہر کوئی اس خیر سے حسب استطاعت فائدہ اٹھاتا ہے۔

اس فراغت سے مقصود ان دنیاوی پریشانیوں اور غیر ضروری مصروفیات سے نجات ہے۔ جن کی وجہ سے انسان آخرت کی یا کسی اہم بڑے کام کی تیاری نہیں کر سکتا۔ اسی لیے بعض صالحین کہتے ہیں: " مشغولیت سے قبل فراغت ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جب انسان اس نعمت کی ناشکری کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کیلئے شہوات کے دروازے کھول دیتا ہے، اور خواہشات کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اللہ ﷻ اس نعمت کو اس کے دل میں پریشانی کا سبب بنا دیتے ہیں، اور دل کا نور اور طہارت سلب کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے یہی نعمت عذاب

بن جاتی ہے۔"

رب رحمٰن سے دل کا نور بھی مانگ
اس لیے کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

۳. نا قدری :...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ ﴾ (البقرہ : ۲۴۳)

"کچھ شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔"

بہت سارے لوگ اس صحت وفراغتِ وقت اور اللہ تعالیٰ کی دیگر نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو صحیح معنوں میں ان سے مستفید ہوتے ہیں؛ ان نعمتوں کی قدر کرتے اور اس ان پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اکثر لوگ یہ اوقات بیہودہ لا یعنی اور فضول کاموں میں گنوا دیتے ہیں۔ روز مرہ کی تین غلطیاں جو کہ ہمارا معمول بن گئی ہیں، ان میں سے ایک وقت کا ضیاع ہے، اس کی ہمیں قدر نہیں۔ دوسری غلطی بے فائدہ بات ہے، جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ)) ۔ [1]

"کسی انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی نشانی لایعنی (بے فائدہ) کاموں کا ترک کر دینا ہے۔"

اور تیسری غلطی فضول کام کرنا ہے؛ جن کا نہ دُنیا میں کوئی فائدہ ہو، اور نہ آخرت میں۔ اور ہمارے دل سے کسی بھی وقت حالات کو بدلنے کا احساس تک ختم ہو چکا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

[1] صحیح ابن حبان؛ کتاب الإیمان؛ باب ما جاء فی صفات المؤمنین : حدیث : ۲۲۹۔ موطأ مالك؛ کتاب حسن الخلق ؛ باب ما جاء فی حسن الخلق؛ حدیث : ۱۶۱۸۔ سنن ابن ماجه؛ کتاب الفتن؛ باب کف اللسان فی الفتن؛ حدیث : ۳۹۷۳۔
سنن الترمذی الجامع الصحیح ؛ الذبائح؛ أبواب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ؛ حدیث : ۲۲۹۵۔ مسند احمد /حسن: ۱۷۳۷)

وَاللّٰهُ قَدْ جَعَلَ الْأَيَّامَ دَائِرَةً
فَلَا تَرَى رَاحَةً تَبْقَى وَلَا تَعَبًا

"اللہ ﷻ نے زمانہ کو سدا گردش میں رکھا ہے، لہٰذا یہاں نہ آرام مستقل رہے گا اور نہ مشقت۔"

ایک تلخ تاریخی حقیقت ہے کہ وہ بلاد وممالک، وہ عزت وشرف ومنزلت جو ہمارے آباء نے بڑی مشقت سے حاصل کیے تھے، ان کے بعد نالائق جانشینوں کی راحت پسندی کی وجہ سے وہ عزت وشرف اور وہ منزلت اور جگہ وہ ملک اور شہر ہمارے ہاتھوں میں نہ رہے، جن کے لیے ان کی جانیں کام آئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، جب آنکھوں کی نعمت چھن گئی تو فرمانے لگے:

إِنْ يَأْخُذِ اللّٰهُ مِنْ عَيْنَيَّ نُوْرَهُمَا
فَفِي لِسَانِي وَسَمْعِي مِنْهُمَا نُوْرُ
قَلْبِي ذَكِيٌّ، وَعَقْلِي غَيْرُ ذِي عِوَجٍ
وَفِي فَمِي صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مَأْثُوْرُ

"اگر اللہ ﷻ نے میری دونوں آنکھوں کا نور چھین لیا تو کیا ہوا، کیونکہ میری زبان اور کانوں میں ان دونوں کا نور آگیا ہے؛ میرا دل خوب ہوشیار وبیدار ہے، اور میری عقل میں کوئی خلل نہیں، اور میرے منہ میں دو دھاری تلوار جیسا ماثور ذکر ہے۔"

یہ بھی قدرِ نعمت اور اس پر شکر کا ایک انداز ہے۔

بنگاہِ خرد نگر

خلیفہ مروان بن عبد الملک رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ملاقات کے لیے دمشق بلایا۔ عروہ اپنے بیٹے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ کچھ دن مروان کے پاس رہے۔ اس

کے گھوڑوں کی بڑی شہرت تھی۔ ایک دن بیٹے کے ساتھ خلیفہ کے اصطبل میں گھوڑے دیکھ رہے تھے کہ ایک گھوڑے نے لات ماری، عروہ زخمی ہوگئے، اور بیٹا موقع ہی پر اللہ کو پیارا ہوگیا۔ کچھ دن کے بعد حکما نے مرض بڑھنے کے خدشہ کے پیش نظر ٹانگ کاٹنا تجویز کیا۔ جب گرم تیل لایا گیا تو عروہ فرمانے لگے: تیل کی ضرورت نہیں، میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں، تم ٹانگ کاٹ لینا۔ ایسا ہی ہوا، وہ قرآن پڑھتے رہے، اور ڈاکٹروں نے ٹانگ کاٹ دی۔ خلیفہ اپنی جگہ بڑا شرمندہ اور پریشان تھا کہ میں نے ان کو مہمان بلایا اور ان پر ناگہانی آفات آگئیں۔

ایک دن دربار میں کچھ لوگ ملاقات کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو آنکھ سے معذور، پیشانی ٹوٹی ہوئی، اور عجیب الحال تھا۔ خلیفہ نے اسے تعجب سے دیکھا اور پوچھا: تمہارا کیا ماجرا ہے؟ کہنے لگا: امیر المومنین! ہماری قوم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مال اور اولاد والا نہیں تھا۔ ایک دن میں اپنے خاندان کے ہمراہ نکلا، ایک جگہ پڑاؤ ڈالا؛ رات کو بارش ہوئی، طوفان آیا، اور سب کچھ اس کی نذر ہوگیا، سوائے ایک چھ ماہ کے بچے کے۔ پریشانی کے عالم میں صحرا میں بیٹھا تھا کہ دور مجھے اپنا اونٹ نظر آیا۔ میں اونٹ کے پیچھے دوڑا، جیسے ہی اونٹ کو پکڑنا چاہا، بچے کے رونے کی آواز آئی، پلٹ کر بچے کے پاس پہنچا، اسے بھی بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ دوبارہ اونٹ کے پیچھے بھاگا؛ اس نے لات ماری، پیشانی بھی ٹوٹ گئی اور آنکھ بھی جاتی رہی۔ خلیفہ کو اس قصہ سے کچھ تسلی ہوئی، اور اس آدمی کو بھیجا کہ جا کر یہ قصہ عروہ کو سنائے تاکہ انہیں کچھ تسلی اور حوصلہ ہو۔

حضرت عروہ رحمہ اللہ جب واپس مدینہ آئے، لوگ ان کے استقبال کے لیے نکلے۔ ایک نوجوان بھی اس موقع پر آپ کی تیمارداری اور تعزیت کے لیے آیا، اس نے تعزیت کے لیے جو الفاظ کہے وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں۔ کہنے لگا:

"اے عروہ! اگر اللہ ﷻ نے تیرے چار اعضا میں سے ایک لیا اور باقی تین چھوڑ دیے، اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرو، نیکی کے کاموں کے لیے یہ بھی کافی ہیں۔ اور

اگر اللہ ﷻ نے آپ کے اتنے بیٹوں میں سے ایک لے لیا، تو اس پر اس کی حمد بیان کرو، اگر صالحین میں سے ہوں گے تو یہ بھی آپ کے لیے کافی ہیں، اور اگر ایسا نہیں تو ان پر بھی افسوس کرو۔'' فاعتبروا یا أولی الأبصار. ❶

کفار کی مذمت

وقت کی اہمیت کا جاننا ہی اصلِ زندگی ہے۔ جس نے وقت کی قیمت کا احساس نہیں کیا، اس نے مردہ دن گزارے، اگرچہ وہ زمین پر چل پھر اور سانس ہی کیوں نہ لے رہا تھا۔ یہی کافروں کے اس جواب کا راز ہے جو وہ روزِ قیامت دیں گے، اللہ ﷻ عالم الغیب نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ فرمایا:

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝١١٢ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ۝١١٣﴾ (المومنون: ۱۱۲،۱۱۳)

''(اللہ) پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے: ایک دن یا اس کا کچھ حصہ، گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔''

اللہ نے قرآن میں اپنی عمریں ضائع کرنے پر کفار کی مذمت کی ہے؛ انہوں نے عمریں کفر پر ختم کیں۔ اتنی لمبی عمر اور طویل زمانہ میں بھی کفر سے اسلام کی طرف نہ پلٹے۔ فرمایا:

﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۖ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝٣٧﴾ (فاطر: ۳۷)

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آ پہنچا تھا، سو اب تم مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔''

اللہ ﷻ نے زندگی کے ان لمحات کو نصیحت اور عبرت حاصل کرنے اور ایمان لانے کا

❶ دیکھو: سیرت تابعین، قصہ عروہ بن زبیر۔

میدان قرار دیا۔ بقول شاعر:

جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جواب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا تو بس یہ سمجھ زندگانی گنوائی

وقت کی قیمت

فراغت کے لمحات وقت کا حصہ اور آپ کے پاس امانت ہیں۔ یہ عمر کی وہ گھڑیاں ہیں جن پر آپ کے اعمال، احوال، اقوال، رزق اور تقدیر منحصر ہے۔ ہر سانس اور ہر گھڑی جس کا اللہ ﷻ نے انسان کو مالک بنایا ہے، اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا أَنْفَقَهٗ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ.)) ❶

''روزِ قیامت ابن آدم کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے سرکنے نہ پائیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ ہوگی:

۱۔ اپنی عمر کو کس کام میں لگایا؟
۲۔ اپنی جوانی کہاں گزاری؟
۳۔ مال کہاں سے کمایا؟
۴۔ اور کہاں پر خرچ کیا؟

❶ سنن الدارمي؛ باب من كره الشهرة والمعرفة؛ حديث: ٥٥٨۔ سنن الترمذي الجامع الصحيح؛ الذبائح أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله صلى الله عليه؛ باب في القيامة؛ حديث: ١٠٢۔ المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي؛ باب كراهية طلب العلم لغير الله وما جاء في الترغيب في ... حديث: ٣٧٦۔ شعب الإيمان للبيهقي؛ فصل حديث: ١٧٣٣۔ اقتضاء العلم العمل للخطيب البغدادي؛ مقدمة؛ حديث: ٢۔ حديث حسن.

۵۔علم کے مطابق کیا عمل کیا؟......"

اس حدیث میں دو اہم نکات ہیں:

۱۔وقت کی قدر:

وقت اپنے سیکنڈ، منٹ، گھنٹے، دن اور سال کے حساب سے انسان کے پاس امانت ہے، اور اس کے متعلق سوال ہوگا۔پس ہر لحظہ حیات جوابدہی کی تیاری میں صرف ہونا چاہیے۔ شاعر کہتا ہے:

وَالْوَقْتُ أَنْفَسُ مَا عُنِيْتَ بِحِفْظِهِ
وَأَرَاهُ أَسْهَلُ مَا عَلَيْكَ يَضِيْعُ

"اور وقت وہ سب سے قیمتی چیز ہے جس کی حفاظت کا آپ کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا ضیاع آپ کے لیے سب سے آسان ہے۔"

فرمان الٰہی ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾

(الحشر:۱۸)

"اے ایمان والو! اللہ ﷻ سے ڈرو، اور چاہیے کہ ہر جی دیکھے اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے۔"

اس لیے دانش مندی کا تقاضا ہے کہ افسوس وحسرت کا وہ وقت آنے سے قبل تیاری کرلیں، کہ عمر کا ایک ایک لمحہ ختم ہوا جا رہا ہے:

میں دیکھتا ہی رہ گیا نیرنگیٔ صبح وشام
عمر فسانہ ساز گزرتی چلی گئی

۲۔لمحاتِ جوانی کی خصوصیت:

روزِ محشر جب کسی کو کوئی کام کرنے کا موقع نہیں ملے گا، اس وقت جہاں باقی زندگی کے متعلق پوچھا جائے گا، وہاں جوانی کے متعلق خاص سوال ہوگا۔ کیونکہ جوانی کی گھڑیاں توانائی

اور قدرت کی ہوتی ہیں۔اس وقت انسان ہر کام کو اچھی طرح کرسکتا ہے۔اور اس وقت خواہشات کو مارنا عزم اور ہمت کی بات ہے۔ شاعر کہتا ہے:

بے سود ہے اس وقت نیکی کی تمنا
جب نطق واشارہ کی بھی قوت نہیں رہتی

جاحظ نے اپنی آخری عمر میں اس کو بڑے خوبصورت اور دکھ بھرے پیرائے میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

أَتَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ وَأَنْتَ شَيْخٌ
كَمَا قَدْ كُنْتَ أَيَّامَ الشَّبَابِ
لَقَدْ كَذَبَتْكَ نَفْسُكَ لَيْسَ ثَوْبٌ
دَرِيْسٌ كَالْجَدِيْدِ مِنَ الثِّيَابِ

"کیا تو بڑھاپے میں بھی تو عہدِ شباب کی سی صحت کی امید رکھتا ہے۔ یہ خود کو غلط فہمی میں مبتلا رکھنا ہے، کیونکہ پرانا اور نیا کپڑا برابر نہیں ہوتا۔"

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹﴾ (الاسرا:۱۹)

"اور جس کسی نے آخرت کو سنوارنے کا ارادہ کیا اور اس کیلئے کوشش بھی کی، اور وہ ہے بھی ایمان والا، پس ایسے ہی لوگوں کی کوششیں قابل شکر (بارآور) ہیں۔"

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس انسان نے شہوت کو اپنے قدموں کے تلے روند دیا، شیطان اس کے سائے سے بھی ڈرتا ہے۔ وہی انسان خواہشات کو مغلوب، نفس کا محاسبہ، اور برائیوں کا خاتمہ کرسکتا ہے......اور جس نے اپنے مستقبل کی اصلاح کرلی، اس کی سابقہ غلطیاں معاف کردی جاتی ہیں۔"

بقول شاعر:

تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمر دراز میں

۳۔ کامیاب سفر:

شہسوار ہی میدان جنگ میں گرتے ہیں۔ سپاہی جب لڑتے ہیں تو انہیں زخم بھی آتے ہیں، مگر فتح ان کے پیچھے کھڑی ہوتی ہے۔ منزل تک پہنچنے کے لیے سواری کو استعمال کیا جاتا بھلے حادثات کا اندیشہ بھی لاحق رہتا ہے۔ جو کوئی کسی کام میں ہاتھ ڈالتا ہے، اور اس کے بارے میں سنجیدگی سے مخلصانہ کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی محنت کا ثمرہ ضرور عطا کرتے ہیں۔ اس کی بارگاہ سے کوئی مایوس نہیں جاتا۔ یہ اس کا فیصلہ ہے:

﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝٣٩﴾ (النجم: ۳۹)

''اور یہ (بھی لکھا) ہے کہ آدمی کو اپنی ہی کوشش سے فائدہ ہوگا۔''

اہل عرب کہتے ہیں: ''مَنْ قَرَعَ بَابَ الجِّ وَلَجَ۔''

''جو انسان دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ داخل بھی ہو جاتا ہے۔''

ہم اور آپ بھی اگر وقت کے دروازے پر دستک دیں اور اسے استعمال کرنے کی صحیح اور با مقصد کوشش کریں تو اللہ کا وعدہ پورا ہونے میں کوئی دیر نہیں ہے۔ بس صرف اس چیز کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جو ہر لمحہ زوال پذیر ہے۔ یعنی جو لمحہ بلا مقصد گزر گیا، وہ کبھی بھی واپس آنے والا نہیں ہے۔ اور ان ضائع شدہ لمحات کا خسارہ اس انسان کا مقدر ہو چکا ہے؛ اب اس کی تلافی کی صورت تلاش کرنی چاہیے۔ اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ ہم وقت کی اہمیت کو سمجھیں، اور اسے ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اپنی زندگی کا نصب العین متعین کریں۔ اپنے اہداف مقرر کر کے منصوبہ بندی کریں جسے عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں بروئے کار لے آئیں۔ اپنے

کاموں کی فہرست تیار کریں۔ اپنے دوست و احباب اور ماہر کارندوں کی ٹیم تشکیل دیں۔ ان کی مناسب تربیت کا انتظام کیا جائے؛ اور ان کے دل و دماغ میں احساس ذمہ داری بیدار کیا جائے، اور انہیں اس بات کا احساس اور شعور دلایا جائے کہ دیانتداری اور اخلاص میں قوم و ملت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

ہدف اور اولیت کے لحاظ سے پہلے ادھورے کام مکمل کریں اور بعد میں نئے کام بھی اسی منہج کے مطابق شروع کریں۔ اور ایک کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر دوسرے کام میں ہاتھ نہ ڈالیں۔

کارندوں اور ملازمین پر بے جا اور بے موقع ومحل غصہ کی عادت کو ترک کر دیجیے۔ البتہ موقع محل کے لحاظ سے مناسب تأدیب اور تربیت ہونی چاہیے۔

اداروں کو چاہیے کہ وہ اپنے ملازمین کے اوقات کار اس طرح سے ترتیب دیں کہ ان کے اوقات ضائع نہ ہونے پائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اداروں کے اندر نااہل اور ناتجربہ کار افراد کی طرف سے کھیلے جانے والی منفی سیاست اور مضر تعامل کا تدارک کرنا چاہیے۔

فصل دوم:

فرصت کی گھڑیاں اورلوگوں کی اقسام

اتنی بڑی رنگا رنگ کائنات میں رنگا رنگ لوگ موجود ہیں؛ کائنات کا ہر شخص گلستانِ قدرت کا ایک حسین پھول ہے، جس کی خوشبو دوسرے پھولوں سے مختلف ہے۔اور ہر ایک انسان کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے:

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

اس اختلافِ رنگ و بو؛ نوع ونسل اور فکرونظر کی وجہ سے اختلافِ عمل وکردار بھی سامنے آتا ہے۔ ایسے لمحات میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی پیدائش کے مقصد کو جان لیا، اور اپنی زندگی کو اللہ کی عبادت ورضا کے لیے وقف کردیا۔

☆ جنہوں نے مفید کتابوں کے مطالعہ سے وقت کو قیمتی اور ثمر آور بنایا۔

☆ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں وقت گزارا۔ اور اسلام کی دعوت پھیلانے میں کردار ادا کیا۔

☆ صلہ رحمی کی، اور اہلِ حق کے حقوق ادا کیے۔

☆ اپنے والدین کی خدمت اور عزیز واقارب کی زیارت کے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے استفادہ کرلیا۔

☆ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بیرونی اور فکری حملوں کا دفاع کیا۔

یہ لوگ حقیقت میں کائنات کے بہترین لوگ ہیں کیونکہ ان کے پیش نظر اللہ کی رضامندی اور اسلام کی سربلندی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور اسی کے لیے ان کی زندگی کی تمام تر کوششیں وقف ہیں۔

☆ کتنے ہی لوگوں نے نہ گناہ کیا، اور نہ نیکی کمائی، وقت گزر گیا۔

☆ کسی نے سیر وتفریح کے لیے ایسے مقامات کا سفر کیا جہاں پر محض برائی ہے، اور فحاشی۔

☆ عام ادبی اور ثقافتی کتابوں کے مطالعہ میں غرق رہا، یا مختلف فنون سیکھے۔ یہ لوگ بھی اس لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ انہوں نے خود کو حرام کاری سے بچایا، مگر اس طرح وقت کا گزرنا کبھی کبھار گناہ میں پڑنے کا سبب بن جاتا ہے۔

☆ اور کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اللہ کو اور آخرت کو بھلادیا، اور دنیا اور اس کی زیب وزینت کو آخرت پر ترجیح دی۔ جن کے یہ اوقات بدبختی، گناہ، خیانت، فحاشی، لا یعنی اور بے فائدہ کاموں میں گزرتے ہیں۔ جن کے لیے یہ گھڑیاں اپنے پیچھے غم، پریشانی اور افسوس کی ایک جلن چھوڑ جاتی ہیں۔

یہ اس وقت ہوتا ہے جب یہ لمحات اللہ کی نافرمانی میں بسر ہوں؛ جن میں واجبات کو ترک اور حرام کاموں کا ارتکاب کیا جائے۔ حقوق اور امانات ضائع کیے جائیں۔ چار روزہ حیاتِ مستعار کے ان اوقات کو حرام اور ناجائز کاموں کے لیے سنہری موقع سمجھا جائے۔ اور کتنے ہی لوگ ہیں جو حرام کاری، گناہ، اور دیگر ایسے ہی کاموں کے لیے باضابطہ منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ ہمیں ان اوقات میں کیا کرنا ہے؟

☆ جب کہ مومن جس کو اپنے مرنے اور اپنے رب سے ملنے پر یقین ہے، اس وقت تک جہد مسلسل میں لگا رہتا ہے جب تک رب کی طرف سے اس کے بلاوا نہ آجائے۔

☆ اگر انسان صحیح معنوں میں غور وفکر کرے تو پتہ چلے گا کہ وقت ہی سب سے قیمتی چیز ہے؛ کیونکہ باقی مال ودولت تو آتے جاتے رہتے ہیں، مگر گیا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ ہر آنے والی فجر پکار کر کہتی ہے: اے ابن آدم! میں ایک نیا دن ہوں، جو تیرے اعمال پر گواہ ہوں، اور مجھے غنیمت جان لے، میں قیامت تک دوبارہ پلٹ کر نہیں آؤں گی۔

فکر وعبرت:

زندگی کو موت سے قبل فرصت جاننا کہاں گیا؟ اور بڑھاپے سے قبل جوانی کی نعمت کا کیا بنا؟

☆ بیماری سے قبل صحت کی نعمت کی قدر کس طرح کی؟

☆ مصروفیت سے قبل فراغت کی نعمت کا احساس کیوں کر کھو گیا؟

☆ فقر سے قبل تونگری کی نعمت سے کیا فائدہ اٹھایا؟

کیا لوگ یہ بات بھول گئے ہیں کہ جب بھی کسی روح کا وقت پورا ہو جاتا ہے، وہ ایک لمحہ کے لیے دیر نہیں لگاتی، اور نہ ہی حالات اور جگہ کی رعایت کرتی ہے، بلکہ فوراً اس قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ اور اس کے بعد یہ بدن جس کو ہم نے طرح طرح سے آرام پسند بنایا ہے، اور اس کی عیش وعشرت کا خیال رکھتے ہیں، بالکل ایک ایسی بیکار چیز ہو جاتی ہے کہ کوئی چند گھنٹوں کے لیے بھی اس بدن کو اپنے پاس نہیں رکھتا، بلکہ فوراً اسے مٹی تلے دفنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب اس کے بعد شروع ہونے والا مقام اپنے اعمال کی جزاء پانے کا ہے؛ کیا کبھی اس پر بھی غور کیا کہ ایک ایک لمحہ کر کے روح کا ٹائم ختم ہو رہا ہے، ہم نے آخرت کے لیے کتنا سامان کیا، کیا اس جوابدہی کا احساس کیا ہے جو بدن ہی کے غلام بنے ہوئے ہیں؟ یاد رکھیں! ہر انسان اپنے کیے پر جواب دہ ہے، اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٩٢ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٩٣﴾

(الحجر: ۹۲-۹۳)

”سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے، اس کے متعلق جو کچھ وہ کرتے تھے۔“

خواجہ عزیز الحسن مجذوب کہتے ہیں:

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا
جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا
اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

غلط مفہوم:

بہت سارے لوگ فراغت کا مفہوم متعین کرنے میں غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کھیل کود، ضیاعِ وقت اور عیاشی کا نام ہے، جس کا نہ کوئی فائدہ ہے، اور نہ نقصان۔ لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں، کہ کیا یہ لمحات انسانی عمر کا ایک حصہ نہیں ہیں؟

کیا ان کا رب ان کی پوشیدہ اور ظاہری حرکات کو نہیں جانتا؛ وہ فرماتا ہے:

﴿وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ﴾ (الممتحنہ: ۲)

”وہ میں ہر اس چیز کو جانتا ہوں جس کو تم خفیہ رکھتے ہو، اور جس کو تم اعلانیہ کرتے ہو۔“

اور کیا انسان سے اس کی زندگی کے ہر پل کے متعلق، اور ہر بات اور عمل کے متعلق سوال نہیں ہوگا؟ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝١٨﴾ (ق: ۱۸)

”اور وہ اپنی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتے مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے۔“

کیا اہلِ عقل وفراست یہ نہیں چاہتے کہ ان کی زندگی کے یہ لمحات سعادت مندی میں گزر جائیں۔ جب کہ وہ کتنی میتوں کو دیکھتے اور انہیں کندھا دیتے ہیں، اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کو بقاء اور دوام حاصل ہو جائے گا؛ ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝٦٤﴾ (العنکبوت: ۶۴)

”دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے، اور بے شک آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، کاش کہ وہ جان لیتے۔“

دنیا کی حقیقت کو اچھی طرح سے سمجھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا ، إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الرَّاكِبِ، اسْتَظَلَّ فِيْ ظِلِّ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا .)) [1]

''میرے لیے اس دنیا میں کیا ہے؟، بے شک میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سوار کی، جس نے درخت کے سائے میں تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا، اور پھر چلتا بنا، اور درخت کو ادھر ہی چھوڑ گیا۔''

بقول شاعر:

چلے گا بزم میں جامِ شرابِ مشکبو کب تک
رہیں گے زینت محفل بتانِ شعلہ رُو کب تک
بڑھے گی دولتِ دنیاؤں کی آرزو کب تک
تیری کروفر کب تک جہاں میں اور تو کب تک
کفن بردوش صیاد پھرتا ہے گلشن میں
نہ شاخِ گل پہ چُوکے گا، نہ چھوڑے گا نشیمن میں

متاعِ گراں مایہ:

زندگی ایک ایسی نعمت ہے جو آفاقی وسعتوں کے ساتھ ساتھ انتہائی تنگیٔ داماں کی شکایت کررہی ہے؛ گنتی کی چند سانسیں اور چند ساعتیں اور ان میں کئی ایک ذمہ داریاں۔ پھر ان سانسوں میں نہ کمی ممکن ہے، اور نہ زیادتی، بلکہ انسان اس معاملہ میں کچھ اختیار رکھتا ہی نہیں؛ فرمانِ الٰہی ہے:

[1] مصنف ابن أبي شيبة؛ كتاب الزهد؛ ما ذكر في زهد الأنبيا وكلامهم عليهم السلام۔ ما ذكر عن نبينا صلى الله عليه وسلم في الزهد؛ حديث: ٣٣٦٣٧۔ سنن ابن ماجه؛ كتاب الزهد؛ باب مثل الدنيا؛ حديث: ٤١٠٦۔ سنن الترمذي الجامع الصحيح؛ الذبائح؛ أبواب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ حديث: ٢٣٥٦۔ مسند ابو يعلى /صحيح، فقه السيرة للألباني)۔

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾ (الاعراف: ٣٤)

''ہر ایک قوم کا ایک وقت مقرر ہے، سو جب ان کا وقت آ جائے گا وہ ذرا بھر نہ پیچھے ہٹ سکیں گے، اور نہ ہی آگے بڑھ سکیں گے۔''

اس چیز کی قدر بہت کم لوگوں کو ہے؛ موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کے نوجوانوں میں ان لمحاتِ زندگی کے قدر دان آٹے میں نمک سے بھی کم ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ)) [1]

''لوگوں میں دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی بابت وہ دھوکہ میں ہیں: صحت اور فراغت۔''

اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ہر ایک نعمت کے بارے میں سوال کریں گے:

﴿ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴾ (التكاثر: ٨)

''اور پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

وقت کو ضائع کرنا حقیقت میں نہ صرف اپنے نفس کے ساتھ، بلکہ اپنی نسل اور قوم وملت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ اگر باپ گھر میں وقت کو ضائع کررہا ہے تو بچے اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایسا ہی کریں گے۔ اور اگر افسر بالا اس مرض کا شکار ہے تو اس کے ماتحت بھی ایسا ہی کریں گے۔

محترم بھائی! دنیا کے بازار کے ناقص مال کے بدلہ میں اپنے وقت کی متاعِ گراں مایہ کو ہرگز ضائع نہ کیجیے، اس کی حفاظت کیجیے دنیا کی بہت بڑی نعمت، اور ہر چیز سے بڑھ کر بیش بہا دولت ہے۔ اس کے صحیح استعمال سے دنیا بھی بن سکتی ہے اور آخرت بھی۔

وقت شناسی کی مثالیں:

وقت یا تو آپ کا بہترین دوست ہے، یا بدترین دشمن۔ یہ سارا معاملہ اس کے ساتھ

[1] صحیح / ابن ماجہ۔ اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

برتاؤ پر منحصر ہے۔ آپ اس وقت میں (جو کہ آپ کو میسر ہے) کیا کچھ کر سکتے ہیں؟ وقت کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ، حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) ❶

"جس نے دن میں سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ کہا، اس کے گناہ ختم کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔"

صرف یہی نہیں، بلکہ ایک روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ ، وَلَا يُلْقِي لَهَا بَالاً ، يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ۔ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ ، وَلَا يُلْقِي لَهَا بَالاً ، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ)) ❷

"بے شک کوئی انسان اللہ کی رضامندی کی کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی وہ پروا نہیں کرتا، مگر اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں، اور کوئی انسان اللہ کی ناراضگی کی کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی وہ پروا نہیں کرتا، مگر اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گرتا رہتا ہے۔"

حضرت امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سب سے اعلیٰ اور فائدہ مند فکر وہ ہے جو اللہ کے لیے اور آخرت کے لیے ہو۔ اور جو فکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اس کی کئی قسمیں ہیں: ...... پانچویں قسم: واجب وقت اور اس کے وظائف کی فکر۔ اور اپنی تمام ہمت کو وقت سے فائدہ حاصل

❶ صحیح البخاری؛ کتاب الدعوات؛ باب فضل التسبیح؛ حدیث: ٦٠٥٠۔ صحیح ابن حبان؛ کتاب الرقائق؛ باب الأذکار؛ ذکر مغفرة الله جل وعلا ما سلف من ذنوب المرء بالتسبیح؛ حدیث: ٨٢٩۔ موطأ مالك؛ کتاب القرآن؛ باب ما جاء فی ذکر الله تبارك وتعالی حدیث: ٤٩٠۔

❷ صحیح البخاری؛ کتاب الرقائق؛ باب حفظ اللسان؛ حدیث: ٦١٢٢۔ وفي معناه حدیث في صحیح مسلم؛ کتاب الزهد والرقائق؛ باب التکلم بالکلمة یهوی بها فی النار؛ حدیث: ٥٤١٤۔

کرنے کے لیے جمع کرنا۔ اصل میں عارف ہی ابن وقت ہوتا ہے۔ اگر وقت ضائع ہو گیا تو تمام تر مصلحتیں ضائع ہو گئیں۔ سو تمام تر مصلحتوں کا اصل منبع وقت ہے۔ جب انسان سے کوئی وقت ضائع ہو جاتا ہے تو اس کا ازالہ کبھی بھی ممکن نہیں ہوتا۔" ❶

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے زمانے کے شرف اور وقت کی قدر کو جانے۔ ان میں سے ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ کی قربت کے کاموں کے علاوہ کسی اور چیز میں ضائع نہ کرے؛ اور ان اوقات میں افضل سے افضل عمل کو اپنے آگے بھیجنے کی کوشش کرے۔" (صید الخاطر: ۴۶)

یہ مختصر لمحات اور اعمال انسانی نجات اور کامیابی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بس ایک کلمہ زبان سے نکلا، خیر کا تھا تو نتیجہ کیا رہا، اور اگر شر کا تھا تو نتیجہ کیا ہوگا؟۔ اس میں کتنا وقت صرف ہوا جو انسان کے مقدر کا فیصلہ بن گیا؟ اگر ایک اتنی مختصر سی بات کا بولنا نجات اور کامیابی ہے، تو انسان خود کو ایسے کاموں میں مشغول رکھے جو اپنے نفس اور دوسرے لوگوں کے لیے مفید ہوں نورٌ علی نور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ .)) ❷

"لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوں۔" شاعر کہتا ہے:

كَالْبَحْرِ يَقْذِفُ لِلْقَرِيْبِ جَوَاهِراً
جُوْداً ، وَ يَبْعَثُ لِلْبَعِيْدِ سَحَائِباً

"اس سمندر کی طرح جو اپنی سخاوت کی وجہ سے اپنے قریب کے لیے موتی پھینکتا ہے، اور دور کے لیے بادلوں کو بھیجتا ہے۔"

❶ الجواب الکافی ٢٠٨۔

❷ صحیح الجامع؛ سبق تخریجه.

اللہ ﷻ نے وقت کی قدر شناسی کن لوگوں کو کیسے عطا فرمائی اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

صالحین اور وقت کی قیمت:

انسان اپنی اس مختصر زندگی میں مختلف قسم کے احوال کا سامنا کرتا ہے۔ کبھی خوشی تو کبھی غم۔ کبھی کوئی کسی گناہ میں مبتلا ہے، تو اگلے لمحے وہ توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے مالک کو راضی کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ کوئی اس کی نعمتوں سے مالا مال ہے تو کوئی اس کی طرف سے امتحان میں مبتلا۔ اگر ہر حال میں انسان کے سامنے مقصودِ حیات رب العالمین کی رضامندی کا حصول بن جائے تو اس سے بڑی سعادت کوئی نہیں۔ اس لحاظ سے بعض علماء کرام رحمہم اللہ نے وقت کو کچھ اس طرح تقسیم کیا ہے:

- جس انسان کے لیے نعمت کا وقت ہو، اس کی راہ شکر کی ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عنایت پر دل کی خوشی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾﴾

(السبا: ۱۵)

"اپنے رب کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو؛ پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۔"

- جس انسان کا وقت گناہ اور معصیت کا ہو اس کے لیے توبہ اور استغفار کی راہ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾﴾

(الزمر: ۵۳)

"(اے نبی! میری جانب سے) فرمادیجیے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، بے شک اللہ تعالیٰ

تمام گناہ بخش دے گا، وہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

- جس کے لیے آزمائش کا وقت ہو اس کو صبر اور رضا کا شیوہ اپنانا چاہیے، اس سے مراد اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور اس کی رضا پر راضی کرنا ہے۔ صبر سے مراد دل کا اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا پر ثابت قدم رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾﴾ (البقرة: ۱۵۵، ۱۵۶)

"اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ نقصان دے کر جانوں اور اموال اور پھلوں میں، اور خوشخبری ہو صبر کرنے والے لوگوں کے لیے جنہیں جب مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم سب اللہ ہی کے لیے ہیں، اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

- جس انسان کے لیے اطاعت کا وقت موافق ہو؛ اس کے لیے اس کے نفس پر راہ اللہ کی نعمتوں کا مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نیکی کی طرف ہدایت اور اس کی توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾﴾ (یونس: ۵۸)

"آپ فرمادیں یہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی وجہ سے خوش ہو جاؤ، یہ اس چیز سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔"

یہی سات آسمانوں کے اوپر سے آنے والا پیغام ہے جس کی دعوت وقت کے سب سے بڑھ کر عظیم اور باہمت لوگ پیش کرتے رہے۔ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے بعد سلف صالحین رحمہم اللہ اور بعد میں آنے والوں میں سے جو لوگ ان کی راہوں پر چلتے رہے وہ اپنے وقت کی حفاظت اور اسے نیکیوں سے معمور کرنے کے بارے میں سب سے بڑھ کر

حریص تھے۔ خواہ وہ کوئی عالم ہو یا طالب علم، عابد ہو یا مجاہد۔ اس بارے میں وہ ایک دوسرے کی اقتدا کرتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو وقت کی حفاظت اور اسے نیک اعمال سے معمور کرنے کی وصیت کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر لحظات اور گھڑیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ یہ سب کچھ وقت کی غنیمت حاصل کرنے کی حرص میں تھا تاکہ ان کی کوئی گھڑی بلا مقصد ضائع نہ ہو۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وقت بادل کی طرح گزر جاتا ہے، اور ہوا کی سی تیز رفتار چلتا ہے؛ اور جو گزر گیا وہ قیامت تک کبھی بھی واپس نہیں آئے گا۔ اس کی چند ایک مثالیں صرف اہل غفلت کی بیداری کے لیے پیش کی جاتی ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: ''رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا:

((کَانَ یَکُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهِ ؛ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، خَرَجَ إِلَی الصَّلَاةِ .)) [1]

''آپ ﷺ گھر میں اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مشغول رہتے، اور جب نماز کا وقت ہو جاتا، نماز کے لیے نکل جاتے۔''

اس حدیث میں دو باتیں اس موضوع کے لحاظ سے ہمارے لیے اہم ہیں:

۱: اپنے اہل خانہ کی خدمت، یعنی اجتماعی بھلائی کا کام۔

۲: نماز کی حفاظت: اپنے نفس کی تربیت، اور ایمانی ترقی و برتری۔

سیّدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روزانہ بارہ ہزار مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہتے، اور فرماتے تھے:

''میں اپنے گناہوں کے برابر اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہوں۔'' (صفوۃ الصفوۃ)

سیّدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں کسی چیز پر ایسے نادم نہیں ہوتا جیسے اس دن پر نادم ہوتا ہوں جس کا سورج غروب ہوا، میری عمر میں ایک دن کم ہو گیا، مگر عمل میں کچھ اضافہ نہیں ہوا۔'' [2]

[1] بخاری؛ باب : من كان في حاجة أهله فأقيمت الصلاة، فخرج ؛ ح: ٦٤٤.

[2] قيمة الزمن عند العلماء ٢٧.

اور فرمایا: میں اس آدمی پر غصہ ہوتا ہوں جسے فارغ بیٹھے ہوئے دیکھتا ہوں، وہ نہ تو دنیا کا کوئی کام کرتا ہے، اور نہ آخرت کے کسی کام میں مشغول ہے:

إِذَا مَرَّ بِيْ يَوْمٌ وَلَمْ أَقْتَبِسْ هُدًی
وَلَمْ أَسْتَفِدْ عِلْماً ، فَمَا ذَاكَ مِنْ عُمْرِيْ

''جب مجھ پر کوئی ایسا دن گزرے جس دن میں کوئی ہدایت کی بات نہ پا سکوں، اور نہ علم سے استفادہ کر سکوں، پس وہ دن میری عمر میں سے نہیں ہے۔''

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ !إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ أَنْ تَأْخُذَنَا عَلَی غِرَّةٍ؛أَوْ تَذَرَنِيْ فِيْ غَفْلَةٍ ، أَوْتَجْعَلَنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ .)) [1]

''اے اللہ! ہمیں شدت میں نہ پکڑیے، اور غفلت میں نہ چھوڑیے؛ اور ہمیں غافلین میں سے نہ کرنا۔''

سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ صَلَاحَ السَّاعَاتِ وَالْبَرْكَةَ فِيْ الْأَوْقَاتِ .))

''اے اللہ! ہم آپ سے گھڑیوں کی بہتری اور اوقات میں برکت کا سوال کرتے ہیں۔''

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان:

((اَلْأَیَّامُ صَحَائِفُ أَعْمَارِکُمْ فَخَلِّدُوْهَا بِصَالِحِ أَعْمَالِکُمْ .))

''یہ دن تمہاری زندگیوں کے صحیفے ہیں، انہیں نیک اعمال سے دوام بخشو۔''

جناب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے صالحین کو دیکھا، ان میں سے ہر ایک اپنی عمر کے ایک ایک لمحے پر درہم و دینار سے زیادہ حریص ہوتا تھا۔ اور خود بھی عبادت اور اجتہاد میں مشغول رہتے۔ کوئی ایک دقیقہ بھی بیکار نہ جانے دیتے۔ جب کوئی اور کام نہ ہوتا

[1] مصنف ابن أبي شيبة؛ ح: ٢٩٥١٧، بصيغة واحد؛ عن عمر؛ حلية الأولياء ١/٥٤.

تو زبان سے اللہ کا ذکر کرتے رہتے۔"❶

اور فرمایا کرتے تھے:

((يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ ، إِذَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُكَ))

"ابن آدم! تو دنوں کا ہی مجموعہ ہے، سو جب ایک دن چلا گیا، تیری زندگی کا ایک حصہ چلا جاتا ہے۔"

جناب حضرت نافع رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا: "ہر نماز کے لیے وضو کرتے، اور اس کے درمیان قرآن پڑھتے رہتے۔"

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے وقت کی حفاظت کی، اللہ ﷻ اس کو اپنی رضا کے علاوہ کسی اور چیز میں ضائع نہیں کرے گا، اور اللہ ﷻ اس کی دنیا اور دین کی حفاظت کرے گا۔ اور فرمایا کرتے تھے: اے بھائی غور کر! کہاں نیک عمل میں اضافہ ہونا، اور کہاں بداعمال میں اضافہ ہونا، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ بس دیکھ لیجے آپ نے کس چیز میں اضافہ کیا ہے؟ ❷

مجد الدین ابوالبرکات، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دادا، جب قضائے حاجت کے لیے جاتے، تو کسی طالب علم سے کہہ دیتے کہ وہ بلند آواز سے کوئی کتاب پڑھے جس کو سن کر وہ استفادہ کریں، اور وقت ضائع نہ ہو۔ ❸

جب حضرت اعمش رحمہ اللہ کی موت کا وقت قریب آیا تو ان کے اہل خانہ رونے لگے، تو انہوں نے فرمایا: تم واویلا کرو یا نہ کرو، سنو: اللہ کی قسم! ساٹھ سال ہوگئے، کبھی بھی مجھ سے تکبیر احرام نہیں چھوٹی۔"❹

طیفور بطامی کہتے ہیں:

---

❶ الزهد لأحمد بن حنبل ٢٨٢.

❷ الزهد، للبيهقي: ٢٩٨.

❸ قيمة الزمن ٦٧.

❹ كيف تستثمر الوقت ١٥ ـ عائض قرني.

"بے شک رات اور دن مومن کا راس المال ہیں؛ جس پر حاصل ہونے والا فائدہ جنت ہے اور اس کا خسارہ جہنم ہے۔" ❶

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اسے ذلیل کرنے کے لیے ایسے لا یعنی کاموں میں مشغول کردے جس کی اسے کوئی ضرورت یا اس سے کوئی علاقہ وواسطہ نہ ہو۔" ❷

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقت ضائع کرنا موت سے زیادہ سخت اور برا ہے۔ کیونکہ وقت کا ضائع ہونا آپ کو اللہ اور آخرت سے دور کرتا ہے؛ اور موت دنیا اور اہل دنیا سے دور کرتی ہے۔"

عارفین کہتے ہیں:

"انسان کے اوقات صرف چار قسم کے ہیں جن کے علاوہ کوئی پانچویں قسم نہیں ہے۔ نعمت اور آزمائش کے اوقات، اور اطاعت اور نافرمانی کے اوقات۔ اور انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کا اپنی بندگی میں سے حصہ مقرر کررکھا ہے، جس کا وہ رب ہونے کے ناطے طلب گار ہے۔"

آخر یہ سب لوگ کیوں اس راہ اور منہج پر چلتے تھے۔ کیونکہ یہ اس جنت کو حاصل کرنا چاہتے تھے جس کی وسعتیں آسمانوں اور زمینوں سے بڑھ کر ہیں۔ اور وہ اس زندگی کو بنانا اور سنوارنا چاہتے تھے جس کو کبھی نہ زوال آئے گا اور نہ وہ فنا ہوگی۔ بلکہ اس زندگی میں اعمال کے لحاظ سے وہاں پر راحت اور پریشانی ہوگی۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر دو پریشانیوں کو جمع کردے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ بلکہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے اس دنیا میں کچھ مشقت برداشت کرلی، اس کی آخرت سنور گئی، اور یہی دعوت دین کا اہم ترین ہدف ہے۔

---

❶ الزهد، للبيهقي ٢٩٧.

❷ جامع العلوم والحكم ١٣٩.

سرِ شاخِ طوبیٰ:

اس سے ہماری مراد ان مبارک اور قابل احترام ہستیوں کا تذکرہ ہے جن کی محنتیں اور کوششیں ثمر آور ہوئیں، اور اللہ ﷻ نے ان کو ہر لحاظ سے اعلیٰ مقام عنایت کیا؛ اور آنے والی نسلوں میں ان کے ذکرِ خیر کو جاری وساری کر دیا؛ اور انہیں اس امت مرحومہ کے لیے مقتدا و پیشوا بنا دیا۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (یوسف: ۱۱۱)

''اور تحقیق ان کے قصوں میں عقلمند لوگوں کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔''

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ......)) ❶

''جس کے لیے تم بھلائی کی تعریف کرو، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور جس کی تم برائی بیان کرو، اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو......''

اس کی تائید جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے ہوتی ہے:

﴿وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴾ (الشعراء: ۸۴)

''اور آنے والوں کی زبان پر میرا سچا ذکر جاری کر دے۔''

اسلام کی روشن تاریخ میں غور کرنے والا دو باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا:

اوّل: متنوع موضاعات پر کثرت تالیف وتصنیف۔

دوم: اس سلسلہ تصنیف اور تالیف کی نسبت ان علماء کی عمروں کا کم ہونا۔

❶ متفق علیہ؛ البخاری باثناء الناس علی المیت ،ح: ۱۳۰۱۔ ومسلم في كتاب الجنائز باب: فيمن يثنى عليه خير أو شر من الموتى ح: ۹۴۹۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کو اتنا مصروف رکھا، اور اپنی فراغت پر ایسے قابو پایا، اور زمانہ سے ایسے استفادہ کیا کہ ان کے علمی، ادبی شاہکار اور خدمات آج بھی ان کی تصنیفی مہارت، وقت شناسی اور قدر دانی کی گواہی دیتے ہیں۔ اور ان کے وقت سے استفادہ کرنے کے متعلق جو قصے بیان کیے جاتے ہیں وہ افسانہ اور کہانیاں معلوم ہوتی ہیں؛ مگر حقائق کے میدان میں یہ سب کچھ ایک اٹل حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اسلامی تاریخ میں ایسی مبارک ہستیوں کی کمی نہیں۔

ان میں سے چند ایک کے واقعات جو بڑے عجیب اور بھلے لگے، اور وہ نصیحت آموز بھی تھے، ان کا ذکر یہاں اس امید سے کیا جا رہا ہے کہ شاید اللہ ﷻ ان سے کسی کو نفع دے دیں؛ اور اس کی زندگی کا رنگ بدل جائے۔

حضرت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ:

اپنے وقت کے امام، قاضی القضاۃ، اور حکومت عباسیہ کی ایک اہم شخصیت؛ فقہ حنفی کے مؤسس و مدوّن و سرخیل، اور مسلک احناف کے ناشر و جرنیل؛ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور معتمد خاص ہیں۔ وہ اپنے دورِ طالب علمی کے متعلق فرماتے ہیں:

''طالب علمی کے دور میں میرے گھر والے میرے کھانے کا یہ انتظام کرتے تھے کہ چند روٹیاں دہی کے ساتھ ٹھونک لی جاتی تھیں، دہی کھا کر سویرے درس کے حلقوں میں حاضر ہو جاتا...... اس لیے جو چیزیں مجھے معلوم ہوئیں، اعلیٰ کھانوں کا انتظار کرنے والوں کو معلوم نہ ہوئیں۔'' ❶

اس محنت ومشقت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے حکومت، مال و مرتبہ ہر چیز سے نوازا تھا۔ مگر قدر نعمت اور ذمہ داری کے ساتھ ساتھ دین سے محبت کا کس قدر خیال تھا، ذیل کے قصہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ قاضی ابراہیم بن جراح کہتے ہیں: قاضی ابو یوسف بیمار ہو گئے، میں ان کی عیادت کے لیے گیا، وہ بیہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔ جب ہوش آیا تو مجھے مخاطب

❶ اختصار وتصرف متاع وقت۔

ہو کر کہنے لگے: اے ابراہیم! اس مسئلہ میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس حالت میں بھی آپ مسائل پوچھ رہے ہیں؟ فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ہم پڑھتے ہیں، شاید کہ کوئی انسان اس سے نجات پالے۔ پھر مسئلہ پوچھا: جمرات کی رمی پیدل افضل ہے یا سواری پر؟ ابراہیم نے کہا: پیدل؛ فرمایا: غلط، عرض کیا: سوار؛ فرمایا: غلط۔ کہنے لگے: آپ ہی بتادیں؛ فرمایا: ''جس رمی کے بعد دعا کے لیے وقوف ہو، وہاں پیدل، ورنہ سواری پر افضل ہے۔'' ابراہیم اجازت لے کر ابھی دروازہ سے ہی گزرے تھے کہ حالت نزع میں بھی ان علمی مسائل پر بحث کرنے والا یہ عظیم انسان اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔'' ❶

دِقَّاتُ قَلْبِ الْمَرءِ قَائِلَةٌ لَهُ
إِنَّ الْحَيَاةَ دَقَائِقٌ وَثَوَانٌ
فَارْفَعْ لِنَفْسِكَ بَعْدَ مَوْتِكَ ذِكْرَهَا
فَالذِّكْرُ لِلإِنْسَانِ عُمْرٌ ثَان

''دل کی دھڑکنیں انسان سے کہہ رہی ہیں: بے شک زندگی چند منٹ اور سیکنڈ ہے۔ پس اپنی موت کے بعد اپنی یادیں چھوڑ جا، گویا یادیں انسان کے لیے دوسری عمر ہیں۔''

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ:

شفقت پدری سے محروم یہ بچہ والدہ کی کفالت میں تربیت پا رہا تھا۔ حالت یہ تھی کہ استاذ کو دینے کے لیے کچھ نہیں تھا، اس کے بچوں کی نگرانی کے معاوضہ پر معلم کو تعلیم دینے پر راضی کرلیا۔ لکھنے کے لیے کچھ میسر نہیں آتا تھا، ایک تھیلے میں صاف ہڈیاں جمع رکھتے، ان پر لکھ لیتے، اور رات کو پڑھنے کے لیے چراغ نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری دیوان چلے جاتے۔ رمضان میں ساٹھ بار قرآن ختم کرنا معمول تھا۔ لایعنی اور بے فائدہ کاموں سے بچنے کی بڑی تاکید کرتے؛ فرماتے: غیر مفید کاموں سے بچنے سے دل پر نور چھایا رہتا ہے۔

❶ قيمة الزمن عند العلماء ۲۹.

خلوت اور لوگوں) سے الگ رہنے کی تعلیم دیتے تاکہ وقت ضائع نہ ہو، کم کھانے کی تاکید کرتے۔ خود کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک بار سیر ہو کر کھایا، تو قے کر دی فرماتے تھے: پیٹ بھر کر کھانے سے بدن بوجھل ہو جاتا ہے، دل ثقیل رہتا ہے، نشاط و ذکاوت ختم ہو جاتی ہے، اور نیند آنے لگتی ہے۔ ان کی رات بھی نظام الاوقات کی پابند تھی، رات کے تین حصے کر دیے تھے۔ اول حصہ میں لکھتے، دوسرے حصہ میں نماز اور تیسرے حصہ میں آرام کرنا معمول تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے علم کی غیر معمولی محبت عطا کی تھی۔ ان سے پوچھا گیا: ''علم کے ساتھ آپ کی محبت کیسی ہے؟ فرمانے لگے: جب کوئی نئی بات کان میں پڑتی ہے تو میرے جسم کا ہر ہر عضو اس کے سننے سے محظوظ ہوا چاہتا ہے۔'' پھر دریافت کیا گیا: ''علم کے لیے آپ کی حرص کتنی ہے؟ فرمانے لگے: ''سخت بخیل آدمی کو جتنی مال کی حرص ہوتی ہے۔'' پوچھا گیا: ''علم کی طلب میں آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ فرمایا: ''گمشدہ اکلوتے بیٹے کی ماں کی اپنے بیٹے کی طلب میں جو کیفیت ہوتی ہے۔'' اور فرماتے تھے: ''عالم کو ہر قسم کے مسائل پوچھنے چاہئیں کہ پوچھنے سے جو مسائل معلوم ہیں ان کی پختگی ہوگی، اور جو معلوم نہیں ہیں ان کا علم ہوگا۔ ❶

امام صاحب رحمہ اللہ نے امت کے لیے کئی ایک بیش قیمت کتابوں کا خزانہ چھوڑا ہے؛ جن میں ''کتاب الأم'' اور ''الرسالة'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ وکیع بن جراح رحمہ اللہ:

عبد اللہ بن مبارک، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ کے استاد، فقہ و حدیث کے امام قاری قرآن، عابد اور زاہد تھے۔ وقت کے ایسے پابند کہ دوسروں کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔ ہر رات ایک قرآن ختم کرتے تھے؛ دن کو روزہ معمول رہا۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ حدیث کی مجلس میں زبانی املا کراتے تھے۔ علی ابن خشرم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں نے وکیع کے

❶ مختصر از متاع وقت و کاروان علم۔

ہاتھوں میں کتاب کبھی نہیں دیکھی، وہ خود پیکر حفظ تھے۔ علی بن خشرم نے پوچھا: ''قوت حفظ کی کوئی دوا ہو تو مجھے بتا دیں؟'' وکیع فرمانے لگے: ''اگر بتادوں تو استعمال کروگے؟'' علی نے کہا: ''واللہ کیوں نہیں؟'' فرمایا: ''ترک معاصی؛ قوت حفظ کے لیے اس سے زیادہ مجرب دوا میں نے نہیں دیکھی......'' ❶

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے جب خرابیء حافظہ کی شکایت کی، تو ان کو جو جواب اپنے استاد سے ملا؛ وہ اسے یوں بیان کرتے ہیں:

شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي
فَأَوْصَانِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي
فَإِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ إِلٰهٍ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُعْطَى لِعَاصِ

''میں نے وکیع کے پاس خرابیء حافظہ کی شکایت کی، انہوں نے مجھے گناہ چھوڑنے کی وصیت کی۔ بیشک علم رب کا نور ہے، اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔''

سحری کو بیداری، نماز فجر کے بعد حلقۂ درس، چاشت کے بعد آرام، اور نمازِ ظہر کے بعد چہل قدمی ان کا معمول تھا۔ اس چہلی قدمی کے دوران وہاں سقوں کی گزرگاہ میں پہنچ کر ان کو قرآنی سورتیں یاد کراتے۔ جو آج کل کا معمولی مولوی بھی گوارا نہیں کرتا۔ مگر خاتم النبیین محمد ﷺ کے سچے، راست باز اور پاکیزہ فطرت خدام اپنے وقت کے امام ہی نہیں، بلکہ امام واستاد الائمہ ہیں؛ یہ پاک باز انسان اللہ کے دین کی خدمت کے لیے خود چل کر جہلا کے پاس جاتے، اور انہیں تعلیم دیتے۔ یہ کام وہ اپنی ذات کے لیے مختص کیے گئے وقت میں کرتے۔ عصر کے بعد دوبارہ درس اور نماز مغرب کے ساتھ ہی افطار، اور اس کے بعد ذکر واذکار ان کا معمول تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نعمتِ وقت کی قدر کی اور اپنی تاریخ رقم کر گئے:

❶ تهذيب الكمال ٣/٣٨.

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

اسی بے مثال محنت کا اثر تھا کہ ان کے بیٹے کا بیان ہے: ''میرے والد جب تہجد کی نماز کے لیے بیدار ہوتے، تو ان کے ساتھ سارا گھر اس نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا، حتی کہ ہمارے گھر کی حبشن چھوکری تک تہجد کی نماز پڑھتی تھی۔

نابغۂ روزگار حضرت ابن عقیل رحمہ اللہ:

اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں: ''میں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا، یہاں تک کہ جب علمی بحث کرتے کرتے میری زبان تھک جائے، اور مطالعہ کرتے کرتے آنکھیں جواب دینے لگیں، تو میں لیٹ کر مسائل سوچنے لگ جاتا ہوں۔ بیس سال کی عمر میں علم کے شوق کا جو جذبہ میرے اندر تھا، وہ جذبہ اس وقت کچھ زیادہ ہی ہے، جب کہ اب میں اسی (۸۰) کے پیٹے میں ہوں۔ میں مقدور بھر کوشش کرتا ہوں کہ کھانے میں کم سے کم وقت لگے، بلکہ اکثر اوقات تو روٹی کے بجائے چورہ کو پانی میں بھگو کر استعمال کرتا ہوں۔ کیوں کہ دونوں کے درمیان وقت صرف ہونے کے لحاظ سے کافی فرق ہے۔ روٹی کھانے اور چبانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے، جب کہ ثانی الذکر کے استعمال سے مطالعہ وغیرہ کے لیے نسبتاً کافی وقت نکل آتا ہے۔'' ❶

کیا اس شوق اور مشقت و جہد کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ کبھی بھی بلند مرتبہ بغیر محنت کے نہیں ملتا؛

دَبَبْتُ لِلْمَجْدِ وَالسَّاعُوْنَ قَدْ بَلَغُوْا
حَدَّ النُّفُوْسِ وَأَلْقَوْا دُوْنَهُ الْأُزُرَا
وَكَابَدُوا الْمَجْدَ حَتّٰى مَلَّ أَكْثَرُهُمْ
وَعَانَقَ الْمَجْدَ مَنْ وَافَى وَمَنْ صَبَرَا

❶ متاع وقت و کاروان علم: ۱۹۸.

وَلَا تَحْسَبِ الْمَجْدَ تَمْرًا أَنْتَ آكِلُهُ
لَنْ تَبْلُغَ الْمَجْدَ حَتَّى تَلْعَقَ الصَّبْرَا

"میں عالیشان امور پانے کے لیے چلا، لیکن کوشش کرنے والے جان جوکھم کی آخری حد تک پہنچ گئے، اور انہوں نے اس کے سامنے اپنی کمر کس لی۔ انہوں نے بزرگی کے حصول کے لیے اتنی کوشش کی کہ اکثر لوگ عاجز آ گئے۔ اور اس عالی مقام کو وہی حاصل کر سکے جنہوں نے وفا اور صبر سے کام لیا۔ اور تم بزرگی وشرف ومنزلت کو کھجور خیال نہ کرنا جسے تم کھا لو گے۔ تم ہرگز اس شرف کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کڑوا گھونٹ نہ بھر لیا جائے۔"

ابن عقیل کی محنتیں وکاوشیں، صبر واستقامت آج بھی ہمیں پیغام دیتے ہیں:

بِقَدْرِ مَا تَتَعَنَّى تَنَالُ مَا تَتَمَنَّى

"جس قدر کوئی کوشش کرے گا، اس کے مطابق ہی اپنی خواہشات کو پائے گا۔"

حضرت امام نووی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام یحیٰ بن شرف الدین بن مری النووی تھا، ۶۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۶۷۶ ہجری میں وفات پائی۔

ہاں یہ وہی بچہ تھا جس کے ساتھ اس کے ہم عصر اور ہم عمر بچپن میں کھیلنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ یاسین بن یوسف مراکشی کہتے ہیں: میں نے نویٰ میں دیکھا کہ بچے ان کے ساتھ کھیلنا ناپسند کرتے تھے، اور آپ ان کے اس سلوک کی وجہ سے روتے اور بھاگتے پھرتے تھے۔ لیکن کس کو علم تھا کہ مستقبل میں یہ بچہ کیا بنے گا۔ اور اللہ اس کو کس مقام پر فائز کریں گے۔ صحیح مسلم کے شارح اور ساتویں صدی کے جلیل القدر محدث، اور بے مثال فقیہ ومجتہد۔ آٹھ ماہ کی قلیل مدت میں فقہ شافعی کی کتاب "المہذب"، کا چوتھائی حصہ "العبادات" زبانی یاد کر لیا۔ زمانہ طالب علمی میں ہی اپنے شیخ کمال مغربی کی باتوں کی شرح کرتے، اور کبھی ان

کی تصحیح بھی کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ علم پر اس حرص کی وجہ سے ان کے مشائخ انہیں بہت ہی چاہتے تھے۔ حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم کی وہ نابغہ روزگار شرح لکھی کہ جس کی مثال آج تک نہیں لکھی گئی۔ فقہ شافعی کی مشہور کتاب مہذب کی شرح "المجموع" پچیس جلدوں میں، بھی آپ ہی کا سرمایہ وبرکت حیات ہے۔

تعلیم کے زمانے میں محنت ومشقت کا یہ عالم تھا کہتے ہیں کہ: "دو سال تک پہلو کے بل زمین پر نہیں سویا، بیٹھے بیٹھے ہی کچھ آرام کر لیتا، اور پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ روزانہ مختلف علوم کے بارہ اسباق تشریح کے ساتھ پڑھتے، اور یاد کرتے۔ زندگی کے لمحات کو تول تول کر خرچ کیا۔ آتے جاتے بھی وقت بچاتے، اور راہ چلتے بھی مطالعہ کرتے رہتے۔ دن رات میں صرف ایک بار کھانا کھاتے۔ پھل فروٹ اس اندیشہ سے نہیں کھاتے تھے کہ جسم میں رطوبت پیدا ہوگی، اور پھر نیند کا غلبہ علم اور مطالعہ میں مخل ہوگا۔ علمی مصروفیات کی بنا پر شادی بھی نہیں کی۔ پوری عمر لکھنے اور پڑھنے میں مشغول رہے۔ لکھتے لکھتے جب تھک جاتے تو قلم رکھ کر یہ شعر پڑھتے:

لَئِنْ كَانَ هَذَا الدَّمْعُ يَجْرِي صَبَابَةً
عَلَى غَيْرِ سُعْدَى فَهُوَ دَمْعٌ مُضَيَّعٌ

"اگر یہ آنسو سعدی کے عشق کے علاوہ کسی اور سبب سے بہہ گئے ہیں، تو سمجھ لیجیے کہ وہ آنسو ضائع ہو گئے ہیں۔" ❶

شیخ الاسلام وامام العصر ابن جوزی رحمہ اللہ:

وقت اور زندگی کی قدر وقیمت کے احساس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وقت انسان کا قیمتی سرمایہ ہے، اچھے اور صالح کاموں میں وقت کا صرف کرنا کوئی ایسا معاملہ نہیں جس کے ثبوت کے لیے دلائل پیش کیے جائیں۔ اس لیے مجھے لوگوں کا بے فائدہ میل جول

---

❶ ان کے مختصر حالات زندگی جاننے کے لیے دیکھیے: مقدمہ ریاض الصالحین، طبع ریاض، مؤسسۃ الرسالۃ۔

پسند نہیں۔ اب اگر لوگوں سے الگ تھلگ رہوں تو بھی مناسب نہیں کہ اس سے انس ومحبت کا تعلق ختم ہوجاتا ہے، اور اگر ان سے لایعنی ملاقاتوں کا سلسلہ قائم رکھوں تو اس میں وقت کا ضیاع اور نقصان ہے؛ اس لیے میں نے یہ طریقہ اپنالیا ہے، کہ اولاً تو ملاقاتوں سے بچنے کی اپنی سی کوشش کرتا ہوں، اور اگر کسی ملاقات کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، تو بات نہایت ہی مختصر کرتا ہوں، مزید یہ کہ ایسے اوقات کے لیے ایسے کام چھوڑ رکھتا ہوں جن میں زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے قلم کا قط لگانا، کاغذ کاٹنا، اور دیگر اس قسم کے ہلکے پھلکے کام میں ملاقات کے وقت کرتا ہوں، اس طرح ملاقات بھی ہوجاتی ہے، اور عمر عزیز کی قیمتی گھڑیاں صرف گفتگو میں ضائع نہیں ہوتی ہیں۔“ ❶

یہی وقت شناسی کی برکت تھی کہ انہوں نے اپنے بعد جو علمی ذخیرہ چھوڑا ہے، وہ ان کی زندگی کے حساب سے سالانہ کئی جلدیں بنتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی کتاب ”الفنون“ ہے؛ جو آٹھ سو جلدوں میں لکھی تھی۔ حقیقت میں ان کی محنت، مشقت، بلند ہمتی، اولو العزمی، اور اس شرف ومنزلت میں آنے والوں کے لیے سبق ہے کہ جو بھی اگر اس مقام ومرتبہ کے حصول کا خواہش مند ہے، اسے ان مراحل سے گزرنا ہوگا۔

أَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَا تَتَوَانُوا
فَالتَّوَانِيْ وَسِيْلَةٌ لِلتَّبَابِ
فَإِذَا الْمُصْلِحُونَ فِيْ الْقَوْمِ نَامُوْا
نَهَضَتْ بَيْنَهُمْ جُيُوْشُ الْخَرَابِ

”اے اہل ایمان! سستی نہ کرو۔ بے شک سست روی تباہی کا وسیلہ ہے۔ جب کسی قوم میں اصلاح کرنے والے سوجاتے ہیں، تو اس قوم میں تباہی کے لشکر جنم لیتے ہیں۔“ ❷

---

❶ قيمة الزمن / ٦١

❷ اشارات الطريق / ٤٣.

آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

محدث الہند علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ:

ایسا عبقری انسان اور عظیم محدث اور فقیہ کہ نو سال کی عمر میں فقہ، صرف اور نحو کی نہ صرف عام (اساسی) کتابوں کے مطالعہ سے فارغ ہو چکے تھے بلکہ ان کی مطولات سے بھی فارغ ہوگئے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں انہوں نے فتویٰ دینا شروع کردیا تھا۔ خود اپنے حافظہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”جس کتاب کا بھی سرسری مطالعہ کرلیتا ہوں، پندرہ سال تک بقید صفحات اس کے مضمون محفوظ رہ جاتے ہیں۔“

وہ عظیم محدث ومفسر جس کے متعلق علامہ اقبال نے ایک تعزیتی جلسہ میں کہا تھا: ”اسلام کی آخری پانچ سو سالہ تاریخ مولانا انور شاہ کشمیری کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ایسا بلند پایہ عالم اور فاضل جلیل اب پیدا نہ ہوگا؛ وہ صرف جامع العلوم قسم کی ایک شخصیت ہی کے مالک نہیں تھے؛ بلکہ عصر حاضر کے دینی مسائل پر بھی ان کی پوری نظر تھی۔“ اور انہوں نے شاہ صاحب پر تعزیتی جلسہ کی ابتدا اس شعر سے کی تھی:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زمانہ طالب علمی میں حضرت شاہ صاحب کے متعلق دو باتیں بہت مشہور ہیں:

اول:...... وہ بستر پر لیٹ کر کبھی نہیں سوتے تھے؛ کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے جب نیند آتی بیٹھے بیٹھے سو لیتے تھے۔ اور جب غنودگی ختم ہو جاتی تھی تو دوبارہ مطالعہ میں منہمک ہوجاتے تھے۔

دوم:...... یہ کہ کبھی انہوں نے کتاب کا حاشیہ پڑھنے میں کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا، بلکہ سامنے رکھی ہوئی کتاب کا حاشیہ پڑھنے کے لیے خود حاشیہ کی سمت میں اٹھ کر گھوم جاتے تھے۔ اس طرح جسم میں چستی ونشاط آجاتی، اور کتاب کا ادب بھی ملحوظ رہتا۔ (دوسری بات کی

روایت: علامہ انظر شاہ نے کراچی میں ایک محفل میں بتائی ہے۔)

فرط مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اپنے زمانہ طالب علمی میں بیس روز میں پوری تیرہ جلد فتح الباری دیکھ ڈالی۔ فتح القدیر کی آٹھ جلدوں کا مطالعہ بیس روز میں کیا۔ مسند احمد بن حنبل کا مطالعہ دو سو صفحہ روزانہ کی رفتار سے کرتے تھے۔ علامہ بنوری رحمہ اللہ ان کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

"عام طور پر اکثر علما اسی وقت کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں جب کسی خاص مسئلہ میں متعلقہ کتابوں کی طرف مراجعت کی ضرورت پڑ جائے؛ تاہم شیخ کا طریق کار اس سے یکسر مختلف تھا؛ مطالعہ کے بارے میں ان کا اصول یہ تھا کہ جب کوئی کتاب ہاتھ لگ جاتی، چاہے وہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں ہو یا مطبوعہ، سقیم ہو یا سلیم؛ کسی بھی موضوع سے متعلق ہو، آپ وہ اٹھاتے اول تا آخر پوری کی پوری کتاب پڑھتے ...... مطالعہ میں شدید محنت اور مشقتیں اٹھائیں۔ حتی کہ اپنے آپ کو تھکا کر رکھ دیا؛ آپ کی زندگی کی نہ جانے کتنی راتیں ایسی گزریں کہ ان میں پہلو بستر سے نا آشنا اور جدا رہا۔"

ایک مرتبہ بیمار ہوئے، علالت طول پکڑ گئی؛ فجر کے وقت یہ افواہ مشہور ہوئی کہ شیخ کی وفات ہوگئی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ یہ سن کر آپ کے مکان کی طرف لپکے، معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ البتہ تکلیف کی شدت تھی جو برقرار ہے۔ عیادت کے لیے کمرے میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ نماز کی چوکی پر بیٹھے سامنے تکیے پر رکھی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ اور اندھیرے کی وجہ سے کتاب کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اس عالم میں بھی یہ شدت اور مطالعہ میں محنت۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پوچھا:

"حضرت! یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اول تو وہ کون سی بحث رہ گئی ہے جو حضرت کے مطالعہ میں نہ آچکی ہو، اور اگر بالفرض کوئی بحث ایسی ہو بھی تو اس کی فوری ضرورت کیا پیش آگئی ہے کہ اسے چند روز مؤخر نہیں کیا جاسکتا ...... حضرت شاہ جی کچھ دیر تو انتہائی معصومیت

اور بے چارگی کے انداز میں مولانا شبیر احمد صاحب کی طرف دیکھتے رہے، پھر فرمایا:

"بھائی ٹھیک کہتے ہو، لیکن یہ کتاب بھی تو اک روگ ہے، اس روگ کا کیا کروں۔" [1]

علامہ انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "مرحوم کی زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز وصف آپ کا علمی انہماک ہے، اس گوشہ میں آپ کے حیرت انگیز واقعات ان پرانی شخصیتوں سے ملتے جلتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی صرف اسی راہ میں صرف کی؛ چند ہی گھنٹے آپ کے اس انہماک اور شغف سے فارغ رہتے؛ ورنہ آپ کا ایک ایک لمحہ علمی عقدوں کو سلجھانے میں مصروف رہتا۔

مولانا ادریس (میرٹھی) نے انہی سے نقل کیا ہے کہ: "میں ہر وقت فکر علم میں مستغرق رہتا ہوں بجز ان اوقات کے جب نیند کا شدید غلبہ ہو۔" [2]

امام الہند، وابن تیمیۃ الہند ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ:

عربی اور اردو ادب کا بے مثال ادیب، شیریں سخن، خوئے مرنجا مرنج اور بذلہ سنج خطیب، عالم لاثانی، شیر ربانی؛ ہندوستان کا ابن تیمیہ، میدان صحافت کا مرد جرار اور تصنیف و تالیف میں قلم کا شہسوار، خطابت کا بادشاہ، سیاست کا امام جناب مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ۔

ایک عرب معاشرہ میں جنم لینے والے بچے نے عجم معاشرہ میں اتنا مقام کیسے پیدا کرلیا، اس کے لیے ہم انہی کی زبانی معلوم کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر انسان اپنے معاملات کا زیادہ واقف اور عالم ہوتا ہے۔ اپنے ذوق وشوق مطالعہ کے متعلق خود فرماتے ہیں: "لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں، مگر بارہ تیرہ برس کی عمر میں میرا حال یہ تھا کہ کتاب لے کر کسی گوشے میں جا بیٹھتا، اور کوشش کرتا کہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رہوں ...... والد مرحوم میرے اس شوق علم سے خوش ہوتے مگر فرماتے: "یہ لڑکا اپنی تندرستی بگاڑ دے گا۔ معلوم نہیں کہ جسم کی تندرستی بگڑی یا سنوری، مگر دل کو ایسا روگ لگا کہ پھر کبھی پنپ نہ سکا۔" [3]

---

[1] متاع وقت/ ۲۴۸ [2] دیکھیں: متاع وقت/ ۲۴۹)

[3] غبار خاطر ۱۳۹ بتغیر وتصریف

راہ حق میں مصائب اٹھانے میں انہوں نے قرون اولیٰ کے علما کی یاد تازہ کردی تھی۔ کئی بار جیل بھی گئے ؛ وہ جیل میں اپنے معمولات کے بارے میں ایک خط میں لکھتے ہیں:

’’چونکہ زندگی کے معمولات میں وقت کی پابندی کا منٹوں کے حساب سے عادی ہوگیا ہوں، اس لیے یہاں بھی اوقات کی پابندی کی رسم قائم ہوگئی۔ زندگی کی مشغولیات کا وہ تمام سامان جو اپنے وجود کے ساتھ باہر تھا، اگر چھن گیا تو کیا مضائقہ؟، وہ تمام سامان جو اپنے اندر تھا، اور جسے کوئی نہیں چھین سکتا سینہ میں چھپائے ساتھ لایا ہوں۔ اسے سجاتا ہوں اور اس کی سیر اور نظاروں میں مصروف رہتا ہوں ؛ صرف دو کتابیں میرے ساتھ آ گئی تھیں، جو سفر میں دیکھنے کے لیے رکھ لی تھیں۔ اسی طرح دو چار کتابیں بعض ساتھیوں کے ساتھ آئیں، یہ ذخیرہ بہت جلد ختم ہوگیا، اور مزید کتابیں منگوانے کی کوئی راہ نہیں نکلی۔ کاغذ کا ڈھیر میرے ساتھ ہے، اور روشنائی کی احمد نگر کے بازار میں کمی نہیں۔ تمام وقت خامہ فرسائی میں خرچ ہوتا ہے۔‘‘ ❶

اپنی عمر رفتہ کے متعلق فرماتے ہیں: ’’جتنی زندگی گزر چکی ہے گردن موڑ کر دیکھتا ہوں تو ایک نمود غبار سے زیادہ نہیں، اور جو کچھ سامنے ہے وہ بھی جلوۂ سراب سے زیادہ نظر نہیں آتا...... اس پر بھی اگر داستان سرائی کا شوق ہو تو ان پورے تیس برسوں کی سرگزشت سن لیجیے ...... ’’ایک صبح امید تھی جو دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی۔‘‘ ❷

طبیعت ایسی تھی کہ جو بات کسی سے ایک بار کہتے ، مان لی جائے تو بہتر ؛ ورنہ خاموش رہتے ؛ اور یہ پریشانی بھی محض اپنے ہی سر لے لیتے۔ مطالعہ کی عادت مرتے دم تک برقرار رہی۔ صرف مطالعہ ہی نہ کرتے ، بلکہ جو بات حق سمجھتے اسے تحریر وتقریر کے ذریعے لوگوں تک بھی پہنچاتے۔ اور تحریر میں اللہ تعالیٰ نے اس کمال سے نوازا تھا جو بہت کم لوگوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔ آپ کی قوتِ تحریر پر تذکرہ ، غبار خاطر ، ام الکتاب ، اور ترجمان القرآن کے

❶ غبار خاطر / ۱۴۵.
❷ متاع وقت / ۲۵۹.

علاوہ آپ کی زیر ادارت شائع ہونے والا مجلّہ الہلال بہترین شاہد ہیں۔ شورش کاشمیری عطاء اللہ شاہ بخاری اور آپ کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’امام الہند کتابوں کے دیوانے تھے ، اور شاہ جی کتاب اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔‘‘

لیکن شاہ جی کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم وحکمت ، تدبر وفراست ، صدق ووفا ، جہد صفا ، عزم واستقامت ، منزلت وکرامت ، قوت استدلال اور جوش خطابت ، اور رسول اللہ ﷺ کی وہ سچی اور خالص اور پختہ محبت عطا کی تھی کہ بڑے بڑے نامور اور صاحب علم اس سے محروم رہے۔ اور آپ وقت کے طاغوت اور اس کے چیلوں کے سامنے کچھ اس عزم سے ڈٹ گئے کہ حالات کا دھارا بدل دیا ، اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس اور ختم نبوت کی حفاظت کا حق ادا کردیا۔ اور اپنی حیاتِ فانی کو ایسے بقائے دوام بخشا کہ ہر لمحہ حیات کو ختم نبوت کی حفاظت کے لیے وقف کردیا تھا۔ وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں: ’’میری زندگی کا ایک حصہ ریل میں ، ایک جیل میں ، اور ایک حصہ خطابت میں گزرا ہے۔‘‘

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

ان ہی لوگوں نے حالات کا رخ بدل دیا۔ آج ایک دنیا انہیں اچھے لفظوں سے یاد کرتی ہے۔ گاندھی نے نہ صرف مولانا کی تعریف کی، بلکہ آپ کی شاگردی اختیار کی، چنانچہ اس نے اعتراف کیا ہے کہ میں پولی ٹکس (سیاست) نہرو سے اور تاریخ ابوالکلام سے سیکھتا ہوں۔ ❶

میں کہتا ہوں: گاندھی کا یہ اعتراف اس لحاظ سے محل نظر ہے کہ وہ سیاست نہرو سے سیکھا کرتا تھا، کیونکہ ہندو سیاست میں امن وامان کہاں، جس امن وشانتی کا وہ پرچار کرتا تھا؛ یہ بھی بالکل مولانا سے اسلامی تعلیمات اور تاریخ کے ساتھ سیکھا ہوگا؛ مگر اس کا کھل کر اقرار نہ کیا۔

اپنی انوکھی اور نادر خواہشات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❶ بوئے گل نالۂ دل دُودِ چراغ محفل

"میں آپ کو بتلاؤں میرے تخیل میں نشاطِ زندگی کا سب سے بہتر تصور کیا ہوسکتا ہے؟ جاڑے کا موسم ہو، اور جاڑا بھی قریب قریب نقطۂ انجماد کا؛ رات کا وقت ہو، آتش دان میں اونچے اونچے شعلے بھڑک رہے ہوں؛ اور میں کمرے کی ساری مسندیں چھوڑ کر اسکے قریب بیٹھا ہوں، اور پڑھنے یا لکھنے میں مشغول ہوں۔" ❶

امام علامہ بن باز رحمہ اللہ:

عالم عرب کے نامور عالم دین، اپنے وقت کے امام اور مجتہد علامہ بن باز رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی زندگی کے کئی شاندار پہلوؤں میں ایک یہ بھی تھا کہ آپ وقت کی قیمت کا بہت احساس کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر آپ وضو کررہے ہوتے تو اس حالت میں بھی ان کے شاگردان سے مختلف مسائل سمجھ اور پوچھ رہے ہوتے۔

آپ کے دن کی ابتدا فجر سے دو گھنٹے پہلے ہوتی۔ اس وقت بیدار ہوکر جتنا اللہ کو منظور ہوتا تہجد ونوافل ادا کرتے۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک دروس میں مشغول رہتے۔ اشراق کے وقت گھر آتے، اور پھر حکومتی امور نبھانے کے لیے دفتر چلے جاتے۔ ظہر کے وقت علما اور طلبہ کی ایک جماعت کے ہمراہ دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے گھر تشریف لاتے۔ عصر تک طلبہ کے سوالات کے جوابات دیتے اور ان کے مسائل حل کرتے۔ عصر سے مغرب تک درس دیتے۔ مغرب سے عشاء تک عام لوگوں کے مسائل سننے اور حل کرنے کے لیے بیٹھتے؛ اور عشاء کے بعد ایک خصوصی مجلس بیرون ملک سے آنے والے مفتیان کرام، علما اور طلبہ کے ساتھ خاص ہوتی۔ اس کے بعد گھر تشریف لاتے، اہل خانہ کو تعلیم دیتے، ان کے مسائل سنتے، ضروری ہدایات دیتے، وعظ ونصیحت کرتے، اور پھر سوجاتے۔ آپ کا یہ معمول ہمیشہ رہا۔ ان کے ایک شاگرد (سفر وحضر کے ساتھی) محمد موسیٰ کا کہنا ہے: شیخ رحمہ اللہ نے کبھی بھی سفر یا حضر میں ایک منٹ بھی بلا مقصد صرف نہیں کیا۔ اگر جدہ، طائف یا کسی اور طرف سفر کا ارادہ کرتے، تو

❶ غبار خاطر / ۱۷۲.

جہاز پر سوار ہونے سے لے کر اترنے تک کا سارا وقت مصروفیت میں گزرتا۔ دو تین آدمی بار بار آپ کو کتاب پڑھ کر سناتے؛ پڑھنے والے تھک جاتے، مگر شیخ ویسے ہی چست اور ہشاش بشاش رہتے۔ کسی شاعر نے ان کے بارے میں کہا ہے:

وَزُهْدُهُ فِي الدُّنْيَا لَوْ أَنَّ ابْنَ أَدْهَمَ
رَآهُ أَرْتَأَى فِيهِ الْمَشَقَّةَ وَالْعُسْرَا
وَكَمْ رَامَتِ الدُّنْيَا تَحِلُّ فُؤَادَهُ
فَأَبْدَى لَهَا نُكْراً وَأَوْسَعَهَا هِجْراً

شاید ایسی ہی نابغہء روزگار ہستیوں کے بارے میں کسی نے کہا ہے:

دیے سے جلنے لگے زیست کے دھندلکوں میں
یہ کس کے روئے درخشاں کی یاد آئی

جاحظ:

انسان سیرت سے بنتا ہے نہ کہ صورت سے۔ ایک شاعر نے اسے بڑے دلکش و دل نشین پیرائے میں یوں بیان کیا ہے:

يَا خَادِمَ الْجِسْمِ كَمْ تَسْعٰى لِخِدْمَتِهٖ
وَتَطْلُبُ الرِّبْحَ بِمَا فِيهِ خُسْرَانٌ
عَلَيْكَ بِالنَّفْسِ فَاسْتَكْمِلْ فَضَائِلَهَا
فَأَنْتَ بِالنَّفْسِ لَا بِالْجِسْمِ إِنْسَانٌ

"اے جسم کے خادم! تو اس کی خدمت میں کتنا لگا رہے گا؟ اور تو ایسی چیز سے فائدہ طلب کرتا ہے جس میں نقصان ہے۔ تم اپنے نفس کے فضائل مکمل کرو؛ کیونکہ تم نفس کی وجہ سے انسان ہو نہ کہ جسم کی وجہ سے۔"

جاحظ کی صورت ایسی تھی کہ ان سے بچوں کو ڈرانے کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ خلیفہ متوکل نے ان کی شکل کی وجہ سے انہیں اپنے بچوں کا استاد مقرر کرنے سے انکار کردیا تھا۔ ان کی شکل

کے متعلق ہی ایک اور قصہ مشہور ہے۔ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ اچانک گر پڑے۔ لوگ جمع ہوگئے، اور بڑے غور سے دیکھنے لگے؛ جاحظ کو اس بات پر بہت غصہ آیا، نہ مدد، نہ غمخواری، کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ بولے:

((مَا لَكُمْ تَكَأْكَأْتُمْ إِلَيَّ كَتَكَأْكُئِكُمْ عَلَى ذِيْ جِنَّةٍ، اِفْرَنْقِعُوْا عَنِّي۔ " قَالُوْا: دَعْوهُ؛ فَإِنَّ شَيْطَانَهُ يَتَكَلَّمُ بِالْهِنْدِيَّةِ.))

''تمہیں کیا ہوگیا ہے، تم مجھ پر ایسے تاڑ جھانک رہے ہو جیسے کسی پاگل کیساتھ کیا جاتا ہے؟ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ (یہ الفاظ اتنی بلاغت اور بلا کے ادب کے تھے کہ اصل عرب بھی ان کا معنی نہ سمجھ سکے، اور) کہنے لگے: ''اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو، اس کا شیطان ہندی زبان میں بات کر رہا ہے۔'' اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔''

عربی کے بڑے پائے کے ادیب تھے۔ وقت شناسی کا عالم یہ تھا کہ ہر وقت مطالعہ میں مشغول رہتے۔ کرایہ پر کتابیں لے کر رات بھر مطالعہ کرتے، اور جب کوئی کتاب اٹھاتے، اسے ختم کرنے تک نہ رکھتے تھے۔ عربی ادب کے اس وسیع مطالعہ کے بعد ایک لافانی ذخیرہ "البیان والتبیین، کتاب الحیوان؛ اور "کتاب البخلاء" کی شکل میں آنے والوں کے لیے چھوڑا۔ آخری عمر میں فالج کا حملہ ہوگیا، لیکن پھر بھی مطالعہ میں غرق رہتے تھے۔ ایک دن ایسے ہی مطالعہ میں غرق تھے کہ آس پاس رکھی ہوئی کتابیں ان پر گر گئیں، مفلوج جسم کی وجہ سے اس بوجھ کے نیچے سے نکل نہ سکے، اور وہیں جان دے دی۔

میرزا اسداللہ خان غالب:

اردو شعر ونثر کا بے تاج بادشاہ، میدان کتابت میں قلم کا شہسوار، اور ایسا شاعر و ادیب کہ قومیں بہت کم ایسے لوگوں کو جنم دیتی ہیں، اور غالبًا کسی دوسرے ادب میں ان کا ہم پلہ کوئی نہ ہوگا۔ روزانہ خط و کتابت ان کا محبوب مشغلہ تھا، اور یہی آج ان کا ایک علمی ورثہ ہے۔ انہوں نے جس محنت سے یہ مقام حاصل کیا، اس میں ان کی ذاتی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔

مکتوب نویسی نے اس کام میں ان کی بہت مدد کی۔ مراسلہ نگاری کا انہیں ایسا شوق تھا کہ جب تک دن کے دو چار گھنٹے اس شغل میں بسر نہ ہوں، چین نہ پڑتا تھا، دلی کی بربادی کے بعد کا ان کا حال ان کی ہی زبانی سنیے، لکھتے ہیں: ''میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں، یعنی جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جو اطراف وجوانب سے دو چار خط نہ آرہے ہوں بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دوبار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو، ایک دو شام کو۔ میری دل لگی ہو جاتی ہے۔''

یہی مسلسل مطالعہ کتب اور کار آمد خط و کتابت وہ چیز ہے جس نے غالب کے نام کو صد احترام کے ساتھ زندہ رکھا ہے۔ ورنہ ان کی غربت کا یہ عالم تھا کہ لکھتے ہیں: ''یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں، مخلوق کا کیا ذکر۔ کچھ بن نہیں آتی۔ آپ اپنا تماشائی بن گیا ہوں۔ ...... آیئے نجم الدولہ بہادر! ایک قرض دار کا گریبان میں ہاتھ اور ایک قرض دار بھوگ سنا رہا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں، جی حضرت نواب صاحب! آپ سلجوقی اور افراسیابی ہیں، یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے؟ کچھ تو اکسو، کچھ تو بولو۔ بولے کیا...... بزاز سے کپڑا، صراف سے دام لے جاتا ہے، اور کبھی یہ بھی سوچتا ہے کہاں سے دوں گا۔'' خود ہی کہتے ہیں:

بھرم کھل جائے ظالم! تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرہ پر پیچ وخم کا پیچ وخم نکلے

ایک اور شعر:

بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

اور شاید انہی کے متعلق کسی نے کہا تھا:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اس سے میری مراد وہ لوگ ہیں جن کو ہم اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اپنا تو نہیں کہہ سکتے، اور نہ ہی ان کے لیے کسی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں۔

لیکن چونکہ ان لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی محنت وکوشش کے بدلہ میں وہ مقام عطا کیا، جو ان کی جدو جہد کے لائق تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دستور یہ ہے کہ کسی کی محنت ضائع نہیں ہوتی۔ وہ لوگ اب ہم میں موجود تو نہیں ہیں، مگر اپنی یادیں چھوڑ گئے، اور آج بھی دنیا ان کی محنت کے ثمرات سے مستفید ہو رہی ہے۔ اور ہر دور میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں جو صحیح معنوں میں کسی بامقصد کام کے لیے اپنے اوقات کو خرچ کرتے ہیں۔ کافر اپنی وقت شناسی کی وجہ سے جو مقام اور ترقی پا رہا ہے حقیقت میں اس کا صحیح حقدار تو مسلمان ہی تھا۔ ذیل میں دو تین واقعات صرف مسلم نوجوانوں کی غیرت کو بیدار اور ان میں احساس ذمہ داری پیدا کرنے کے لیے ذکر کیے جا رہے ہیں۔

پروفیسر آرنلڈ اور علامہ شبلی:

یہ واقعہ وقت کی قدر کے لیے اپنے اندر ایک گہرا سبق رکھتا ہے۔ علامہ شبلی اپنے سفرنامہ ”روم ومصر وشام“ میں لکھتے ہیں:

”صبح کو میں سوتے سے اٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا: جہاز کا انجن ٹوٹ گیا ہے، میں نے دیکھا تو واقعی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے ہوئے پھر رہے تھے، انجن بالکل بیکار ہو گیا تھا، اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا؛ میں سخت گھبرا گیا اور دل میں سخت ناگوار خیال آنے لگے، ...... اس اضطراب میں، میں اور کیا کر سکتا تھا، دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا، وہ اس وقت نہایت اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے، میں نے ان سے کہا: آپ کو کچھ خبر بھی ہے؟...... بولے: ہاں! انجن ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے کہا:

آپ کو کچھ اضطراب نہیں؟ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا موقع ہے؟ فرمایا: ......”اگر جہاز کو برباد ہی ہونا ہے، تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے، اور ایسے قابل قدر وقت کو رائیگاں کرنا بالکل بے عقلی ہے۔ ان کا استقلال دیکھ کر مجھے اطمینان نصیب ہوا۔“ ❶

ایڈیسن:

یہ ایڈیسن کون ہے؟ جس نے بجلی کا بلب ایجاد کیا۔ اور گراموفون بھی اسی کی ایجاد ہے۔ اس نے سکول چھوڑ دیا تھا۔ کیوں کہ اس کے استاذ نے کہا تھا کہ تم پڑھنے کے اہل نہیں ہو۔ اس کی ماں یہ سننے کے بعد پریشانی کے عالم میں سکول گئی تاکہ مدرس سے براہ راست بات کر سکے۔ اور اسے یہ بات بتائے کہ تم اپنی بات کے انجام سے لاعلم ہو۔ اور اس کا بیٹا اس سے بڑھ کر ذہین ہے۔ پھر اسے واپس لے آئی، اور گھر میں اسے تعلیم دینی شروع کی۔ اسے وہ دنیاوی اور مادی علوم سکھائے جو اس کے لیے ثمر آور ثابت ہو سکتے تھے۔ اس انسان کے اسکول سے نکال دیے جانے کی وجہ سے حوصلے پست نہیں ہوئے، بلکہ وہ پوری بلند ہمتی کے ساتھ منزل کی جانب رواں دواں رہا۔ اور آخر کار اس نے تجربات کرنے شروع کر دیے تاکہ وہ بجلی پیدا کر سکے۔ روزانہ اٹھارہ سے بیس گھنٹے کام کی اوسط سے اس نے نو ہزار تجربات کیے، لیکن ہمت نہیں ہاری۔ آخر کار تقریباً پچاس ہزار تجربات کے بعد جن پر مجموعی طور پر تیس لاکھ ڈالر کی لاگت آئی، وہ گاڑیوں کی بیٹری اور ریلوے لائین کے اشارے ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس ایڈیسن سے پوچھا جاتا تھا: تمہاری چھٹی کب ہو گی؟ وہ کہتا: جس دن میرا جنازہ اٹھے گا اس دن چھٹی ہو جائے گی۔

أَمَـا تَـرَى الْـحَـبْـلَ بِـطُـوْلِ الْـمَـدٰى
عَـلَـى صَـلْـبِ الـصَّـخْـرِ قَـدْ أَثَّـرَا

❶ سفرنامہ روم ومصر وشام ص ١٦۔

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ رسی ایک لمبے زمانہ تک یونہی پڑے رہنے کی وجہ سے چٹان کی پشت پر اس کے نشان پڑ گئے ہیں۔"

ایڈیسن کو اتنی مشقت اور جدو جہد کے بدلے میں کیا ملا، شہرت، دولت، اور دنیا میں عزت۔ لیکن یہ سب کچھ دنیا ہی کے لیے ہے اور ادھر ہی رہ جائے گا۔ چونکہ اس کے پیچھے نہ اس کی نیک نیتی کارفرما تھی اور نہ اجر وثواب کی امید۔ اور آخرت کے ابدی اجر وثواب سے محروم رہا۔ اے کاش! کہ اس کے ساتھ اس کی نیت بھی اچھی ہوتی، مگر یہ چیزیں تو ہمیں دین اسلام بتاتا ہے، اور وہ اسلام سے محروم اور بہت دور تھا۔ (دیکھئے: اشارات فی الطریق، ص ۵۵)

فرینک لن:

ایک انتہائی محنتی اور انتھک کام کرنے والا، اوقات کا بے حد پابند تھا، وہ اپنی زندگی کا ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتا تھا۔ سونے اور کھانے کے لیے انتہائی کم سے کم وقت خرچ کرتا۔ جب وہ بچہ تھا اس نے اپنے والد کو دیر تک کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے دیکھا، کہ وہ ہر پیالہ پر برکت کی دعا مانگ رہا تھا۔ فرینکلن نے گھبرا کر اپنے والد سے پوچھا: آپ برکت کی یہ دعا تمام پیالوں پر ایک دم ہی ہمیشہ کے لیے نہیں مانگ سکتے، اس طرح بہت سا وقت بچ جائے گا۔ اس آدمی نے اپنی سب سے عمدہ تصنیف جہاز میں سفر کے دوران لکھی۔

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل
تو بے شبہ گھس جائے پتھر کی سل

گاندھی جی:

گاندھی جی وقت کے انتہائی پابند تھے۔ اور اس معاملہ میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور نہ کسی طرح کی ملامت کا خوف دل میں رکھتے تھے۔ وقت پر عبادت، وقت پر ملاقات۔

علامہ شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

"گاندھی جی وقت کے بڑے پابند تھے۔ ایک بار حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری نے ملنے کے لیے وقت لیا؛ میں بھی ساتھ تھا۔ وقت بہت مختصر تھا۔ جب مجلس

شروع ہوئی تو گاندھی جی نے سورت اخلاص کے متعلق کچھ سوال کیا؛ شاہ صاحب اس کے جواب میں کافی تفصیل میں چلے گئے۔ میں نے یاد دلایا، شاہ جی ہم فلاں کام کی غرض سے آئے ہیں، وقت پورا ہوگیا تو گاندھی جی چلے جائیں گے۔ شاہ صاحب فرمانے لگے: بابا کوئی بات نہیں گاندھی جی اپنے آدمی ہیں، ہمارا خیال رکھیں گے؛ اور بے تکلفی کی باتیں شروع کر دیں۔ جب وقت پورا ہوگیا، گاندھی جی اٹھے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے عبادت خانے میں چلے گئے، اور ہم بیٹھے دیکھتے ہی رہ گئے۔"

دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نہ جانے کتنے ہیں:

یہ تو چند علما؛ اصحابِ فکر اور شعرا کا تذکرہ تھا، تفصیل سے بیان کا یہ موقع نہیں۔ اگر مختصراً ان کے علاوہ دیگر علماء کی حیات پر نظر ڈالیں گے تو ایک عالم عجائب ملے گا، اپنی ہمتوں اور ضیاع وقت کو دیکھ کر ان کی خدمات کا یقین تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔

- ابن شاہین رحمہ اللہ نے حدیث، تاریخ، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم میں کئی ایک تصانیف چھوڑی ہیں۔ حدیث میں "المسند" پندرہ سو اجزاء، اور تفسیر ایک ہزار اجزا پر مشتمل ہے۔
- دیباج الذہب میں ہے: "قاضی ابو بکر محمد بن طیب الباقلانی رحمہ اللہ ہر رات چالیس رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے؛ اور زبانی اپنی یادداشت سے جب تک پینتیس صفحات لکھ نہ لیتے تب تک نہ سوتے؛ اس طرح وہ سال میں کل ۱۲۶۰۰ صفحات لکھا کرتے تھے۔
- ابو محمد علی بن حزم رحمہ اللہ نے اسی ہزار اوراق پر مشتمل چار سو مجلد تحریر کیے۔
- طبقات السبکیہ میں ہے: "امام عبد الرحمن بن ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے تفسیر، حدیث، تاریخ اور فقہ میں کئی ایک کتب تحریر کیں، جن میں سے صرف ایک مسند حدیث میں ایک ہزار اجزا پر مشتمل ہے۔
- مولانا عبد الحئی رحمہ اللہ لکھنوی ۳۹ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے، اس کم عمری کے باوجود ان کی مؤلفات کی تعداد ایک سو دس سے تجاوز کرتی ہے، جن میں سے بعض

کئی ایک جلدوں پر مشتمل اور انتہائی اہم موضوعات کے متعلق ہیں۔

❀ المنحل الصافی میں ہے: علامہ زاہد البخاری نے ایک سو جلد پر مشتمل ایک تفسیر لکھی ہے۔

❀ امام ابو یوسف عبد السلام قزوینی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "حدائق ذات بهجة" تین سو جلدوں میں لکھی ہے۔

❀ ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ نے "انوار الفجر" کے نام سے ایک تفسیر اسی ہزار اوراق پر مشتمل لکھی ہے جس کے دو سو مجلد بنتے ہیں۔

❀ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تین سو مجلد کی تفسیر لکھی جو کہ اب نایاب ہے۔

❀ علامہ ابو حامد اسفرائنی رحمہ اللہ مشہور عالم اور مناظر تھے، انتہائی فقر وفاقہ میں ابتدائی زندگی گزری۔ ایک گھر کی پاسبانی کرتے، اور جو تیل پاسبانوں کو ملتا تھا، اس کو جلا کر مطالعہ کرتے تھے، اور آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ سات سو فقیہ ان کی مجلس درس میں سبق پڑھتے تھے۔

❀ حجاج بن شاعر خلیفہ مامون کے دور میں ترجمہ کے کام پر مامور تھے۔ ان کا تعلیمی زمانہ اتنا ناگوار اور خشک گزرا ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ سو روز تک متواتر ایک روٹی دجلہ کے پانی سے بھگو لاتا اور پیٹ بھرتا۔" [1]

❀ علامہ عبد اللہ بن سادہ اپنے زمانہ کے مشہور ذی علم بزرگ تھے۔ اشبیلیہ میں جلد سازی کر کے گزارا کرتے تھے۔

❀ حافظ محمد بن حارث رحمہ اللہ جن کی فن تاریخ میں کئی کتابیں ہیں، وہ اس قدر مفلس تھے کہ دکان میں تیل فروخت کر کے گزر بسر کرتے تھے۔ [2]

❀ فن حدیث کے عالی المرتبت امام ابو حاتم رازی چودہ برس تک حصول علم کی خاطر بصرہ میں

❶ العلم والعلماء / جھنڈا نگری ۳۵۔

❷ تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۲۰۹۔

رہے۔ تنگ دستی کی یہ حالت تھی کہ ایک بار تو اپنے کپڑے تک بیچ کھائے۔ [1]

❀ امام طبرانی رحمہ اللہ نے تیس برس تک صرف بوریے پر سو کر گزارا کیا، اور اس بلند مقام تک پہنچے جس کا اعتراف دنیا کرتی ہے۔ [2]

❀ امام ابو بکر رحمہ اللہ سکاف موچی تھے، شمس الائمہ سرخسی حلوائی تھے؛ ابن سیرین بزاز تھے ایوب سختیانی چرم کے سوداگر تھے۔ مالک بن دینار کاغذ فروش تھے۔ [3]

❀ حضرت عامر بن قیس رحمہ اللہ ایک زاہد تابعی تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: "آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔" انہوں نے جواب دیا: "تو پھر سورج کو بھی ٹھہرا لو۔" یعنی زمانہ تو ہمیشہ متحرک رہتا ہے، اور گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا ہے، اس لیے ہمیں اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیے۔

❀ شیخ محمد بن سلام البیکندی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے تھے۔ ایک دفعہ ان کا قلم ٹوٹ گیا؛ تو انہوں نے صدا لگائی: مجھ کو نیا قلم ایک دینار میں کون دیتا ہے؟۔ لوگوں نے ان پر قلموں کی بارش کر دی۔ یہ ان کی دریا دلی کا حال تھا کہ وہ ایک قلم کو ایک دینار (اس دور کی خطیر رقم) کے بدلے خرید لیتے تا کہ لکھتے لکھتے ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو، اور ان کے خیالات کا تسلسل جاری رہے۔

❀ فتح بن خاقان عباسی خلیفہ المتوکل کے وزیر تھے۔ وہ اپنی آستین میں کوئی نہ کوئی کتاب رکھتے تھے۔ اور جب انہیں سرکاری کاموں سے ذرا فرصت ملتی تو آستین سے کتاب نکال کر پڑھنے لگ جاتے۔

❀ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ یتیم تھے۔ چودہ سال کی عمر میں علم حاصل کرنا شروع کیا تو اپنا خرچہ خود ہی چلانا پڑتا تھا جس کے لیے آپ رفو گری کا کام کرتے تھے۔ ایک بار بڑے میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے حصول علم کے لیے

❶ العلم والعلماء: ۳۹۔

❷ تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۱۲۸۔

❸ العلم والعلماء ۴۱-۴۲۔

جارہے تھے، اسٹیشن پر جوتی گم ہوگئی۔ ایک عرصہ تک ننگے پاؤں رہے۔ دوسری جوتی کا بندوبست نہ ہوسکا۔ [1]

❀ اور موجودہ دور کے عظیم الشان محدث اور عالم ربانی علامہ البانی رحمہ اللہ گھڑی ساز تھے۔

ان روایات وحکایات کو بیان کرنے کا مقصد صرف اور صرف ہمت کا بڑھانا؛ حوصلہ دینا اور حوصلوں کو برانگیختہ کرنا ہے؛ اس لیے کہ کوئی بھی کام بغیر مشقت اور محنت کے انجام نہیں پاتا۔ اور سفر کیے بغیر کبھی منزلت نہیں ملتی۔ اگر ہم میں بھی کوئی کسی منزل کا خواہاں ہے تو اسے ایسے ہی محنت کرنا ہوگی جیسے ہمارے اکابر کا شیوہ رہا ہے، بقول اقبال:

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

اور بقول حالی:

بہت ہم میں اور تم میں جوہر ہیں مخفی
خبر کچھ نہ ہم کو نہ تم کو ہے جن کی
تو ہو جائیں گے مل کے مٹی میں مٹی
اگر جیتے جی کچھ نہ ان کی خبر لی
یہ جوہر ہیں ہم میں امانت خدا کی
مبادا تلف ہو ودیعت خدا کی

مشاہیر زمانہ اور وقت:

ابن جوزی نے اپنے لختِ جگر کے نام ایک نصیحت نامہ "لفتة الكبد فى نصيحة الولد" کے نام سے لکھا ہے، جس میں وقت کے اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

'' بیٹے! زندگی چند گھنٹوں، اور گھنٹے چند گھڑیوں سے عبارت ہیں، زندگی کا ہر سانس گنجینۂ الٰہی ہے، ایک ایک سانس کی قدر کیجیے کہ کہیں بغیر فائدہ کے نہ

[1] العلم والعلماء ۳۸.

گزرے، تاکہ کل قیامت میں زندگی کا دفینہ خالی پاکر اشکِ ندامت نہ بہانے پڑیں، ایک ایک لمحہ کا حساب کریں کہ کہاں صرف ہورہا ہے، اور اس کوشش میں رہیں کہ ہر گھڑی کسی مفید کام میں صرف ہو، بیکار زندگی گزارنے سے بچیں، اور کام کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ آگے چل کر آپ وہ کچھ پاسکیں جو آپ کے لیے باعث مسرت ہو۔'' [1]

حضرت شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں کسی عزیز کو لکھتے ہیں:

'' میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھاتا ہوں کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' [2]

انہی کا ایک واقعہ ابن الحسن عباسی نے نقل کیا ہے کہ: وہ اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

'' بسا اوقات رات دن میں ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ سونا نصیب نہیں ہوتا تھا، اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ بلکہ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی کھانا یاد نہ رہی، عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا تھا، تو اس وقت یاد آتا کہ دوپہر کی روٹی نہیں کھائی، اور رات کو کھانے کا معمول تو اس سے پہلے ہی چھوٹ گیا تھا، تیس پینتیس گھنٹے روٹی کھائے ہوئے گزر جاتے ہیں۔'' [3]

شیکسپیئر کہتا ہے: '' میں نے وقت برباد کیا، اور اب وقت مجھے برباد کررہا ہے (مجھ سے انتقام لے رہا ہے)۔''

"k HAVE WASTED THE TkME, NOW THE TkME kS WASTkNG ME."

بس یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے وقت کی قدر کو جانا، اور اس سے فوائد حاصل کرنے کے لیے کمر کس لی، اللہ ﷻ نے ان کے اوقات میں برکت اور ان کے مبارک ناموں اور کارناموں کو زندہ جاوید کردیا؛ اور یہی اللہ کی سنت ہے، اللہ کبھی کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتے۔

[1] متاع وقت وکاروان علم/ ۵۶.
[2] اس کا حوالہ بہار کے ڈاکٹر وسیم صاحب نے دیا ہے۔
[3] متاع وقت وکاروان علم ۳۶۔

❀ ڈاکٹر خالد احدب کہتے ہیں: ''حقیقت میں عقل فضول چیزیں ترک کرنے سے **مکمل** ہوتی ہے؛ اور جب عقل مکمل ہوتی ہے تب وقت سے صحیح فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، اور انسان اپنے شرف ومنزلت کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔ آپ جتنی بھی کوشش کریں گے کسی صاحبِ فضل آدمی کو کھانے پینے ،لباس وآرائش، ملاقاتوں اور باتوں میں نہیں پائیں گے؛ کیونکہ وہ اپنے وقت سے فائدہ حاصل کرنے میں دوسروں پر سبقت حاصل کررہا ہوتا ہے۔ اور جس نے وقت کی قیمت کو پہچان لیے وہ اپنے تمام امور میں میانہ روی اختیار کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بہت زیادہ کھانے سے نیند زیادہ آتی ہے، اور پیٹ بھر جانے سے عقل اندھا ہوجاتا ہے،اور بدن کمزور۔ پس معاملہ یہ ہے کہ ہم اپنے عقل اور دل کو فضول کاموں سے آزاد کرانا چاہتے ہیں،اور یہی ہمارا ہدف ہے۔''[1]

❀ ابن الحسن عباسی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہاں نہ اپنی مرضی سے آمد ہے، اور نہ اپنی خواہش سے جانے کا سفر؛ آنے والے کو حیات لائی، آیا، قضا جب چاہے گی، لے چلے گی، پھر کہاں اپنی مرضی سے آنا اور جانا ہوا:

لائی حیات آئے ، قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

اس راہ کے مسافر کے اختیار میں اگر کچھ ہے تو وہ آنے اور جانے کے درمیان عمر فانی کے ان لمحات کا مرحلہ ہے جس کا ظرف تعمیر وتخریب، آبادی و ویرانی اور خار وگل ہر دو کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے؛ اب یہ ہر ایک کا اختیاری معاملہ ہے کہ وہ تعمیری پہلو کا انتخاب کرکے اپنے لیے فلاح وکامیابی اور تعمیر وآبادی کا سامان کرتا ہے، یا وہ اس کے سیم وتھور کے خار زار میں قدم رکھ کر خود اپنی بربادی اور ویرانی کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ اول الذکر سعادت مندوں کا راستہ ہے، اور مؤخر الذکر محروم نصیب لوگوں کا راستہ ہے۔''[2]

[1] سوانح وتأملات فی قیمۃ الزمن ص ٦٧
[2] متاع وقت وکاروان علم ص: ۴۴

❀ **علامہ ابن رجب** نے ''منتقی الأخبار'' کے مصنف مجد الدین ابن تیمیہ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے دادا) کے متعلق لکھا ہے: ''وہ عمر عزیز کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے دیتے تھے؛ زندگی کی ایک ایک گھڑی کو کسی مفید کام میں لگانے کا اس قدر اہتمام تھا کہ کبھی تقاضے اور ضرورت سے جاتے تو اپنے کسی شاگرد سے کہتے تم کتاب بلند آواز سے پڑھو تاکہ میں بھی سن سکوں، اور وقت ضائع نہ ہو۔''[1]

ابو الوفا ابن عقیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء اور عقلاء اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی سب سے اہم پونجی جس کو بچا بچا کر استعمال کرنا چاہیے، وقت ہے۔ لمحات زندگی فراہم کرنے والا وقت در حقیقت سب سے بڑی غنیمت ہے۔ اس لیے اس کو بچا بچا کر رکھنا چاہیے کہ انسان کے ذمہ کام بہت ہیں، اور وقت بہت جلد غائب ہونے والی چیز ہے۔''[2]

مشہور فلاسفر ڈانٹے نے کہا ہے: ''ایسے سوچیں کہ یہ دن دوبارہ کبھی نہیں آئے گا، زندگی نہایت تیزی سے گزر رہی ہے،ہم اس میں ١٩ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے دوڑ رہے ہیں، آج ہمارا قیمتی ترین دن ہے، یقینی کامیابی کا دن ہے۔''

قدیم رومن لوگوں کا قول ہے کہ آج کو ہاتھ سے نہ جانے دو؛ آج کا پورا استعمال کرو۔''

آپ سوچ لیں کہ آپ بنیادی طور پر کچھ بھی نہیں، نہ ہی بدقسمت اور نہ ہی خوش قسمت۔ اور یہ دیکھیں کہ آپ کا وقت اگر سعادت مندی کے کاموں میں لگ رہا ہے تو آپ خوش قسمت ہیں، اگر ایسا نہیں تو...... پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر خوش قسمت بننے کے لیے اپنے وقت کو استعمال کرنا شروع کردیں۔ گراؤنڈ بڑا وسیع ہے اور گیند آپ کے ہاتھ میں ہے۔

❀❀❀❀
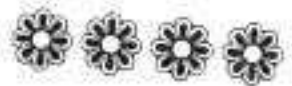
[1] طبقات حنابلہ ٢/٢٤٩.
[2] بحوالہ: متاع وقت وکاروان علم ٩٤.

فصل سوم:

دنیا کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک مقام پر بہت ہی احسن انداز میں دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کی حقیقت بیان کی ہے، فرمایا:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝﴾

(الکہف ۴۵ تا ۴۶)

’’اور آپ ان کے لیے دنیا کی زندگی کی (فنا اور ختم ہونے میں) مثال بیان کریں، جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں، اس سے زمین کا سبزہ ملا جلا نکلتا ہے، اور پھر آخر کار وہ چورا چورا ہو جاتا ہے جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں، اور اللہ ﷻ ہر ایک چیز پر قادر ہیں۔ مال اور اولاد تو دنیا کی زندگی کی ہی زینت ہیں؛ اور باقی رہنے والی نیکیاں ثواب کے لحاظ سے بہتر اور (آئندہ کی) امید کے لحاظ سے بہت اچھی ہیں۔‘‘

اور فرمایا:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ڏ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾ (طٰہٰ: ۱۳۱)

’’اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش کے لیے دے رکھی ہیں، تاکہ انہیں اس میں آزمالیں،

تیرے رب کا دیا ہوا رزق بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔‘‘

ایک بار آپ ﷺ کا گزر ایک مردہ بکری پر ہوا، جس کی ٹانگیں اوپر کی طرف اٹھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَرَوْنَ هٰذِهِ هَيِّنَةً عَلٰى صَاحِبِهَا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ عَلٰى صَاحِبِهَا، وَلَوْ كَانَتْ تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى مِنْهَا كَافِرًا شَرْبَةَ مَاءٍ)) ❶

’’کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ بکری اپنے مالک کے لیے کتنی بے وقعت ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! دنیا اس بکری کے اپنے مالک کے لیے بے وقعت ہونے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لیے بے وقعت ہے، اور اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی تک نہ ملتا۔‘‘

ایک اور مقام پر دنیا کی بے وقعتی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

• ((اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا، إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا وَّمُتَعَلِّمًا)) ❷

’’دنیا ساری کی ساری ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، مگر اللہ کا ذکر، اور جو کوئی اس سے دوستی رکھے، اور عالم اور متعلم۔‘‘

ایک موقع پر اس دنیا میں اپنی زندگی کے ساتھ انسانی کردار کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ، فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ: فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا)) ❸

---

❶ سنن ابن ماجة، باب: مثل الدنيا ۴۱۱۰۔ المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، ح: ۷۸۴۷۔ صحيح/ الجامع الصغير.

❷ سنن الترمذي، باب: ماجاء في هوان الدنيا على الله عزوجل، ح: ۲۳۲۲۔ حسن، ابن ماجة، باب: مثل الدنيا، ح: ۴۱۱۲۔

❸ مسلم؛ باب فضل الوضوء، ح: ۲۲۳۔ سنن الترمذي، برقم ۳۵۱۷.

''تمام لوگ صبح کرتے ہیں، سو ہر کوئی اپنا نفس بیچ ڈالتا ہے،کوئی (نیک عمل کر کے) اسے بچالیتا ہے؛ اور کوئی (برے کام کر کے) اسے ہلاک کر دیتا ہے۔''

ایک موقع پر اپنے صحابہ کو اس دنیا سے زہد اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعِدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ)) ❶

''دنیا میں ایسے ہو جاؤ جیسے کوئی پردیسی یا راہ گیر مسافر، اور اپنے آپ کو اہل قبور (مرنے والوں) میں شمار کرو۔''

شبنم کی طرح پھولوں پہ رو اور چمن سے چل
اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے

ایک آدمی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا؛ وہ ان کے گھر میں ادھر ادھر غور سے دیکھنے لگا؛ اور پھر کہا: ''اے ابو ذر! آپ کا سامان منزل کہاں ہے؟ فرمایا: ہمارے دوسرے گھر میں جس کی طرف ہم جانے والے ہیں۔ وہ آدمی کہنے لگا: جب تک آپ یہاں ہیں، گھر میں کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیے؟ فرمایا: گھر کا مالک ہمیں یہاں رہنے نہیں دیتا۔'' ❷

شاعر کہتا ہے:

وَمَا الْمَالُ وَالأَهْلُوْنَ إِلاَّ وَدِيْعَةٌ
وَلا بُدَّ يَوْماً أَنْ تُرَدَّ الْوَدَائِعُ

''اموال اور اہل خانہ کی حقیقت اتنی ہے کہ یہ ایک امانت ہیں، اور ایک دن اس امانت کو ضرور واپس کرنا ہے۔''

---

❶ البخاري مع الفتح ؛ باب: قول رسول الله ﷺ: كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل؛ ح: ٦٠٥٣۔

❷ جامع العلوم والحكم ٣٣٢۔

دنیا ایک حسین خواب گاہ اور ختم ہونے والا سایہ ہے۔ تھوڑی دیر ہنسنا پھر بہت زیادہ رونا؛ چند ایک دن کی خوشی اور پھر مہینے اور سال غم کے۔ تھوڑا فائدہ اور بہت سارا دھوکہ۔ یہ سب اس دنیا کی نیرنگیاں ہیں۔ کوئی انسان ساری زندگی منزل کی جستجو کرتا ہے؛ مگر منزل پانے والے کوئی اور لوگ ہوتے ہیں:

نیرنگیٔ زمانہ کو عبرت سے دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

دنیا کی خوشی میں کئی گنا زیادہ شر چھپا ہوتا ہے، اور جو اس سے دھوکہ کھا جائے وہ نقصان میں ہے:

أَحْلامُ نَوْمٍ أَوْ كَظِلٍّ زَائِلٍ
إِنَّ اللَّبِيْبَ بِمِثْلِهَا لا يُخْدَعُ

''یا تو نیند کا خواب ہے، یا ختم ہونے والا سایہ، اور عقلمند انسان ایسی چیزوں سے دھوکہ نہیں کھاتا۔''

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرف محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَذُقْ طَعْمَ الْحَيَاةِ فَإِنِّي أَخْبَرْتُهَا
وَسِيْقَ إِلَيَّ عَذْبُهَا وَعَذَابُهَا
وَمَا هِيَ إِلاَّ جِيْفَةٌ مُسْتَحِيْلَةٌ
عَلَيْهَا كِلابٌ، هَمُّهُنَّ اجْتِذَابُهَا
فَإِنْ تَجْتَنِبْهَا عِشْتَ سِلْماً لأَهْلِهَا
وَإِنْ تَجْتَذِبْهَا نَاهَشَتْكَ كِلابُهَا

''اور جو کوئی زندگی کا مزہ چکھے میں اسے بتانا چاہتا ہوں۔ میرے لیے اس کے خوشگوار اور ناخوشگوار ہر طرح کے حالات مہیا کیے گئے۔ دنیا ایک لاحاصل

مردار کے سوا کچھ بھی نہیں، جس پر مسلط کتے اسے نوچ رہے ہیں، اگر تم ان سے دُور رہو گے، تو سلامت رہو گے، اور اگر تم بھی اس کو کھینچو گے، تو تمہارے ساتھ کتوں کی لڑائی ہوگی۔"

کامیاب ہے وہ طالب علم جس نے امتحان سے قبل اس کی تیاری کی؛ اور وہ انسان جس نے قبر سے قبل اس کی تیاری کی۔ ناکام ہے وہ آدمی جو سال بھر کھیل کود میں گزار کر امتحان میں چلا گیا، ناکامی اور حسرت وملامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس کا ازالہ دوسری بار امتحان دیکر ممکن ہے۔ بہت ہی نقصان میں ہے وہ شخص جس نے زندگی کے امتحان کا پہلا اور آخری چانس خراب کر کے ہمیشہ کے لیے ملامت اور حسرت مول لے لی۔

انسان دنیا میں پڑ کر اپنے نفع ونقصان، حقوق اور واجبات سے غافل ہوگیا ہے؛ اچھے اور برے کی تمیز ختم ہوگئی ہے۔ خوب کو زشت اور زشت کو خوب جانا جانے لگا ہے۔

جادۂ دانش:

جو یہ بات جانتے ہیں کہ جب انسان اللہ کا بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا کو اس کا غلام بنادیتے ہیں، اور دنیا خود اس کے پاس ہر ایک خوشی اور راحت لیے چل کر آتی ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ:

- وہ انسان کیوں کر سعادت مندی حاصل کرسکتا ہے جو عبادت الٰہی کی لذت سے محروم ہوگیا ہو۔
- وہ کیسے خوشی اور راحت پاسکتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے رب سے برسرِ پیکار ہو؟
- خوشی وسرور کی امید گناہ و فجور کے ساتھ خیال محال ہے اور زندگی کی حقیقی لذت خواہشات کی پیروی میں ناممکن ہے۔
- جیسے آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہوسکتے، ایسے ہی ایمان ونفاق جمع نہیں ہوسکتے۔ اگر ایمان غالب آئے گا تو نفاق کو ختم کردے گا، اور اگر نفاق غالب آگیا تو ایمان ختم ہوجائے گا۔
- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ (الاحزاب: ٤)

"اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں بنائے (کہ نافرمانی اور اطاعت ایک ہی لمحہ میں ممکن ہو)۔"

- انسان کے لیے ہدایت وگمراہی، خوش بختی و بدبختی، شکر وکفر (ناشکری) کی راہیں واضح ہیں جن پر چلنے کا اسے اختیار حاصل ہے:

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③﴾ (الدھر: ٣)

"بے شک ہم نے اس کو راہیں دکھادی ہیں، پس ان میں یا تو شکر گزار ہیں یا ناشکرے۔"

- دنیا کی یہ گرمی جس سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ عارضی ہے۔ ہاں یہ گرمی عارضی ہے، اور اس کا ازالہ بھی ممکن ہے۔ ہم پنکھا، ائیر کنڈیشنر، روم کولر، ٹھنڈے مشروب استعمال کرسکتے ہیں؛ جو اس گرمی کو ختم کردیں؛ مگر بھول نہ جائیں اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے ملنے والی جہنم کی گرمی بہت سخت، اور بہت لمبی ہے، جس کو ختم کرنا بھی اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ممکن نہیں۔ اور اس دنیا سے کب اور کیسے چلے جائیں گے، کسی کو کچھ خبر نہیں۔ دنیا کی زندگی کی اتنی ہی حقیقت ہے کہ:

آتے ہوئے اذاں ہوئی اور جاتے ہوئے نماز
اتنے قلیل وقت میں آئے اور چل دیے

اسی حقیقت کو ایک عربی شاعر نے بڑے خوب انداز میں بیان کیا ہے:

آذَانُ الْمَرْءِ حِيْنَ الطِّفْلُ يَأْتِيْ
وَتَأْخِيْرُ الصَّلَاةِ إِلَى الْمَمَاتِ
دَلِيْلٌ أَنَّهُ مَحْيَاهُ يَسِيْرٌ
كَمَا بَيْنَ الْآذَانِ إِلَى الصَّلَاةِ

"بچے کے پیدا ہونے پر اس کے کان میں کسی کا اذان دینا، اور پھر نماز میں

موت تک کے لیے تاخیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ زندگی بہت ہی مختصر ہے، جیسے اذان اور نماز کا درمیانی وقفہ۔"

آخرت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ دنیا کے اس مختصر سے وقت میں ہم نے آخرت کی ابدی زندگی کو سنوارنے، اور اس میں فوز وفلاح پانے کا سامان کرنا ہے؛ جیسے اذان اور اقامت کے دوران نماز کے لیے تیاری کی جاتی ہے:

کر لے جو کرنا ہے ، آخر موت ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

یاد رہے کہ! دنیا عارضی ٹھکانہ ہے، یہاں سے باشاہ بھی وہ دو گز کفن لے کر جاتا ہے، گدا وفقیر کو بھی اللہ وہ کفن نصیب کردیتے ہیں۔ شاہ وگدا سارے اس مٹی کے نیچے چلے جاتے ہیں؛ پیچھے رہ جانے والے اہل وعیال ومال قبر تک ساتھ جائیں گے؛ واپس آکر چار دن سوگ منائیں گے، اگر اچھے عمل کیے ہوں گے، لوگ انہیں یاد کرکے تعریف کریں گے، جو اللہ کے ہاں کام آئے گی؛ اور اگر نہیں تو کچھ لوگ برے اعمال کی وجہ سے گالیاں اور بددعائیں دیں گے جو اللہ کے ہاں زیادہ پکڑ کا سبب بن جائیں گی۔ مگر نیک اعمال ہر لحظہ دنیا اور آخرت میں انسان کا ساتھ دیں گے؛ اور اللہ کے فضل وکرم سے ہر مشکل سے چھٹکارے کا سبب بن جائیں گے۔

لمحۂ عبرت:

گرمی سے بھاگنے والے بھول نہ جائیں کہ: "جہنم کی گرمی اور سردی اتنی سخت ہے کہ جہنم نے خود بارگاہِ الٰہی میں اس گرمی اور سردی کی شکایت کی؛ اللہ نے اسے سال بھر میں دو سانس لینے کی اجازت دی۔" ❶

ایک سانس ٹھنڈا؛ جس میں برف باری بھی آتی ہے، لوگوں کے ہاتھ پاؤں شل ہوجاتے ہیں، اور جانیں چلی جاتی ہیں۔ پس جہنم کی ٹھنڈی وادیوں کا کیا حال ہوگا؟ دوسرا: گرم سانس! یہ

❶ صحیح بخاری، ح: ۵۱۲.

دنیا بھر کی سخت ترین گرمی بھی جہنم کی ایک سانس ہے۔ اگر اس سانس کی تمازت اور حدت سے بدن جلتا ہے تو آگ اور شعلے کا عالم کیا ہوگا؟! وہ کوئلے کیسے دہکتے ہوں گے، جن میں انسان اور پتھر جل رہے ہوں گے۔ اس آگ کے ایک منظر کے متعلق اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

﴿إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ⑫ وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ⑬﴾

(الفرقان: ۱۲-۱۳)

"وہ آگ جو اپنے اندر ڈالے جانے والے مجرمین کو دور سے آتے ہوئے دیکھے گی تو لوگ غصہ کی وجہ سے اس کا بپھرنا اور دھاڑنا سنیں گے؛ اور جب یہ لوگ جہنم کی کسی تنگ جگہ مشکیں کس کر پھینک دیے جائیں گے، تو وہاں اپنے لیے موت ہی موت کو پکاریں گے۔"

اور فرمایا: ﴿فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ⑲﴾ (الحج: ۱۹)

"پس کافروں کے لیے آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے؛ اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا، (جس سے عذاب اور سخت ہوجائے گا)۔"

گرم پانی میں نہانے سے بھاگنے والے! ذرا اس گرم پیپ کا تصور کر جو سروں پر جہنم سے بہائی جائے گی۔ آج کروڑوں میل دور سورج کی گرمی سے بھاگ رہے ہیں، اس دن سوا میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ لوگ اس گرمی میں بمطابق اعمال پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ کوئی پاؤں تک؛ تو کوئی گردن تک۔

افسوس صد افسوس! اس انسان کے لیے ہے، جو ان باتوں کو سنتا بھی ہے، اور مرنے پر یقین بھی رکھتا ہے، اور یہ بھی مانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ کی بتائی ہوئی ہر بات سچ ہے

مگر پھر بھی وہ ان ہولناک مناظر سے نجات حاصل کرنے کے لیے تیاری نہیں کرتا؛ اور ان سب سے لاپروا ہے۔ صد افسوس ہے اس انسان پر! جو دنیا کے مکانوں میں دفاع مدنی (فائر برگیڈ) کی ہدایت پر آگ بجھانے کے تمام تر انتظامات کرتا ہے؛ مگر وہ آگ جہاں فائر برگیڈ بھی کام نہیں آئے گا، اور کوئی دوست یا رشتہ دار بھی اسے بجھانے میں مدد نہیں کرے گا، اور نہ وہ آگ بجھے گی۔ اس آگ کے ہونے پر یقین بھی رکھتا ہے؛ مگر پھر بھی دنیا کی اس مختصر زندگی میں اس آگ کو بجھانے کے انتظامات نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝۲۲﴾ (العنکبوت: ۲۲)

”اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوست اور مددگار کام نہیں آئے گا۔“

شاعر نے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

امید نہیں جینے کی یہاں صبح سے تاشام
ہستی کو نہ سمجھو کہ ہے خورشید لب بام
یہاں کام کرو ایسا جو آئے وہاں کام
آجائے خدا جانے کب موت کا پیغام
اپنی کوئی ملک نہ املاک سمجھنا
ہونا ہے تمہیں خاک یہ سب خاک سمجھنا

اہل علم کی ذمہ داری:

ایسے نازک موقع پر اہل علم پر واجب ہوجاتا ہے کہ وہ لوگوں کی خیر خواہی اور نصیحت کا حق ادا کرنے کے لیے آگے بڑھ کر اپنے حصے کا کردار ادا کریں؛ صراط مستقیم کی نشاندہی اور حق کی صدا بلند کریں، کتنے ہی خوش نصیب اس ایک صداءِ مستانہ کے منتظر ہوں گے، وہ صدا:

جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپادے

اس حق کی ادائیگی کے لیے لازم ہے کہ لوگوں کو ان کا بھلا اور برا سمجھایا جائے؛ ہر وہ

کام بتا دیا جائے جو دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہو، اور نقصان دہ کاموں سے آگاہ کردیا جائے، تاکہ بچنے والا بصیرت کے ساتھ گناہوں سے بچ سکے، اور گناہوں میں ہلاک ہونے والے کے لیے جہالت کا عذر اور حجت باقی نہ رہے۔ نصیحت کا حتی الامکان پورا پورا حق ادا کردیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ)) [1]

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز نہ پسند کرلے جسے وہ اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔“

نصیحت اس عہد سے وفا ہے جو نبی کریم ﷺ سے کیا گیا ہے۔ جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی پر۔“ (متفق علیہ)

- نصیحت ایسا نور ہے جس سے آپ کے لیے فتنوں سے نجات اور امان کا راستہ روشن ہو رہا ہے۔
- نصیحت عفتوں کی راہ ہے جو آپ کو اللہ اور آخرت کی راہ پر چلنے کے لیے بلاتی ہے۔
- نصیحت محبت کی علامت اور الفت بھرا پیغام ہے جو آپ کے دوسروں کے خیر خواہ ہونے کی دلیل ہے۔
- نصیحت خیر کا سچا جذبہ اور خیر کا مہکتا پھول ہے جس کی خوشبو آپ دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔

ناصح کی تمنا:

اے دوست! یہ تیرے ایک مخلص دوست کا پیغام ہے، جو نہ ریاکاری میں مبتلا ہے، نہ تعریفوں کا طلبگار، نہ کسی بدلے اور احسان کا منتظر۔ ایسا دوست! جو حقیقت میں آپ کی بہت

[1] متفق علیہ: البخاري، باب: من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، ح: ۱۳؛ مسلم في الإيمان، باب: الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه ...... برقم ٤٥.

بڑی کامیابی اور آپ کے لیے رب رحمان و کریم کی بہت زیادہ نعمتوں کا خواہش مند ہے۔

ایسا دوست ! کہ بن دیکھے سب کا خیر خواہ ہے۔ وہ جس کو دیکھنے، سننے اور پڑھنے کے لیے آپ کا دل کہتا ہے:

یہ خوب کیا اور زشت کیا ہے
جہاں کی اصلی سرشت کیا ہے
کیا ہی اچھا ہو اگر کوئی
تمام چہرے بے نقاب کردے

یہ چہرے بے نقاب کرنے والا دوست ؛ آؤ اس کی بھی بات سنو؛ درحقیقت نصیحت کی بات کڑوی ہوتی ہے؛ مگر اس میں فائدہ بہت ہوتا ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدِّیْنُ النَصِیْحَۃُ ، اَلدِّیْنُ النَصِیْحَۃُ ، اَلدِّیْنُ النَصِیْحَۃُ ۔ قَالُوا : لِمَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: "لِلّٰہِ ، وَلِرَسُوْلِہٖ ، وِلأَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ ، وَعَامَّتِہِمْ)) [1]

''دین خیر خواہی ہے، دین خیر خواہی ہے، دین خیر خواہی ہے۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: کس کے لیے خیر خواہی یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اللہ کے لیے، اور اللہ کے رسول کے لیے، مسلمان حکمرانوں، اور عوام کے لیے۔''

ناصح کی تمنا یہ ہے کہ آپ دنیا و آخرت کے کامیاب انسان بن جائیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی قربتیں حاصل ہو جائیں۔ بھلائی کے کام عام ہوں، جس میں ہمارا اور آپ کا حصہ بڑھ چڑھ کر ہو۔ ناسمجھ اور بھولے مسلمان اور مومن کو اس کا نفع اور نقصان یاد دلا دیا جائے تاکہ وہ بصیرت پالے:

[1] رواہ مسلم۔ کتاب الإیمان ،باب: بیان أن الدین نصیحۃ ؛ح: ۹۵ .

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پہ کلامِ نرم و نازک بے اثر

نصیحت کی بات:

ہم پکا عزم کرلیں کہ ان گھڑیوں کو اس طرح کارآمد بنائیں گے کہ یہ فائدہ پائیدار ہو۔ ان اوقات کو ایسے کارآمد بنائیں گے جیسے امتحان سے قبل ہفتہ بھر کی چھٹی تیاری میں بہت مددگار ہوتی ہے، ایسے ہی ایک بڑے سخت امتحان کے لیے ہم بھرپور تیاری کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا استعمال اس کی خوشنودی میں صرف کرکے مزید نعمتوں کے حق دار بنیں گے۔ فرمایا:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝﴾

(ابراھیم : ۷)

''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر ناشکری کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بہت ہی سخت ہے۔''

کفار کے ملک اور بے حیائی کے مراکز کا سفر کرکے اپنا مال اور وقت ضائع نہیں کریں گے۔ ان ممالک اور جگہوں کی طرف فقط سیر و تفریح کی غرض سے سفر کرنا حرام ہے۔ کیونکہ کبھی وہاں جانے والا مسلمان وہاں کے معاشرہ کی ظاہری زیب و زینت سے متاثر ہوکر، اور بے حیائی اور فحاشی میں کھوکر اسلام سے بہت دور نکل کر اس تاریک گھاٹی میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں اخروی کامیابی کی تمام تر امیدیں دم توڑ دیتی ہیں۔ اور کسی بھی صورت میں اپنے وقت اور مال کو اللہ کی راہ سے ہٹ کر خرچ نہ کریں۔

بدعملی سے بے عملی (بیکار رہنا) چھوٹا شر ہے۔ محرمات اور منکرات کے ارتکاب اور بری راہ و رسم نکالنے سے بچ کر رہیں، ان کا انجام بہت ہی برا ہے۔ اللہ جل جلالہ ایسے ہی بدطینت اور بدکردار لوگوں کی بابت فرماتے ہیں:

﴿ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾ (النحل: ۲۵)

"تا کہ وہ اپنے گناہوں کا پورا پورا بوجھ اٹھائیں، اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ جن کو انہوں نے بغیر کسی علم کے گمراہ کیا، آگاہ ہو جاؤ! بہت ہی برا بوجھ ہے جو وہ اٹھاتے ہیں۔"

وہ انسان خوش نصیب ہے جو مر کر بھی زندہ رہے اور بدنصیب ہے وہ انسان جو زندہ رہ کر بھی مردہ کی طرح ہو۔ انسان کے لیے مر کر زندہ رہنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ ایسے اعمال صالح (نیک کام) کرے جن کی وجہ سے لوگ اسے اچھے لفظوں میں یاد کرتے رہیں۔ کیونکہ اللہ کی خلقت اس انسان کے اعمال کی گواہ ہے۔ اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس انسان کے مرنے کے بعد اس کے نامہ اعمال میں شمار ہوتے رہتے ہیں۔ ہر انسان کے پاس فکر کی چند گھڑیاں بہت قیمتی ہیں جن میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کر سکتا ہے۔ اور اس محاسبہ کی وجہ سے اس کی زندگی میں انقلاب آ سکتا ہے۔ نہ صرف فرد واحد کی حیات چار روزہ میں انقلاب بلکہ اجتماعی معاشرتی زندگی میں بیداری اور انقلاب بھی ان لمحات تفکر و تدبر کی بدولت ممکن ہے۔ بقول شاعر:

نوجوانو اب تمہارے ہاتھوں میں تقدیر عالم ہے

تقدیر کی اس زنجیر کو کمال حکمت سے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ جس میں چند لمحات کی تاخیر بھی نتائج پر غلط اثر ڈال سکتی ہے۔

گناہ کے بد اثرات:

وقت کی قیمت و اہمیت انسان کی زندگی میں اس پہلو کے لحاظ سے بھی بہت اہمیت رکھتی ہے کہ چند لمحات جنہیں ہم اللہ کی فرمانبرداری میں لگاتے ہیں وہ ہمارے لیے نجات و کامیابی کا سامان ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ گھڑیاں جو اللہ کی نافرمانی میں لگ جاتی ہیں وہ دنیا

میں بھی گناہِ بے لذت کے سبب خسارہ کا سبب بنتی ہیں؛ اور آخرت میں بھی ان کی وجہ سے انسان کو ندامت، پریشانی اور عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

انسان کا گناہ خواہ اس کی ذات تک محدود ہو، یا دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہوں، ہر حال میں جس طرح نیک اعمال کے نتائج و اثرات ظاہر ہوتے ہیں، ایسے ہی بد اعمال کے بھی نتائج اور اثرات ظاہر ہوتے ہیں، اور ان پر جزا و سزا مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض گناہوں کے اثرات اس دنیا کی زندگی میں ہی ظاہر ہو جاتے ہیں، اور بعض کو آخرت تک کے لیے مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند ایک کو یہاں فائدہ اور عبرت کے لیے بیان کرنا مناسب ہوگا (تا کہ لوگ گناہوں کی قباحت اور سزا کو سمجھ کر ان سے بچ سکیں):

۱: رب ذوالجلال کے دیدار سے محرومی:

روزِ قیامت دیدارِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے جس کے برابر کوئی دوسری نعمت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس وقت جب تمام مؤمن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے تو (کفار مشرکین اور دوسرے) گنہگاروں کو اس کی چاشنی اور لذت سے محروم کر دیا جائے گا؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴾ (المطففین: ۱۵)

"ہرگز نہیں، بے شک آج کے دن وہ اپنے رب سے پردہ میں رہیں گے۔"

۲: دل میں خوف اور بے چینی:

گناہ کے بدترین اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کا دل بے چین و بے سکون اور بے قرار رہتا ہے، اسے کسی پل اطمینان نصیب نہیں ہوتا، بلکہ ذہن پر ایک خوف سے چھایا رہتا ہے۔ اور انسان کے لیے زندگی اجیرن سی ہو جاتی ہے، اور انسان کو چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ڈر لگنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ﴾ (آل عمران: ۱۵۱)

"ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا۔"

اس دلی بے چینی، پریشانی اور گھٹن کے سبب کئی ایک لوگ خود اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ آئے روز پیش آنے والی خودکشی وخودسوزی کے واقعات ان ہی گناہوں کا نتیجہ ہیں۔

۳: معاشی ومعاشرتی پریشانیاں:

گناہوں کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مار یہ پڑتی ہے کہ انسان کی زندگی اس کے لیے تنگ ہوجاتی ہے۔ اس کے پاس مال و دولت ہونے کے باوجود بھی اسے ضروریات زندگی پوری طرح میسر نہیں آتی؛ اور نہ ہی وہ اپنے مال و دولت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا وہی مال اس کے لیے پریشانیوں اور مصائب کا سبب بن جاتا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (طه: ۱۲۴)

"اور جوکوئی میری یاد سے روگردانی کرے گا پس بے شک اس کے لیے زندگی بہت تنگ کردی جائے گی۔"

یہ آیت اپنے اندر بہت وسیع معانی رکھتی ہے، جہاں یہ آیت اس دنیا کی زندگی میں معاشی ومعاشرتی پریشانیوں کی خبر دے رہی ہیں وہیں پر اس سے قبر میں ہونے والے عذاب پر بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ یہ سب گناہوں کی وجہ سے ہے۔

۴: دل کی سختی:

جب انسان گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے، تو اس کے دل سے بصیرت چھین لی جاتی ہے، اور اس میں سختی ڈال دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے گناہوں کی قباحت انسان کی نظر میں نہیں سماتی؛ اور نہ ہی اسے گناہ کرتے وقت خوف خدا یا شرم وحیاء کا احساس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً﴾ (المائدہ: ۱۳)

"اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کردیا۔"

اہل ایمان کے دل میں ایک نور ہوتا ہے؛ شرعی نصوص کے بعد جس کی بنا پر وہ اچھے اور برے میں **تمیز** کرتے ہیں۔ مگر گنہگار انسان سے یہ نور چھین لیا جاتا ہے، اور اس کے دل میں سیاہی **بھردی جاتی** ہے اور اچھے اور برے، خیروشر کی تمیز ختم کردی جاتی ہے۔

۵: چہرے کی سیاہی؛ اور رونق کا خاتمہ:

انسان کے چہرہ کی برکت اور نور ختم کردیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (آل عمران: ۱۰۶)

"تو جن کے منہ کالے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) تم تو ایمان لائے بعد پھر کافر ہوگئے تھے۔"

۶: مخلوق کے دل میں نفرت وبغض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ......)) (متفق علیہ)

"جس کے لیے تم بھلائی کی تعریف کرو، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور جس کی تم برائی بیان کرو، اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔"

۷: اللہ کا غضب اور ایمان کا نقصان:

اس ضمن میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰي غَضَبٍ﴾ (البقرہ: ۹۰)

"وہ غضب پر اللہ کا غضب کما لائے۔"

اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنی نافرمانی کو پسند نہیں کرتے ۔ اور نہ ہی کسی نافرمانی کے کام پر راضی ہوتے ہیں ۔ گناہ کی وجہ سے جہاں انسان کا ایمان کم ہوتا رہتا ہے، حتیٰ کہ ایک مرحلہ ایسا بھی آجاتا ہے کہ انسان ایمان سے خالی ہوجاتا ہے ، وہیں پر انسان اللہ کی ناراضگی اور اس کا غضب بڑھتا بھی رہتا ہے ۔ سچے اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ چند لمحات کی نافرمانی کے بجائے اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی کو مول نہ لیں ۔

۸: امن اور کشائش زندگی کا خاتمہ، خوف اور بھوک کا مسلط ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ﴾ (النحل : ۱۱۲)

”اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی مثال بیان کی ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی، اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر طرف سے چلی آتی تھی ، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا، تو اللہ ﷻ نے انہیں بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا، جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔“

❀❀❀❀

دوسرا باب:

ضیاع وقت کے ذرائع

فراغت غفلت کا اندھیرا:

سلف صالحین اس بات کو بہت ناگوار جانتے تھے کہ کوئی انسان بالکل فارغ بیٹھا رہے، **نہ کوئی دین کا کام کرے**، اور نہ دنیا کا؛ کیونکہ ایسے موقع پر فراغت کی نعمت انسان کے لیے **زحمت بن جاتی ہے**۔ خواہ وہ فارغ انسان مرد ہو یا عورت۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: ”فراغت **مردحضرات** کے لیے غفلت کا اندھیرا ہے، اور عورتوں کے لیے شہوت رسانی کا محرک اور **جذبات** کی برانگیختگی۔ اس کی مثال یہ پیش کی ہے کہ زلیخا کا یوسف علیہ السلام پر وارفتہ اور فدا ہونا، **اور انہیں** اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرنا اس فراغتِ وقت کا نتیجہ تھا جس سے اس کی **زندگی** کے دن گزر رہے تھے۔ بقول غالب:

سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

افلاطون کہتا ہے: ”عشق فارغ دل کی حرکات کا نام ہے۔“

ارسطو کہتا ہے: ”عشق وہ جہالت ہے جس کا ٹکراؤ ایک ایسے فارغ دل سے ہوتا ہے جس میں نہ کسی تجارت کی فکر، اور نہ کسی فن کا خیال؛ (تو اس نتیجے کے میں یہ برائی جنم پالیتی ہے)۔“

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

أَتَانِيْ هَوَاهَا قَبْلَ أَنْ أَعْرِفَ الْهَوٰى
فَصَادَفَ قَلْباً خَالِياً فَتَمَكَّنَا

”مجھے اس سے محبت کا خیال اس وقت آیا جب میں یہ جانتا بھی نہیں تھا کہ محبت

کیا ہوتی ہے، سو یہ خیال خالی دل سے ٹکرایا اور اس نے جگہ پالی۔" ❶

یہ مشاہدہ ہے کہ فارغ اوقات میں خیالات کا ہجوم اور شیطانی حملے انسان کو برا ہی سوچنے پر لگاتے ہیں۔ الا یہ کہ عاقل اور صاحب بصیرت انسان ان افکار اور خیالات سے بچنے کے لیے کوئی متبادل راہ اختیار کرے جس میں اس کے لیے بھلائی اور امان ہو۔

کسی بھی بڑے آدمی کو آپ دیکھ لیں، اسے وقت کا پابند، اور قدر شناس پائیں گے۔ ہم خود یہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں جو لوگ جتنے بڑے منصب اور مقام پر ہیں، ان کے لیے ان کا یہ وقت اتنا ہی قیمتی ہے۔ بس ان کے اور ہمارے وقت کے درمیان اتنا ہی فرق ہے، انہوں نے اس کی قدر کو جانا، اور اپنی عملی زندگی میں نافذ کیا، ان کا وقت قیمتی ہوگیا۔ اور ہم نے کتاب کو بطور قصہ اور کہانی کے پڑھ کر وقت کی قیمت کا اعتراف کیا، لیکن اس کو پانے کی کوشش نہ کی، وہیں کے وہیں رہ گئے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ)) ❷

"دانائی کی بات مومن کا گمشدہ اثاثہ ہے۔"

وہ اسے جہاں پائے وہ سب سے زیادہ اس کا حق دار ہے۔

یورپ اس حکیمانہ کلام نبوت کو سمجھ کر عمل کر کے ہم پر سبقت لے گیا، مگر ہم مومن ہیں کہ ہم پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا؛ اور ان تعلیمات کو ہم نے پس پشت ڈال دیا؛

اثاثہ چھین کر سب لے گئی فصلِ خزاں اپنا
وہاں کچھ زرد پتے ہیں جہاں تھا آشیاں میرا

❁❁❁❁

❶ روضة المحبين ونزهة المشتاقين، ص ١٣٧.
❷ ترمذی اور ابن ماجہ، ضعیف۔

فصل اوّل:

غفلت کیوں کر؟

یہ بات تو ہمارے اقوال اور افعال سے پوری طرح ظاہر ہے کہ ہم نے وقت کی قدر و قیمت کو ایسے نہیں پہچانا جیسے اس کا حق تھا۔ اس کا اظہار اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جب ہماری دولت یا معمولی سا روپیہ پیسہ ضائع ہوتا ہے، تو ہم اس پر بڑے افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ہم نہ صرف اپنی دولت کا بلکہ لوگوں کی دولت کا بھی احترام کرتے ہیں۔ اور اس کی حفاظت کا خیال رکھتے ہیں۔ مگر جب ہمارا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہو؛ یا ہم وہ قیمتی وقت ضائع کر رہے ہوں جس کا صلہ اور معاوضہ ہم نے کسی سے وصول کر لیا ہے؛ تو ہمیں اس بات کا کوئی احساس نہیں ہوتا کہ کتنے ہی بیش قیمت گھنٹے؛ دن؛ مہینے اور سال ہم ایسی غفلت میں ضائع کر دیتے ہیں جس کا تدارک شاید آنے والے لمحات زندگی میں ناممکن ہو۔ حتی کہ وہ دیانتدار اور امین لوگ جو کسی دوسرے کا کھوٹی کوڑی کا نقصان بھی گوارہ نہیں کرتے، مگر وقت کے ضیاع کے بارے میں وہ بھی عقل سے کورے ثابت ہوتے ہیں۔

کسی نے بہت خوب کہا ہے:

غفلت میں گزر گئی جوانی افسوس
کچھ قدر شباب کی نہ جانی افسوس
وہ ولولے اب خزانِ پیری میں کہاں
افسوس اے بہار زندگی افسوس

ہم خواہ اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں، لیکن ایک پختہ حقیقت اور ٹھوس سچائی یہ ہے کہ موجودہ دور میں نوجوانوں کے اوقات کو ضائع کرنے میں ساٹھ فیصد حصہ عالمی یہودی اور

عیسائی سازشوں کا ہے۔ ہمارے دشمن یہود و نصاریٰ نے وقت کی اہمیت کا خوب اندازہ لگایا، اور اسے اپنی ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرنے، اور باقی امتوں کو اس اہمیت سے بیگانہ اور دور رکھنے کے لیے سازشیں کیں۔ تاکہ وہ وقت سے صحیح معنوں میں استفادہ نہ کرسکیں۔ اس چیز کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے وقت کی پلاننگ کرکے کیسے عالمی اجارہ داری قائم کی، اور باقی امتوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ایسے باقاعدہ پروگرام ترتیب دیے گئے جن کے ذریعے وہ امتوں اور اقوام کے فارغ اوقات کو اپنی سوچ کے مطابق ضائع کریں، اور انہیں اس چیز سے غافل رکھیں۔

یہودیوں کی ایک مشہور زمانہ کتاب ''پروٹوکول'' ہے؛ جس میں انہوں نے مستقبل میں عالمی استعمار کی منصوبہ بندی کی ہے۔ یہ کتاب آج سے تقریباً سوا سو سال پہلے اعلیٰ یہودی مشاورتی کونسل میں پیش کرکے تمام اراکین کی اس پر اتفاقی رائے لی گئی۔ اس کتاب کی اہمیت اور خطرناک پلاننگ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ترکی سے خلافت اسلامیہ کا خاتمہ، جنگ عظیم دوم، اسرائیل کا قیام سب پلاننگ کا حصہ اور اصل کتاب میں موجود ہے۔ اور اب بھی عالمی یہودی پلاننگ، تجارت وسیاست اسی پر عمل پیرا، اور ان ہی منصوبوں کے مطابق ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے باقی اقوام کے اوقات ضائع کرنے کے لیے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: '' تاکہ ہم تمام عالمی حکومتوں کو کسی بھی نئی منصوبہ بندی اور نئے کام سے دور رکھ سکیں، ہم انہیں بالکل غفلت میں ڈال دیں گے۔ وہ ایسے کہ طرح طرح کے کھیل اور تماشے، مختلف تفریحی پروگرام اور ان میں شرکت، اور اس طرح کے دیگر کام۔ ...... پھر کہتے ہیں: '' ہم بہت جلد ہی اخبارات اور رسائل میں مختلف قسم کے مقابلوں کا اعلان کرنے والے ہیں جس میں ہر ایک پروگرام شامل ہوگا جیسے: کھیل، جسمانی تربیت، فن اور آرٹ کے نام پر مختلف پروگرام۔

اور پھر ان کی بابت خود ہی کہتے ہیں: '' یہ ایک نیا وسیلہ ہے، جس سے قوموں کو ان

مسائل پر غور و فکر کرنے سے غفلت میں ڈالا جائے گا جن میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہے۔ بس جب کوئی قوم اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی اور وقت کی نعمت کے احساس سے غافل ہوگی، پھر ہم اور وہ یک زبان ہوکر ایک ہی مقام پر کھڑے ہوں گے۔ اور پھر اس صورت میں ہم عالمی معاشرے کے اکیلے ممبر ہوں گے جن کے ہاتھ میں نئے مستقبل کی سوچ بچار اور عنان فکر ہوگی۔''[1]

تلخ حقیقت:

کیا ہم نے اپنے دشمنوں کی منصوبہ بندی سے کوئی سبق حاصل کیا؟ یہ وہ سوال ہے جو ہر ایک درد دل رکھنے والے مسلمان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ بلکہ ہماری حکومتیں، ذمہ دار ادارے اور جواب دہ افراد الٹا اس منصوبہ کو کامیاب کرنے کے لیے جانے انجانے میں ہر وہ کام کررہے ہیں جس کا یہودی لابی ہم سے مطالبہ کرتی ہے۔

اس کا ایک زندہ ثبوت ہمارے مواصلاتی، نشریاتی اور اعلامی اداروں کے ذریعے نشر کئے جانے والے اشتہارات، اور ہمارے معاشرہ میں موجود غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز کا بکثرت) وجود ہے۔ یہ این جی اوز کیا گل کھلا رہی ہیں؟ ایسے انکشافات آئے دن اخبارات میں ہوتے رہتے ہیں۔ مگر کسی اعلیٰ عہدیدار کے کان پر امت کے مستقبل کی اس تباہی پر جوں تک نہیں رینگتی، کیونکہ انہیں امت سے زیادہ اپنے منصب اور کرسیاں عزیز ہیں۔ بقول اقبال:

وہ شکست خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسم شہبازی

امت کے نوجوانوں کا خود اپنے نفس کے ساتھ کیا سلوک ہے؟ ان کے شب و روز کا اکثر حصہ کن امور میں گزرتا ہے، اس کا جائزہ ذیل کی سطور میں پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں سمجھ، عقل و ادراک، بصیرت اور محاسبۂ نفس کی نعمتوں سے نوازدیں تاکہ ہم اپنے وقت کو اپنی منشا کے مطابق اللہ کی رضامندی اور

[1] دیکھیے: پروٹوکول نمبر ۱۳، صفحہ ۱۵۱، بحوالہ ''الوقت عمار أو دمار''

ملت کی بھلائی میں لگا سکیں۔ بقول اقبال:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے؟
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

یہ تمام سازشیں اور لاپرواہیاں ایک طرف اور دوسری طرف وہ عناصر ہیں جن کا ہمارا معاشرہ کثرت سے شکار ہو رہا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں وقت اور صلاحیتوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اگر چہ یہ فہرست لمبی ہے تاہم اہم عناصر یہ ہیں:

بد نظمیٔ وقت:

اس سے مراد یہ ہے کہ مختلف امور کا آپس میں اس طرح ملا دینا کہ ان میں کوئی فرق باقی نہ رہے۔ اور ان تمام امور کو اس نظر سے دیکھے گویا کہ یہ تمام امور اہمیت اور فائدہ کے لحاظ سے ایک ہی درجہ کے ہیں؛ اور اس کے ساتھ ہی واجبات اور اوقات میں کوئی موافقت قائم نہ کر سکے۔"

بد نظمی کے چند مظاہر:

۱: ثانوی اہمیت کے حامل یا غیر ضروری کاموں میں مشغول رہنا، اور اصلی اور بنیادی اہمیت کے کاموں کی طرف توجہ نہ دینا۔

۲: کسی چھوٹے سے کام کو اس کی اہمیت اور استحقاق سے بڑھ کر وقت دینا۔

۳: لمبی گھڑیاں بغیر کسی کام کے ہی ضائع کر دینا۔

۴: ایک وقت میں ایک سے زیادہ یا کئی ایک کام شروع کر دینا۔

۵: بغیر تجربہ اور علم کے کسی کام میں ہاتھ ڈال لینا، اور اس انجام تک پہنچانے کی قدرت اور حوصلہ نہ رکھنا۔

۶: دوسروں کی امداد کی طلب میں اپنے اہم ترین کاموں کو کسی دوسرے وقت کے لیے مؤخر کر دینا حالانکہ حالات ابھی کا تقاضا کرتے ہیں۔

۷: کسی تجربہ کار اور ماہر سے مشورہ لیے بغیر اپنی من مانی سے کوئی کام شروع کر دینا۔

اسلام میں وقت کی بد نظمی اور ضیاع حرام ہے۔ بہت ساری نصوص ان لوگوں کی حسرت ویاس پر دلالت کرتی ہیں جنہوں نے اپنی عمریں بغیر کسی مفید عمل کے ضائع کر دیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ﴾ (فاطر: ۳۷)

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا کی طرف واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں ان اعمال کے بجائے جو ہم کرتے تھے، (تو اللہ فرمائیں گے) کیا ہم نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے، اور تمہارے پاس ڈرانے والا رسول بھی آیا تھا۔"

حق تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر اس حرمت کی اس سے بھی زیادہ دقیق صورت میں وضاحت کی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی، فرمایا:

﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ؀﴾

(النور: ٤٤)

"اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بدلتے رہتے ہیں، بے شک اس میں بصیرت والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔"

بد نظمی اور ضیاع وقت کے اسباب:

ملازمت کے اوقات کی پابندی کر لینا ہی دیانتداری نہیں ہے۔ بلکہ اس معاملہ میں سنجیدگی سے ان اوقات میں کارکردگی پر غور کرنا ہوگا۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ زیادہ وقت تعمیری کاموں میں خرچ ہوتا ہے یا پھر فقط گپ شپ اور اندرون خانہ کی سیاست کی نظر ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کام کے یہ آٹھ یا دس گھنٹے ملازمین اور کارندوں کے پاس قوم و ملت اور متعلقہ اداروں کی امانت ہیں۔ ان میں کمی وکوتاہی کرنے والا ہزار نمازی و عابد ہونے کے

باوجود عند اللہ خائن ہے۔ اور اس خیانت کا تدارک اگر اس نے اس دنیا میں نہ کیا تو اگلے جہاں میں اس کا حساب ضرور دینا پڑے گا۔

ہم اپنی زندگی کی جو گھڑیاں چوبیس گھنٹے یومیہ کے حساب سے گزار رہے ہیں؛ اس میں ہم بے منزل مسافر کی طرح چلے جا رہے ہیں۔ جہاں تماشہ ہائے زندگی میں شراکت کرتے ہوئے وقت کی قدر و قیمت کا احساس کیے بغیر چلے جاتے ہیں۔ ہمیں اس امانت کے سود و زیاں کا قطعی کوئی شعور نہیں۔ اس صورت حال کو تبدیل کرنے کے لیے اور اپنی چار روزہ حیات مستعار کو کارگر بنانے کے لیے ہمیں اپنے آپ کو تبدیل کرنا ہوگا، اور اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لیے کوئی جامہ منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ اور ہمیں ان امور کا تدارک کرنا ہوگا جن کی وجہ سے ہمارا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔

بدنظمیٔ وقت کے اسباب:

ہم اپنا وقت کہاں اور کیسے ضائع کر رہے ہیں، اس سلسلہ میں ہمیں اپنی ذات اور اپنے افعال و کردار اور معاشرہ کا جائزہ لینا ہوگا۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہم اپنی عبادت کو کتنا وقت دے رہے ہیں، اور حصول معیشت (کسبِ رزق) کے لیے کتنا وقت لگا رہے ہیں، کتنا وقت اصلاح و تعمیر معاشرہ اور اجتماعی ترقی کے لیے لگا رہے ہیں، جو کہ ہماری اہم ترین ذمہ داری بنتی ہے؛ اور کتنا وقت محض سیاست؛ شخصیت پرستی اور دوسرے منفی امور پر لگا رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی جائزہ لینا ہوگا کہ کیا ہمارے اہل خانہ کے ساتھ ہمارا کردار تعمیری اور اصلاحی ہے: اس سلسلہ میں قرآن و حدیث کی رو سے عائد ہونے والی ذمہ داریاں ہم نبھا رہے ہیں یا پھر ان میں کوتاہی کرکے کسی بڑے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہماری ذمہ داری فقط گھر کے اخراجات پورے کرنا ہے، اور بچوں کو انگریزی تعلیم دلانا ہے تاکہ وہ مستقبل میں کسی اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو کر زیادہ سے زیادہ پیسہ کما سکیں، اس طرح خود بھی صرف پیسہ کمانے والی مشین بن کر رہ گئے ہیں، اور اپنی آنے والی

نسل کو بھی بغیر کسی تربیت کے فقط پیسہ کمانے والی مشین بنا رہے ہیں؟۔

ضیاعِ وقت کی عمومی وجوہات

ہر کام کو خود کرنے اور ہر چیز کا تجربہ کرنے کا مزاج وقت ضائع ہونے کا باعث ہوتا ہے کسی سے کچھ سیکھنا چاہیے اور دوسروں کے تجربات سے مدد لینی چاہیے۔

مقبولیت اور شہرت کا شوق بھی وقت ضائع ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ اس شوق کے مارے لوگ ایسے کاموں میں الجھ جاتے ہیں جن سے عہدہ برآں ہونے کی صلاحیت ان کے اندر نہیں ہوتی۔

طبیعت میں سستی، ٹال مٹول، کام چوری؛ آرام پسندی اور نفس کو عیش کا عادی بنانا انسان کی صلاحیتوں کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے، اور وقت ضائع ہونے کا ایک بڑا سبب ہے۔

- ☆ کل کا دھوکہ ایک حسین فریب ہے۔ کسی حکیم کا کہنا ہے: ''عقل مندوں کے رجسٹر میں کل کا لفظ نہیں ملتا، البتہ بیوقوفوں کی جنتریوں میں یہ کثرت سے ملتا ہے۔ عقلمندی اس لفظ کو قبول نہیں کرتی۔
- ☆ ادھورے کام چھوڑ دینا وقت ضائع کرنے کا ایک اہم سبب ہے۔ مکمل کام کا کرنا، بھلے انسان اس پر زیادہ وقت لگا لے، نامکمل کاموں کا انبار کھڑا کرنے سے بہتر ہے۔
- ☆ معاملات میں عدم دلچسپی اور ان مناسب توجہ کا نہ ہونا، اور ان کی مناسب دیکھ بھال نہ کرنا اور کسی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے سنجیدگی سے اس کا پیچھا نہ کرنا بھی وقت ضائع کرنے کا سبب بنتا ہے۔
- ☆ دفاتر میں تقسیم کار کی کمی اور افراد کو ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں عدم آگاہی اختیارات اور ذمہ داریوں کا غلط استعمال، اور دفاتر کے اندر سیاست کی دخل اندازی قوم اور ملت کے قیمتی وقت کے ضیاع اور عوامی پریشانی کا سبب بنتی ہے۔
- ☆ سفارشی اور رشوت کی بنیادوں پر بھرتی کیے گئے افراد اکثر طور پر کام کی نوعیت سے اچھی

طرح آگاہی نہیں رکھتے، اور نہ ہی انہیں پیشہ ورانہ مہارت ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے افراد نہ صرف اپنے اور قوم کے قیمتی اوقات کے ضائع ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ بلکہ ایسے لوگ قومی سرمایے پر ایک بہت بڑا اور نامناسب بوجھ ہوتے ہیں جن سے عوامی مسائل میں آئے روز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

دفتری امور کی پیچیدگیاں، اور غیر پیشہ ورانہ؛ غیر تربیت یافتہ لوگوں کی خدمات بھی انفرادی اور اجتماعی ضیاعِ وقت کا سبب ہیں۔

فقط کاغذی کارروائی نہ صرف اپنا اور قوم کے لوگوں کا وقت ضائع کرتی ہے، بلکہ اس سے بروقت کام نہ ہونے کی بنا پر بداعتمادی کی فضا بڑھتی ہے، اور آپس میں افہام وتفہیم ختم ہوتی ہے۔ انٹرنیٹ؛ فون اور موبائل کا بے جا استعمال؛ دفاتر میں غیر ضروری مہمان نوازی نہ صرف قیمتی سرمایہ بلکہ قیمتی وقت کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔

ان کے علاوہ کچھ دوسرے اُمور بھی ہیں جن کی وجہ سے وقت کی ایک بہت بڑی مقدار بلاوجہ ضائع ہو رہی ہے۔ ان امور میں سے:

۱۔ قیمتِ وقت کا عدمِ احساس:

بہت سارے لوگ وقت کے استعمال کے بارے میں غیر سنجیدہ اور لاشعوریت کا شکار ہوتے ہیں۔ انہیں خود بھی اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ کس بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

اگر انسان وقت کی قیمت کو درست زاویہ سے سمجھنے کے لیے اپنے نفس سے سوال کرے کہ اس نے ایک سال کے بارہ مہینے، ان کے تین سو پینسٹھ دن، اور ان کے کل آٹھ ہزار سات سو ساٹھ (۸۷۶۰) گھنٹے کہاں پر صرف کیے ہیں؟ تو یقیناً اس کے آدھے وقت کا حساب دینا تو اس کے لیے بہت آسان ہوگا، مگر آدھا وقت جو کہ اس نے ضائع کر دیا ہے، اس کے بارے میں اس کے پاس کوئی مثبت جواب نہیں ہوگا۔ ہمارا موضوعِ بحث یہی ضائع

ہونے والا وقت ہے۔ اس لیے کہ وقت کی جو گھڑیاں آپ آرام کرتے ہیں، یا کھانے پینے میں گزرتی ہیں، یا پھر آپ اپنی ڈیوٹی پر گزارتے ہیں۔ ان کو مزید فعال بنانا ہمارے اس موضوع میں دوسرے درجہ کی بحث ہے۔

جو وقت ہم نے فالتو اور لغو امور میں گزار دیا ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی احتساب وقت کے لیے چند علامات بیان کی جارہی ہیں جن کی موجودگی میں سمجھا جائے کہ اس موقع پر وقت کا غلط استعمال کیا جارہا ہے، جس کا تدارک بہت ضروری ہے؛ تاکہ مستقبل میں کوئی بہترین کام کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی جا سکے۔

☆ ہم نے اپنا نصب العین اور مقاصد متعین نہیں کیے، اور نہ ہی ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے طریق کار اور راہیں متعین کی ہیں۔

☆ ہم نے نہ ہی اخلاص نیت سے سوچا، اور نہ ہی کبھی بھرپور دل لگی اور دلجمعی سے اس پر توجہ دیتے ہوئے اس کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی۔

☆ اہم امور کو نبھانے کیلئے مناسب وقت نہ دینا، یا بالکل ہی ان سے لاپرواہی برتنا۔

☆ فوری اور ہنگامی امور پر ضرورت سے زیادہ وقت دینا اور یہ باور کرانا کہ ہمارے بغیر اس کام کا ہونا ناممکن ہے۔

☆ دفتری اوقات ختم ہونے کے بعد دیر تک بلاوجہ دفتر میں بیٹھے رہنا۔ یا پھر انہیں مکمل کرنے یا نبھانے کے لیے اپنے ساتھ گھر لے جانا۔

☆ دفتری اوقات کو دن گزاری کے لیے صرف کر دینا؛ اور معاملات نبھانے میں سنجیدگی سے دلچسپی کے بجائے فقط کاغذی کارروائی کرنا۔

☆ لالچ؛ خوشامد؛ اور شہرت یا دیگر کسی بھی ایسی غرض کے لیے دوسروں کا کام کرتے رہنا، اور اپنے معاملات میں دلچسپی نہ لینا، یا ان کے بارے میں سنجیدہ نہ ہونا۔

☆ کام کو مقررہ وقت پر ختم نہ کرنا، حالانکہ صلاحیت اور اہلیت موجود تھی۔

یہ چند ایک ایسے امور ہیں جن کی موجودگی میں وقت کی صحیح قدر نہیں ہو پاتی۔ اور نتیجہ یہ

نکلتا ہے کہ وقت ضائع ہونے کی وجہ سے ہماری بہت ساری صلاحیتیں بھی ضائع ہوجاتی ہیں۔

۲۔ خاندانی اثر:

انسان ایسے خاندان میں تربیت اور پرورش پاتا ہے جو وقت کی حرمت اوراہمیت کا احساس نہیں کرتے۔ اوراس کے نتیجہ میں انسان ان سے متاثر ہوتا ہے اورقبر تک ضیاع وقت اس کی زندگی کے لوازمات میں سے ایک لازمہ بن جاتا ہے؛ سوائے اس صورت کے کہ انسان پر اللہ کی رحمت مہربان ہوجائے اور اسے توفیق دے کہ معاملہ کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس کا ادراک کرلے۔

۳۔ بری صحبت:

انسان اپنے ہمنوا کی صحبت سے بہت ہی متاثر ہوتا ہے، اوراس کے نتیجہ میں یا تو انسان برے اعمال میں لگ جاتا ہے یا پھر اپنے وقت کو ضائع کردیتا ہے اور اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرپاتا۔ حقیقت میں برے انسانوں کی ہم نشینی انسان کو برا بنادیتی۔ شاعر کہتا ہے:

صحبتِ صالح تر صالح کنند   صحبت طالع ترا طالع کنند۔

۴۔ عدم احترام:

یعنی انسان ایسے لوگوں کی پیروی اوران کا احترام نہیں کرتا جواس میدان میں اس کے لیے مشعل راہ، اور راہنما ہونے چاہئیں۔ انسان کے دل سے وقت کی قدرو قیمت کا احساس بالکل ختم وہ جاتا ہے اوراس کے نتیجے میں اس کی زندگی ضائع اور بےکار چلی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.))[1]

[1] البخاري باب: ما جاء في الصحة و الفراغ وأن لا عيش إلا عيش الآخرة، ح: ٦٠٤٩ ـ سنن الترمذي ح: ٢٣٠٤ ـ باب الصحة والفراغ نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس / ابن ماجه باب الحكمة، ٤١٧٠ـ المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، ٧٨٤٥؛ صححه الذهبي.

"دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی بابت بہت سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں، صحت اور فراغت۔"

۵۔ خودکو اللہ کی پکڑ سے بالاتر سمجھنا:

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے فراغت وقت، صحت اور جوانی کی صورت میں انسان پر بہت سارے احسانات کیے ہیں۔ انسان ان نعمتوں میں ایسا مگن اور مست ہوتا ہے کہ اسے اس بات کا خیال ہی نہیں رہتا کہ ان نعمتوں کو چند ہی لمحات میں زوال بھی آسکتا ہے۔ اوراس طرح وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ تصور کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ ان نعمتوں کی صحیح قدر نہیں کرتا بلکہ انہیں ضائع کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ ﴾ (الانعام: ٦٥)

"(اے پیغمبر) فرمادیجیے اسی کو یہ قدرت ہے کہ اوپر سے تم پر عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے تلے سے یا تم میں (پھوٹ ڈال کر) کئی گروہ کردے اور ایک دوسرے کولڑائی کا مزہ چکھائے (آپس میں ایک دوسرے سے لڑیں) دیکھ ہم کس طرح پھیر پھیر کر آیتوں کو بیان کرتے رہیں تاکہ وہ سمجھیں۔"

۶۔ انفرادی رائے اورعدم مشورہ:

ایک شخص بیشتر اوقات کوئی انسان اپنی فرصت اور دل لگی کے اعتبار سے؛ یا پھر کسی عام ضرورت کے تحت، یا ناموری کمانے کے لیے کسی کام میں لگ جاتا ہے، لیکن وہ اس کام میں مہارت یا پورا پورا نہ رکھتے ہوئے بھی اس کے متعلق کسی سے مشورہ نہیں کرتا اور نہ کسی تجربہ کار کے تجربہ سے فائدہ حاصل کرتا ہے؛ اور نہ ہی کسی دوسرے کو اپنے ساتھ اس کام میں شریک بنانا چاہتا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ نہ صرف ثانوی درجہ کے کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے

وقت کا ضیاع ہے: بلکہ توانائی کے ضائع ہونے کے ساتھ ساتھ ناکامی پر ندامت اور حسرت و افسوس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ ، وَمَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ ، وَمَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ .)) [1]

''جس نے استخارہ کیا وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا؛ اور جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہیں اٹھانا پڑتی، اور میانہ رو کبھی فقر میں مبتلا نہیں ہوتا۔''

۷۔ اپنی صلاحیت سے بے خبری:

اکثر اوقات انسان کو اپنی طاقت، محنت اور صلاحیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ تو اس کے نتیجہ میں وہ کبھی خود پر بلا وجہ اعتماد کر کے کوئی ایسا کام شروع کر دیتا ہے، جس کے متعلق اسے کوئی علم نہیں ہوتا، وہ اسے انجام تک نہیں پہنچا سکتا، بلکہ اس کا آدھا، تیسرا یا چوتھا حصہ بھی نہیں کر پاتا؛ اور نتیجہ آخر کار ضیاع وقت ہے۔ کہاوت ہے کہ: ''جس نے کسی کام کو پورا نہیں کیا گویا کہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔''

اور بسا اوقات انسان کے اندر صلاحیت تو ہوتی ہے مگر ایک انجانے خوف کی وجہ سے وہ اپنی صلاحیت کا صحیح اندازہ اور استعمال نہیں کر سکتا۔ اور وہ لوگوں پر اس کام کے بارے میں اعتماد کر کے اپنی صلاحیتوں کے ادراک سے محروم رہتا ہے، اس طرح بھی وقت ہی ضائع ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر اس نعمت سے نوازا ہوا ہے جس کے ہم طلب گار ہیں، فرمایا:

﴿ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ (ابراهيم : ٣٤)

''اور جو تم نے اس (اللہ) سے مانگا وہ سب اس نے تم کو دیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گنو تو پورا گن نہ سکو گے بے شک آدمی بڑا ہے بے ظالم (یا بڑا

[1] معجم الكبير ٢/١٧٥؛ ح: ٩٨٠.

بے انصاف) بڑا ناشکرا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیجیے، انہیں جاننے کے لیے بھر پور کوشش کریں، اور اپنی صلاحیات کا ادراک کیجیے وقت اور مال بچایئے۔

۸۔ نگرانی اور احتساب کا فقدان:

بیشتر اوقات انسان کسی کام کو شروع تو کر دیتا ہے مگر وقتاً فوقتاً اس کا پیچھا نہیں کرتا اور نہ ہی اس کام کی بابت اپنا محاسبہ کرتا ہے کہ آخر یہ کام کس نہج پر ہو رہا ہے، اور اس کا شروع سے لے کر اب تک نتیجہ کیا رہا؟ اس صورت میں بھی وقت ہی ضائع ہوتا ہے۔ کیونکہ یا تو انسان بیکار اور ثانوی درجہ کے کاموں میں مشغول رہتا ہے، یا کسی ایسے کام میں جو سراسر نقصان دہ ہی ہوتا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ ﴾ (الحشر: ١٨)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور چاہیے کہ ہر جی دیکھے اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے۔''

تو اسے صرف آخرت کے امور کے لیے ہی قیاس نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس آیت کے پیش نظر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات میں بھی ان کی جانچ پرکھ اور احتساب و نگہبانی کرتا رہے تاکہ اسے آنے والے کل کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

۹۔ گناہ اور عدم تزکیہ نفس:

انسان سے صادر ہونے والے گناہ خصوصاً صغیرہ گناہوں میں انسان پڑا ہوا ہوتا ہے، مگر وہ ان سے توبہ کر کے تزکیہ نفس نہیں کرتا جس کے نتیجہ میں وقت کی برکت اور اعلیٰ صلاحیت سلب کر لی جاتی ہے۔ کیونکہ نیکی اور توبہ سے وقت میں برکت اور صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیک کاموں میں کامیابی کے لیے تزکیہ نفس بہت ضروری ہے۔

۱۰۔ دشمن کی چالوں سے غفلت:

انسان اور بالخصوص مسلمان اپنے دشمن کی چالوں سے غافل رہتا ہے جو دن رات اس کے خلاف تدبیروں میں لگے رہتے ہیں؛ وہ اپنا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے۔ وہ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مشغول رہتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَاۗىِٕرَ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۹۸ ﴾ (التوبة : ۹۸)

''اور بعضے گنوار ایسے ہیں (اللہ کی راہ میں) جو خرچتے ہیں اس کو ڈنڈ (تاوان جرمانہ) سمجھتے ہیں اور تم پر (اے مسلمانو) زمانہ کی گردش تاکتے رہتے ہیں انہی پر بُری گردش پڑے اور اللہ (ان کی باتیں) سنتا ہے اور (ان کے تمام حالات) جانتا ہے۔''

اگرچہ آیت کریمہ میں اس دور کے کفار اور منافقین کی چالوں سے خبردار کیا جارہا ہے، مگر آج کل کے اس دور میں جب کہ کفر و الحاد پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ہماری نوجوان نسلوں کو گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے اس بات کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے کہ ہم پوری طرح چوکنا و ہوشیار رہیں۔ اور اپنے باقی بھائیوں کو بھی کفر و لادینیت مکروہ عزائم سے خبردار کرتے رہیں، کہ دشمن ہمارا وقت ضائع کرواکے کیا مقاصد پورے کرنا چاہتا ہے۔

۱۱۔ انجام سے غفلت:

کبھی انسان کے ذہن پر وقت کی بدنظمی کی وجہ سے ہونے والے دنیاوی اور اخروی خسارہ کا کھٹکا نہیں ہوتا؛ اس کے نتیجہ میں وہ وقت ضائع کردیتا ہے۔ وہ اس سے اس طرح فائدہ نہیں حاصل کرپاتا جیسے کرنا چاہیے یہاں تک کہ موت آجاتی ہے، پھر اس وقت ندامت میں روتا، چلاتا اور تمنا کرتا ہے کہ کاش! اسے مزید مہلت دی جاتی، فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۱۱ ﴾

(المنافقون : ۱۱)

''اور اللہ تعالیٰ ہرگز کسی نفس کو مہلت نہیں دیتے؛ جب اس کا مقررہ وقت آجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔''

۱۲۔ منصوبہ سازی کا فقدان:

عملی زندگی میں حقیقی اور معنی خیز کامیابی منصوبہ بندی اور پلاننگ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ منصوبہ جتنا بہتر ہوگا، اور اس کے لیے جدوجہد بھی اسی حساب سے ہوگی اور پھر کامیابی کے امکانات بھی اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔ بعض اوقات انسان بغیر کسی منصوبہ بندی اور پلاننگ کے مہمل طور پر کوئی کام یا منصوبہ شروع کردیتا ہے۔ تو اس صورت میں افراط وتفریط کی وجہ سے وقت ضائع کردیتا ہے۔ ❶

۱۳۔ عادات و تقالید:

ہمیں اپنی عادات کا بھی جائزہ لینا ہوگا، اور معاشرہ کے رسم و رواج کا بھی۔ ان میں بہت سارے امور ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے ہم اپنے نفس کو بلاوجہ تکلیف میں ڈالتے ہیں، حالانکہ نہ ہی ان کی کوئی خاص ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ ہے۔ مثال کے طور پر نماز فجر کے بعد سونے کی عادت۔ یا نماز کو ایسے وقت میں پڑھنا جب اس کا وقت بالکل نکل چکا ہو؛ نماز عشاء کے بعد قصہ خوانی کی مجلس۔ آنے جانے والوں کے ساتھ خواہ مخواہ کی طویل گپ شپ۔ حالانکہ اس کا ایک بڑا خسارہ یہ ہے کہ جب انسان بہت زیادہ کلام کرتا ہے، تو اس سے غلطیاں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں:

((مَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ غَلَطُهُ .))

''جس کی باتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں، اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔''

ایسے ہی بلاوجہ کالیں کرتے رہنا، اس میں اپنے وقت کا بھی ضیاع ہے اور دوسروں کے وقت کا بھی۔ ایسے ہی اب کے دور میں موبائل کی وجہ سے ایک نئی مصیبت پیغام رسانی کی ہے۔ ان دونوں کاموں میں وقت مال اور ذہن کی تباہی کے ساتھ اپنے برے اعمال کو زیاد

❶ آفات علی الطریق از سید محمد نوح ۳/ ۱۰۵ - ۱۱۰.

کرنا ہے۔ ایسے ہی بعض دوسرے رسم و رواج جو ہمارے گھٹی میں پڑ چکے ہیں ان سے چھٹکارا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ ایسے ہی اسباب کے بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب دینے کا وعدہ سچ ثابت ہوتا ہے، اور عذاب آ کر رہتا ہے۔ مگر اس کو ثقافت، تہذیب اور تفریح و دل لگی کے نام پر بڑے آرام و سکون سے قبول کیا جا رہا ہے؛ إنا للہ و إنا إلیه راجعون۔

تعجب ہے اس آدمی پر جو آگ دیکھ کر اس میں قدم رکھ رہا ہو: جو فتنہ دیکھ کر اس میں چھلانگ لگا رہا ہو۔ اس افسوسناک صورتحال سے عمریں اور گھربار تباہ ہو گئے، معاشرتی اور سماجی اخلاق کو پامال کر دیا گیا؛ مگر اس بات کا شعور اور احساس نہیں ہو رہا کہ تباہی کا منبع کہاں پر ہے، اور اس کا حتمی انجام کیا ہوگا؟

ہر گھر میں ٹی وی اور ڈش ایک خطرناک مرض اور فحاشی کے اڈے کی صورت میں قدم جما چکا ہے۔ اب بات اس سے آگے بڑھ گئی ہے، جو لوگ ڈش نہیں خرید سکتے، وہ کیبل کی صورت میں یہ رستا ہوا ناسور اپنے اہل خانہ، بچوں اور بچیوں کو بصد خوشی بطور تحفہ دے رہے ہیں۔ گویا کہ وہ شخص اپنے ہاتھوں سے اپنے لخت جگر کو 'سلو پائزن' دے رہا ہے؛ جس کا نام پائزن نہیں، بلکہ ڈش اور کیبل ہے۔ جس طرح زہر سے جسم گل سڑ کر ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی کیبل اور ڈش سے اخلاقی، سماجی، معاشرتی اور اسلامی اقدار کا جنازہ اس گھر سے نکل جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی خراب؛

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

ایک عربی شاعر کیا خوب کہتا ہے:

خَلَتِ الْقُلُوْبُ مِنَ الْمَعَادِ وِذِکْرِہٖ
وَتَشَاغَلُوْا بِالْحِرْصِ وَالْإِطْمَاعِ
صَارَتْ مَجَالِسُ مَنْ وَتَرٰی حَدِیْثُھُمْ
فِيْ الصُّحُفِ وَالتِّلْفَازِ وَالْمِذْیَاعِ

"دل آخرت اور اس کی یاد سے خالی ہو کر رہ گئے ہیں، اور حرص اور طمع میں لگ گئے ہیں۔ اب مجالس اور جن کو بھی دیکھو گے وہی لوگ اخبار، ٹیلیویژن اور ریڈیو میں لگے ہوئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی حالات میں کسی بڑے عذاب کے آنے سے خبردار کیا ہے، فرمایا:

﴿وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝۱۶﴾ (الاسراء: ١٦)

"اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس بستی میں کھلے عام نافرمانی کرنے لگتے ہیں؛ سو پھر ان پر عذاب کی بات سچ ثابت ہوتی ہے، اور ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس امت میں بھی لوگوں کی شکلیں بگڑیں گی، اور زمین میں دھنسنے کے واقعات پیش آئیں گے، لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب شراب سر عام پی جانے لگے، فحاشی بے حیائی اور گانا بجانا عام ہو جائے۔" [1]

اور یہ چیزیں اب اس امت میں انتہائی کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

۱۴۔ ڈش؛ کیبل اور سی ڈیز:

حقیقتاً ڈش و کیبل عالمی یہودی سازش کا حصہ ہیں؛ جن سے مقصود اخلاقی اقدار کی پامالی، اخلاقی گراوٹ کو عام کرنا، اور عوام کو غفلت میں رکھ کر برائی کی دہلیز پر لانا ہے۔ اگر مجھے کسی بھی قسم کے طعنہ سے معاف رکھیں تو پھر آسان لفظوں میں کہہ لینے دیجیے کہ دنیا جانتی ہے کہ اس وقت عالمی میڈیا پر یہود کا کنٹرول ہے۔ مگر بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ اس کے پیچھے کیا عوامل کار فرما ہیں؟ یہود کو اس پیمانے پر لوگوں کو گمراہ کر کے اور فحاشی پھیلا کر کیا ملے گا؟

[1] صحیح / مسند الطیالسي ١/١٥٥؛ برقم ١١٣٧۔

آپ یقین فرما سکتے ہوں تو پھر یقین کر لیجیے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا جو فرمان ہے کہ "قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی۔" یہ بات پہلی امتوں کی تعلیمات میں بھی موجود ہے۔ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے "دجال" کا آنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ یہودی بھی اس "مسیح الدجال" کی آمد پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے آنے کے لیے وہ تمام حالات تیار کر رہے ہیں جن میں اس کی آمد متوقع ہوگی۔ بس یہ فحاشی و عریانی، گناہ اور نافرمانی کو عروج دینا اسی پروگرام کا ایک حصہ ہے۔

مختلف قسم کے میچ، ڈرامہ سیریل، فلمیں، اور دیگر پروگرام ٹی وی اور ڈش کی طرف متوجہ کرنے کا ایک بڑا ہتھیار اور اہم ترین ذریعہ ہیں۔ بقول شاعر:

قَدْ هَيَّئُوْكَ لِأَمْرٍ لَوْ فَطَنْتَ لَهٗ

فَارْبَأْ بِنَفْسِكَ أَنْ تَرْعٰى مَعَ الْهَمَلِ

"انہوں نے تمہارے لیے ایک منصوبہ تیار کیا ہے، اگر تم اس کے خطرہ کو سمجھ سکو،
پس اپنے نفس کو بچا کر رکھیں کہیں وہ ان خطرناک امور کا شکار نہ ہو جائے۔"

وہ جانتے ہیں کہ جب لوگوں میں ایمان مضبوط ہوگا، تو یہود و نصاریٰ کی شامت آ جائے گی۔ بعض ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ فحاشی کے یہ پروگرام یورپ میں ٹی وی پر اتنے عام نہیں دکھائے جاتے، جتنا مشرق وسطیٰ، اور جنوبی ایشیا، افریقہ اور مسلم اکثریتی علاقوں میں دکھائے جاتے ہیں، جس سے مقصود اسلامی اخلاق کی پامالی ہے۔

یہ جہنمی ہرکارے، شیطانی نمائندے اپنی کامل توجہ بگاڑ پیدا کرنے میں لگائے ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ اب جنت میں نہیں جائیں گے، کیونکہ وہ سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے؛ اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے علاوہ بھی کوئی جنت میں آسانی سے نہ جائے۔ جیسے مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں نے کہا تھا: "ہم جانتے ہیں مسیلمہ جھوٹا اور محمد (ﷺ) سچا ہے؛ مگر چونکہ یہ ہمارے خاندان بنو ربیع کا ہے، لہٰذا ہم ان کا ساتھ دیں گے، یہ بنو مضر سے ہمارے لیے بہتر ہے۔"

تاریخ شاہد ہے کہ اس کا جھوٹ جاننے کے باوجود اس کے سینکڑوں ہمنوا خاندانی تعصب کی وجہ سے اپنی جانیں دے بیٹھے۔ بالکل یہی حال اب اس میڈیا کی جنگ کا ہے؛ جس پر یہ شعر صادق آتا ہے:

ہم تو ڈوبے ہیں صنم　　تم کو بھی لے ڈوبیں گے

ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (النور: ۱۹)

"بے شک جو لوگ مومنین میں فحاشی پھیلانا چاہتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

حقیقتاً ان برائیوں اور فحاشی کی وجہ سے اس وقت مغرب جن امراض سے خود دوچار ہے، الحفیظ والامان۔ اللہ ہم سب کو ان سے محفوظ رکھے۔ مگر ہم ترقی پسندی، روشن خیالی، جدت، نئی روشنی اور تجدید زمانہ کے نام پر ان تمام چیزوں کو بصد خوشی یہ کہہ کر قبول کرتے ہیں:

چشم ما روشن دل ما شاد

اپنی تہذیب، ثقافت، رسم و رواج، اور سب سے بڑھ کر روحانیت سے لاتعلق ہو کر مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہیں؛ مگر ہم یہ بات بالکل ہی بھول گئے:

مشرقی اندھیرے ہی دوستو غنیمت ہیں
کہ روشنی سے یورپ کے روشنی نہیں ملتی

اور بقول کسے:

وہ اندھیرے ہی بھلے تھے کہ قدم راہ پر تھے
روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور ہمیں

ہمیں مغرب کی اندھی تقلید میں بے حیائی اور عریانی کے جس سیلاب کا سامنا ہے؛ ڈر لگتا ہے کہ یہ کسی جلد اور بڑے عذاب کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو۔ فضائی چینلز پر پیش کردہ فسق و فجور

اور گناہ کے مناظر امت میں بگاڑ کا اہم اور بڑا وسیلہ ہیں: جسے جدت، اور ترقی پسندی کے نام پر ہم لوگ اپنا رہے ہیں۔ اور منع کرنے یا سمجھانے یا اصلاح کرنے پر تنگ نظر، فرسودہ خیال، اور بیک ورڈ (پس ماندہ) ہونے کا طعنہ دے کر کہتے ہیں دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے، اور یہ مُلّا ابھی ہمیں ان باتوں سے منع کر رہا ہے۔

الحمد للہ! مُلّا کا منع کرنا دینی نقطہ نظر سے بالکل درست ہے؛ اور حالات و واقعات بھی اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ رہا یہ کہنا کہ دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے تو پہنچنے والے پہنچے، واپس آ کر جہنم میں بھی چلے گئے۔ مگر ایسا کہہ کر دین کا مذاق کرنے والے لوگ چاند پر ان کے ساتھ تو نہ جا سکے، البتہ دین کے متعلق حقارت کے اس تصور؛ اور نفرت پھیلانے سے ایمان سے محروم ہو گئے۔ اور باقی رہ جانے والوں نے صدق دل سے توبہ نہ کی تو یقیناً ان کے ساتھ جہنم میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور مولوی جانتا ہے کہ:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ ؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

حقیقت میں ان چیزوں کے ہمارے علاقوں میں اس قدر فراوانی اور سستا ہونے کے پس پردہ محرکات بھی یہی ہیں، کہ کس طرح ان چیزوں کو رواج دے کر معاشرہ میں ان کی جڑیں مضبوط کی جائیں۔ تاکہ ہم اپنی دینی حمیت و غیرت پر خود ہی اپنے ہاتھوں سے کلہاڑا چلا کر اس کا قتل عام کر سکیں۔ کیونکہ اہل یورپ نے اپنے معاشرہ میں جب ان چیزوں کے نقصانات کا عملی طور پر مشاہدہ کیا تو انہوں نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ان کو بطور خفیہ وار کے استعمال کیا تاکہ مسلمانوں پر غالب آ سکیں۔

جرمن ڈاکٹر ہائنز سلنگر لکھتا ہے:

”بے شک جب سے ہم دین سے دور ہوئے ہیں اخلاقی گراوٹ اور پستی ہماری رگ و پے میں رچ بس گئی ہے، اور یورپ اس وقت سے مسلسل اخلاقی گراوٹ کا شکار ہے۔“

اس مشاہدہ اور تجربہ کے بعد انہوں نے ہمارے لیے وہی امور تجویز کیے جن سے وہ خود پستی کا شکار ہوئے تھے۔ اور بہت بڑے افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے بہت جلد ان کی خواہشات پر لبیک کہتے ہوئے نہ صرف ان کا ساتھ دیا، بلکہ اپنوں میں سے اگر کسی خیر خواہ نے سمجھانے اور اس راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو اس پر طعنے اور الزامات عائد کیے گئے۔ اور اس طرح انہوں نے اپنوں سے دشمنی کر کے دشمن کی ناپاک پلاننگ کو کامیاب بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اگر ہم قسم کھا کر کہیں تو حق بجانب ہوں گے کہ ان تمام امور کا پس پردہ محرک ومقصد مسلمانوں کو اخلاقی اور دینی پستی سے دوچار کرنا ہے۔ ایک وقت تھا کہ دو بھائی آپس میں نامناسب کلام کرنے کو بے حیائی، فحاشی اور بے غیرتی سے تعبیر کرتے تھے، اور آج سب مل کر یہ حیا سوز اور غیرت شکن پروگرام اجتماعی طور پر دیکھ رہے ہیں۔

اگرچہ ہم نے انگریزی استعمار سے ظاہری طور پر آزادی حاصل کر لی ہے، لیکن اب بھی انگریز اپنے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمارے ہر گھر، گلی اور قصبہ میں ڈش، کیبل، اور ٹی وی کی صورت میں موجود ہے۔ اور ابھی تک ہم انگریز کی غلامی سے فکری طور پر آزاد نہیں ہو سکے۔

۱۹۴۷ء سے پہلے کی غلامی اس سے بہتر تھی کہ ہم ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور ان کے رسم و رواج طور طریقوں بلکہ ہر چیز سے نفرت اور ان سے آزادی حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ مگر اب اس نئی غلامی نے یہ احساس و شعور نہ صرف ختم کر دیا، بلکہ الٹا ہمیں آپس میں لڑا کر ہمارے نوجوانوں کو اس سے محبت کرنے، اور اس سے لذت حاصل کرنے پر لگا دیا۔ اس طرح جو دشمن کبھی بھی ہم تک پہنچنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا، ہم نے اسے اپنے مال اور عزت کے بدلہ میں خود ہی اپنے گھر میں لا کر بٹھا دیا۔ یہ مستقبل میں ایک بہت بڑی تباہی کا پیشگی خطرہ ہے، جس میں عورتوں، مردوں، بچوں اور بچیوں ہر ایک کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔ اور اب حالت یہ ہے کہ:

پاک بازی ، نہ حیا ہے نہ وفاداری ہے
حسن بازاری ہے ، اور عشق بھی بازاری ہے
ناچ بیٹی کا ہے اور باپ کا گانا ہے
اب یہی شعر و ادب اور یہی فن کاری ہے

۱۵۔ڈرامہ سیریل ،فلم اورٹی وی بینی:

مغرب کی اندھی تقلید ہمیں کہاں لے گئی ہے؟ اس کا اندازہ شائد کوئی صاحب بصیرت اور دردِ دل رکھنے والا انسان ہی لگا سکتا ہوگا۔ ہرانسان کے بس کا کام نہیں رہا۔

آج مسلم معاشرے میں گھر گھر گندی فلمیں، فحاشی،عریانی اور بے حیائی کے پروگرام، ویڈیو گیمز ،سینما ،فحش رومانوی لٹریچر کا سیلاب، بے پردگی اور گناہوں کی دعوت دینے والی فاحشہ عورتیں اور'' صورتیں''اصل میں ایک بڑے عذاب کا پیش خیمہ ہیں۔ ہماری اخلاقیات کا پہلے ہی جنازہ نکل چکا تھا؛ رہی سہی کسر ٹی وی نے پوری کردی۔کوئی گھر بھی اب ایسا نہیں ہوگا جس میں ٹی وی موجود نہ ہو، نہ ہی گاؤں میں اور نہ ہی شہر میں۔

یہ نا پختہ عمر کا زمانہ ہے، بچے وہی کچھ سیکھتے ہیں جو ان کے سامنے کیا جاتا ہے، اوران ہی کرداروں کو دہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ان ہی ملحد، لا دین اور کافر عناصر کو اپنا رہنما و ہیرو سمجھتے ہیں جنہیں وہ ٹی وی کی اسکرین پر دیکھتے ہیں۔ جب اکثر چینل انسانی ذہن پر اس طرح کے معاملات انتہائی برے اثرات مرتب کرتے ہیں تو اس کا اظہار اس کی باقی ماندہ زندگی میں بھی ہوتا ہے۔یہی آج کی بری تربیت کل کے خوفناک نتائج کی صورت میں سامنے آتی ہے،اور معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔یہ آیت ذہن میں رکھیں ،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝۳۶ ﴾ (الاسراء: ۳٦)

''اور اس چیز کے قریب بھی نہ جایئے جس کا آپ کو علم نہیں ، بے شک کان ،

آنکھیں اور دل ان سب سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

یہ بات ذہن میں رہے کہ کوئی بھی چیز اپنے اندر اچھائی اور برائی کے دونوں پہلو رکھتی ہے،مگر افسوس کہ ہم لوگ اس کا برائی میں استعمال زیادہ کرتے ہیں ،میرا مذکورہ بالا مؤقف اسی چیز کی ترجمانی کرتا ہے۔اگر بات صرف خبریں سننے، حالات سے آگاہی حاصل کرنے ،یا مثبت پروگرام دیکھنے ، یا کبھی کبھار تفریح طبع کے لیے کوئی مزاحیہ پروگرام وغیرہ دیکھنے تک ہو، یا مذہبی یا سائنسی پروگرام ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ،مگر جب بات وہاں سے نکل کر ڈش، اور کیبل تک پہنچتی ہے تو پھر انجام سے کوئی انسان غافل نہیں ۔ دراوی۔

۱٦۔ویڈیو کی تباہ کاریاں:

مغرب جس کی تقلید میں ہم اس منزل پر پہنچ آئے ہیں ،آج وہ معاشرہ دم توڑ رہا ہے۔ اس کی آخری سسکیاں جاری ہیں۔وہ اپنی جان بچانے کے لیے کسی تنکے کا سہارا تلاش کررہا ہے،مگر اسے کہیں راہِ نجات نظر نہیں آتی۔ وہاں کا خاندانی نظام بہت بری طرح تباہ ہو چکا ہے۔جرائم میں آئے روز اضافہ ہورہا ہے۔ فتنے بڑھ رہے ہیں ۔اسی حیاء باختگی اور بے راہ روی کی وجہ سے نت نئی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ ان میں سے اکثر بیماریاں ایسی ہیں کہ ہم سے پہلے لوگ ان کے نام سے بھی واقف نہیں تھے۔

مغرب میں جہاں سے یہ خباثتیں اورگندگی پھیلائی جاتی ہے، وہاں اس کے نتائج اور اثرات پربھی گہری نظر رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، یہ ایک لمبی تفصیل ہے۔مختصراً ایک ایسی ہی تحقیق کے نتیجے میں سامنے آنے والے اعداد وشمار پیش خدمت ہیں:

☆ اسپین میں ۳۹ فیصد جنسی انحرافات اور جرائم کے اسباب ایسی فلموں اور سیریز کا دیکھنا تھا۔
☆ ۸۵ فیصد عورتیں گندی فلمیں دیکھنے کی وجہ سے اپنی عزت گنوا بیٹھتی ہیں۔
☆ ۵۳ فیصد دینی اموروا جبات وفرائض کی ادائیگی میں سستی کا سبب ان فلموں کا مشاہدہ ہے۔
☆ ۳۲ فیصد فیصد ترک تعلیم کے واقعات میں دخل اسی امر کا ہے۔

☆ ۴۲ فیصد عورتیں ایسی فلمیں دیکھنے کے بعد تسکین نفس کے لیے شادی کرنا چاہتی ہیں، خواہ نام نہاد ہی کیوں نہ ہو۔ (دیکھو: مجله المجتمع)

۱۷۔فحاشی اور برائی کی محفلیں:

ان فارغ اوقات میں بہت سی ایسی محفلوں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، جو برائیوں سے بھرپور ہوتی ہیں، اور اسے تفریح کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں جو خلافِ شریعت کام ہوتے ہیں ان میں رقص وسرود، ڈھول باجے، نیم عریاں اور عریاں ناچ، شراب وکباب، مرد وزن کا شر انگیز اور غیرت شکن اختلاط، بیہودہ گوئی، اور کھیل تماشے بذات خود ایک طرفہ تماشہ ہیں۔ انسان پل بھر میں ایسا ہو جاتا ہے گویا نہ وہ دین اسلام کو جانتا ہے، اور نہ کبھی اس سے کوئی تعلق رہا ہے، اور نہ دین نام کی کوئی چیز ایسی محفلوں میں ہوتی ہے، حلال وحرام، جائز وناجائز سے بیگانہ:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حالانکہ مسلمان پر واجب ہے کہ وہ نہ صرف خود ایسی محفلوں سے بچے، بلکہ دوسرے ساتھیوں کو بھی بچنے کی تلقین کرے۔ محفل خواہ غم کی ہو یا خوشی کی، ہر صورت میں مسلمان کا کام اسے سنت کے مطابق بنانا، موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیکی کی دعوت دینا، اور برائی سے منع کرنا ہے۔ خصوصاً اس دور میں یہ اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب کوئی بھی محفل اللہ کی نافرمانی، بدعات اور خرافات سے خالی نہیں رہتی۔ ہزاروں قسم کے ہندوانہ رسوم ورواج، اور غیر شرعی طور طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ اگر اہل علم یہ فریضہ انجام نہیں دیں گے تو عذاب الٰہی سے خود کو محفوظ نہ سمجھیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ.)) ❶

❶ مسلم، باب: کون النهی عن المنکر من الإیمان و أن الإیمان یزید و ینقص، ...... ح: ۴۹۔

"جو کوئی تم میں سے برائی کی بات دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اسے اپنی زبان سے منع کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

دل سے برا جاننے سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ کی نافرمانی کی محفلوں میں شریک نہ ہو، بلکہ احتجاجاً اللہ کی رضا کے لیے ایسے پروگراموں کا بائیکاٹ کرے اور ان سے بالکل دور رہے: یہی ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ ہم حقیقت میں عملاً اس چیز کے منکر ہیں؛ اللہ کی زمین پر ایسی گندی محفلیں سجاتے ہیں، جہاں شیطان خوش اور رحمان ناراض ہوتا ہو۔ رقص وسرود اور موسیقی اور گانے بجانے کی محفلیں شیطانی پھندے ہیں۔ ان سے باز آجایئے، اور اپنے دوستوں کی بھلائی چاہتے ہوئے انہیں بھی ایسی محفلوں میں شرکت سے باز رکھیں۔ بلکہ صحت وعافیت اور اجتناب معاصی کی توفیق پر رب کے لیے شکرانے کے نفل ادا کریں۔ اگر ایسی محفلوں کے رنگ وکردار کو تبدیل نہ کیا؛ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا گیا، تو یقیناً ہماری بہت سخت پکڑ ہوگی، اور ہمیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ سیدنا حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ساز کی آواز سنی، اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ٹھونس دیں؛ اور راستے سے دور ہٹ گئے۔ اور مجھ سے کہنے لگے: اب تمہیں کوئی آواز سنائی دیتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پس انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکالیں، اور فرمایا: "میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، انہوں نے ایسی آواز سن کر ایسے ہی کیا تھا۔"

وہ لوگ فکر کریں جن کا دن رات کا کام ہی یہی ہے۔ وہ اللہ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟

کسی صاحب درد عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَــزَوَّدْ مِـنَ التَّـقْـوٰى فَـإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ
إِذَا جَـنَّ لَيْـلٌ هَـلْ تَـعِيْـشُ إِلَى فَجَرٍ؟

فَكَمْ مِنْ صَحِيْحٍ مَاتَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ
وَكَمْ مِنْ عَلِيْلٍ عَاشَ حِيناً مِنَ الدَّهْرِ
وَكَمْ مِنْ صَبِيٍّ يُرْتَجٰى طُوْلَ عُمْرِهٖ
وَقَدْ نُسِجَتْ أَكْفَانُهٗ وَهُوَ لَا يَدْرِيْ
وَكَمْ مِنْ عُرُوْسٍ زَيَّنُوْهَا لِزَوْجِهَا
وَقَدْ قُبِضَتْ رُوْحَاهُمَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ

''تقویٰ کا زادِ راہ اختیار کیجیے۔ کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ جب رات چھا جائے تو کیا صبح تک زندہ رہیں گے؟ کتنے ہی تندرست لوگ بغیر کسی بیماری کے مر گئے؛ اور کتنے ہی مریض ایک لمبے زمانہ تک زندہ رہے۔ اور کتنے ہی بچے جن سے لمبی عمر کی امید وابستہ ہے، اوران کے لیے کفن تیار ہو چکے ہیں، اور وہ جانتے نہیں۔ کتنی ہی دلہنیں ان کے شوہروں کے لیے سجائی گئی ہیں، مگر لیلۃ القدر میں ان دونوں کی روحیں قبض ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''

کتنی ہی بار سنتے اور اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ بارات کی گاڑی الٹ گئی اور دولہا دلہن دونوں ہلاک ہو گئے، بقول شاعر:

جہاں بجتی ہیں شہنائیاں وہاں ماتم بھی ہوتا ہے

☆ شادی میں فائرنگ نے غلطی سے دولہا کی جان لے لی، خبر سنتے ہوئی دلہن پر دل کا دورہ پڑا اور وہ بھی جانبر نہ ہوسکی۔ ایسی خبریں حقیقت میں غافل کے لیے بیداری کا سامان، اور عقل مند کے لیے عبرت کا خزینہ ہیں۔ نہ جانے کب اور کس حالت میں موت آجائے، اور ہم اپنے اللہ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟

یقیناً یہ سب کچھ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان میں نقص کا نتیجہ ہے۔ اگر ایمان کامل ہوتو انسان ہر وقت اس تیاری اور بیداری میں رہے کہ کسی بھی وقت اسکے رب کا بلاوا

آسکتا ہے۔

۱۸۔ کفار و مشرکین کی اتباع کے پروگرام:

بندہ مؤمن صبح و شام اللہ عزوجل کے حضور دعا گو رہتا ہے:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ﴾ (الفاتحہ: ۴-۷)

''یا اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام کیا، نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا، اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے۔'' (آمین)

لیکن کیا کہیں اسے؛ یہ اپنی سادگی ہے اور غیروں کی عیاری کہ زبان سے جو مانگا، اور دل میں جس کی تمنا کی، وہ ہماری زندگی میں عملی طور پر نہ آسکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنوں اور غیروں کی راہ میں کوئی تمیز ہی نہ کی، جس کی وجہ سے ہم نے ظاہری زینت کو اچھا جان کر قبول کرلیا؛ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم دعاؤں کے ساتھ ساتھ عملاً بھی ان راہوں کو جاننے کی کوشش کرتے، جو انعام یافتہ لوگوں کی راہیں ہیں تاکہ ہمارا شمار بھی ان کے متبعین میں سے ہو۔ اور ان لوگوں کی راہیں جانتے جن پر اللہ کا غضب ہوا، اور جو لوگ گمراہ ہوئے، تاکہ ان کی راہوں سے بچ کر رہ سکیں، اور اس طرح ایسے لوگوں سے مکمل برأت اور بیزاری کا اظہار ہو، جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں، اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر نہیں چلتے۔ یہی مومنین کی وہ خاص صفت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بطور خاص مومنین کی تعریف کی ہے۔ فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ﴾

(المجادلہ: ۲۲)

''آپ کسی بھی قوم کو ایسا نہیں پائیں گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان

رکھنے ہوں اور وہ ان سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ دادا یا بیٹے، یا بھائی، یا ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، یہی وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھ دیا ہے، اور روح القدس سے ان کی مدد کی ہے۔''

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ کفار سے محبت اور دوستی رکھنا ایمان میں نقص اور کمی کی دلیل ہے۔ اسی لیے ہمیں قرآن میں بار بار ایسے لوگوں کی راہوں پر چلنے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾﴾ (یونس: ۸۹)

''اور ان لوگوں کی راہ پر مت چلیے جو جانتے نہیں۔''

پیغمبر اعظم و آخر ﷺ نے واضح طور پر ہمیں کفار کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کے طور طریقے اپنانے سے منع کیا، اس لیے کہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان ہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ فرمایا:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ .)) ❶

''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان ہی میں سے ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْراً بِشِبْرٍ وَذِرَاعاً بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ))۔ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى ؟ قَالَ:((فَمَنْ)) ❷

''تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتی کی پیروی کرو گے، بالشت در بالشت اور ہاتھ در ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی ایک گوہ کے سوراخ میں داخل

❶ أبوداؤد، باب في لبس الشهرة، ح: ۴۰۳۳۔ مصنف ابن أبي شيبة، ۷/۶۳۹۔

❷ البخاری، باب اتباع سنن اليهود والنصاری؛ ح: ۶۸۸۹۔ مسلم فی العلم باب اتباع سنن اليهود والنصاری رقم ۲۶۶۹۔

ہوگا تو تم بھی اس کی راہ پر چلو گے۔ ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ کی راہ پر (چلیں گے)؟ فرمایا: ''نہیں تو اور کس کی۔''

اگر ہم آج اپنے روزمرہ معمولات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ کئی کافرانہ رسمیں، طور طریقے ہمارے اندر موجود ہیں۔ جن سے نہ صرف ان قوموں کی مشابہت لازم آتی ہے، بلکہ ان لوگوں کے دین کا اظہار اور ان کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اہل ایمان کے دلوں میں اپنی اس تباہی اور بربادی کی بنا پر ایک آگ سی لگ جاتی ہے۔ کفار کے کون کون سے اہم کام ہم بڑے شوق سے انجام دیتے ہیں، اور ان کے کن کن پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں، یہ جاننے کے لیے ذرا ایک مختصر سی جھلک پیش خدمت ہے:

أ۔ یہودیوں کی عیدیں

مختلف قسم کے سلور جوبلی، گولڈن جوبلی، ڈائمنڈ جوبلی پروگرام: سلور جوبلی پچیس سال بعد، گولڈن جوبلی پچاس سال بعد، اور ڈائمنڈ جوبلی کا پروگرام ساٹھ سال کے بعد ہوتا ہے۔ ان پروگراموں کا ہمارے ملک میں نہ صرف عام طبقہ کے لوگوں میں انعقاد ہوتا ہے بلکہ اب بعض دینی جماعتیں بھی ایسے پروگرام منعقد کرتی ہیں۔ لیکن یہ کبھی غور نہ کیا کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ اصل میں ''جوبلی'' کا لفظ جوبل سے ہے، جس کو عبرانی سے تبدیل کیا گیا ہے۔ جس طرح گیلانی، عربی کے کیلانی سے تبدیل شدہ ہے۔ عبرانی زبان میں یوبل لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے: ''مینڈھے کی صدی۔'' یا ''مینڈھے کے سینگ''

اس میں راز یہ ہے کہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ جب نو ڈائمنڈ جوبلیز منا لی جائیں، تو اس سے ان کی قسمت بدل جاتی ہے، اور یہودی قوم میں انقلابی تبدیلی آتی ہے۔ ❶

ب۔ عیسائیوں کی عید:

یہ عیسائیوں کے اہل بدعت کی عید ہے۔ ان کے اصل مذہب میں اس عید کی کوئی

❶ التشبه بالكفار وأثره ص: ۲۱۲.

حقیقت نہیں، اور نہ ہی متقدمین میں سے کسی نے اس طرح کی کوئی عید مقرر کی ہے۔ اس کا وقت ۲۵ دسمبر سے لے کر ۳۱ دسمبر تک ہے، اسے کرسمس کہتے ہیں، یعنی عید میلاد عیسیٰ علیہ السلام۔

ج۔ مجوسیوں کی عیدیں:

عید نوروز اور عید مہرجان؛ عید نوروز اصل میں بکرمی سال کے پہلے دن ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ عیدیں مجوسیوں کے ہاں ہیں۔ یہاں پر چند ایک مشہور مذہبی عیدیں ذکر کی جاتی ہیں، تاکہ نوجوان ان کی حقیقت جان کر ان میں شرکت سے باز رہیں۔

د۔ ہندومت کے رسوم ورواج:

جیسے بسنت؛ اور جشن بہاراں؛ ہولی، دیوالی وغیرہ۔

ان پروگراموں کی کیا حقیقت ہے، اس بات سے قطع نظر کہ اب حکومتیں بھی سنجیدگی سے بسنت پر پابندی لگانے یا اس کو کنٹرول کرنے پر غور کر رہی ہیں۔ اور اس بسنت کے موقع پر ہونے والی بے حیائی اور فحاشی اپنی جگہ؛ مگر جن قیمتی جانوں کا نقصان ہوتا ہے، اور جو معصوم لوگ مارے جاتے ہیں، بچے یتیم ہوجاتے ہیں، گودیں اجڑ جاتی ہیں، اور سہاگنیں بیوہ بن جاتی ہیں، یہ کسی بھی ادنیٰ عقل رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود کیا لوگ انہی کے پیچھے پڑے رہیں گے؛ یا ان میں عقل اور غیرت نام کی کوئی چیز بھی لوٹ کر آئے گی، اور وہ اپنے مذہب کی پابندی کرتے ہوئے غیر مسلموں؛ ہندوؤں کی رسومات کو خیرباد کہیں گے۔ جن میں نہ صرف قیمتی وقت بلکہ جان اور مال کا بھی بے دریغ ضیاع ہوتا ہے۔ اور اس طرح مذہبی غیرت اور حمیت کو جو نقصان پہنچتا ہے اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں ہے۔

ان کے علاوہ برتھ ڈے، ویلنٹائن ڈے (یوم محبت)، بسنت، اپریل فول، ہیپی نیو ائیر (سال نو)، اور دیگر پروگرام یا تو یہودیوں سے لیے گئے ہیں، یا پھر ہندوؤں سے۔ برتھ ڈے (یوم میلاد) منانے والے کیا اس بات کی خوشی مناتے ہیں کہ ان کے گناہوں میں ایک سال کے گناہ اور بوجھ بن گئے مگر نیکیاں صفر رہیں۔ ضیاع کا تناسب بڑھتا رہا اور فائدہ زیرو سے نیچے ہوگیا۔ اگر اتنا نقصان ہمارا دنیا کے ظاہری ساز وسامان میں ہوا ہوتا تو یقیناً ہم دس بار بیٹھ

کر سوچتے کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اور ایسے کام کاج اور کاروبار کو بالکل ترک کر دیتے جس کی وجہ سے ہمارا سال اور مال ضائع ہوگیا۔ مگر کبھی یہ بھی سوچا ہے اصل سرمایۂ حیات میں کتنی کمی آگئی ہے؟ پورا سال کم ہوگیا؛ اپنی موت سے اتنی مسافت پر قریب آگئے، حساب کا وقت اور قریب تر ہوگیا؛ مگر ہمیں کبھی اس طرف توجہ دینے کی فرصت نہ ملی؛ اور یہ احساس زیاں ہمارے دلوں سے بالکل ختم ہی ہو چکا ہے۔ ایسے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث سچ ثابت ہوتی ہے جس کا تذکرہ ابھی کچھ پہلے گزر چکا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی ہاتھ در ہاتھ اور بالشت در بالشت پیروی کروگے......"

آج ہم اپنی عملی زندگی میں اس چیز کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ دنیا دار لوگ اپنی دنیاوی وضع وقطع اور پروگراموں میں یہود ونصاریٰ اور باقی امتوں کی راہ پر چل پڑے ہیں، بلکہ کتنے ہی دین دار لوگ اور ان کی مذہبی جماعتیں نہ صرف سابقہ امتوں کی راہ پر چل رہے ہیں بلکہ اپنے مؤقف کو غلط سمجھ کر بھی محض مذہبی تعصب اور کٹ حجتی کے لیے اس کی خوب وکالت کرتے ہیں۔ جس کا تمام تر بوجھ صرف ان کی ذات پر ہے۔ ایسے پروگرام ن
صرف وقت کا ضیاع ہیں بلکہ اس میں ایمان کا بھی نقصان ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا ک
اہل مدینہ کے دو دن مقرر تھے، جن میں وہ کھیلا کرتے تھے، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون
سے دو دن ہیں؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم جاہلیت کے دور میں ان میں کھی
کرتے تھے (ان کی عید کے دن تھے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا ؛ يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ)) ❶

❶ البخاري؛ باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لتتبعن سنن من كان قبلكم؛ ح: ٦٨٨٨۔ و مس
في كتاب العلم باب اتباع سنن اليهود والنصارى برقم: ٢٦٦٩۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے بدلے تمہیں دو بہتر دن دیے ہیں، وہ ہیں عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر۔"

سو جب کفار اور مشرکین کی عیدوں کے دن ہوں، ان میں شرکت نہ کیجیے، اور نہ ان میں اُن کی موافقت کیجیے، کیونکہ ایسا کرنا ان کے مذہبی پروگراموں کو صحیح ماننا ان کے مذہب کو صحیح خیال کرنا ہے، جب کہ حق اور صحیح مذہب اب رُوئے زمین پر صرف اسلام ہی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے پروگراموں میں شرکت کرنے سے منع کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝﴾

(الفرقان: ٧٢)

"اور وہ لوگ جو جھوٹی بات کے گواہ نہیں بنتے۔ اور جب کسی بیہودہ بات پر ان کا گزر ہوتا ہے، تو وہ عزت اور وقار کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں۔"

طاؤس، نخعی، عطا بن ابی رباح اور دوسرے مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: "اس آیت سے مراد کفار کی عیدیں ہیں۔"

اسی لیے شروع اسلام سے لے کر آج تک یہ فتویٰ رہا ہے کہ: "کفار سے دوستی اور مشابہت کی علامت ان کی عیدوں میں شرکت کرنا، اور ان کے پروگراموں کا اظہار اور اعلان کرنا ہے، اور جو ایسا کرتا ہے وہ ان ہی میں سے ہے۔" ❶

۱۹۔ غیبت، چغل خوری، ٹھٹھہ مذاق، اور بیہودہ گوئی:

وقت ایک تلوار ہے، اگر آپ اسے نہیں کاٹیں گے، تو یہ آپ کو کاٹے گی۔ اور اپنے نفس کو اگر حلال کاموں میں نہیں لگائیں گے تو یہ آپکو حرام میں لگائے گا۔ اور زبان کو اگر روکا نہیں، تو ہلاکتوں میں ڈال دے گی۔ اس حقیقت سے انسانیت کے سوداگر، گوشت خور انجان ہیں۔ خوبصورت انداز میں محفل میں بیٹھ کر مختلف لوگوں کی عزت پر کیچڑ اچھالنا، ان کی آبرو پر

❶ دیکھیں: تشبيه الخسيس بأهل الخميس للذهبی /٣٤۔

ڈاکہ زنی کرنا، بدگمانی پھیلانا، لوگوں کی غیبت، چغل خوری، ٹھٹھہ مذاق، اور اس طرح کی برائیاں جو حقیقت میں گناہِ بے لذت ہیں، کا انجام دینا ان کا مشغلہ ہے۔ لعن طعن، تنقید وتشنیع، تہمت وبہتان، عیب جوئی والزام تراشی ایسی محفل کے لازمی اجزا ہوتے ہیں۔ جو حقیقت میں زبان کی آفت، رحمان کی ناراضگی، اور شیطان کی خوشی کے مظہر ہیں۔ جب بھی ایسی محفلوں کو دیکھو وہ غیبت کے ذریعہ لوگوں کا گوشت نوچ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے عیوب سے بالکل لاعلم اور اجنبی بن جاتے ہیں کیونکہ اپنا عیب معشوق ہوتا ہے۔ شاعر کیا خوب کہتا ہے:

دوسروں کے عیب بے شک ڈھونڈتا ہے رات دن
چشم عبرت سے مگر اپنی سیاہ کاری بھی دیکھ

اگر وہ پل بھر کے لیے غور کرتے کہ ہمارا رب ہمیں کیا حکم دیتا ہے۔ اسلام کی سنہری تعلیمات نے اس چیز کو حرام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ)) ❶

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو حرام ہیں۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

❶ دیکھیں: تشبيه الخسيس بأهل الخميس للذهبی /٣٤۔

أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

(الحجرات : ١١، ١٢)

"اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں؛ اور عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں؛ اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق بہت برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت زیادہ بدگمانی سے بچو، کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ اور بھید نہ ٹٹولا کرو، اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا گوارہ کرے گا تم کو اس سے گھن آتی ہو؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے۔"

چغل خور کے متعلق فرمایا:

﴿ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ ﴾

(القلم: ١١، ١٢)

"عیب نکالنے والا، چغلی کی بات لے کر چلنے والا، خیر سے منع کرنے والا، حد سے بڑھا ہوا گنہگار۔"

همّاز سے مراد وہ آدمی ہے جو بات لے کر لوگوں کے درمیان عداوت ڈالنے کے لیے چلتا ہو۔ (ابن کثیر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ .)) ❶

"چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

☆ چغل خوری یہ ہے کہ فساد پھیلانے اور آپس میں لڑانے کے لیے ایک جگہ کی بات جا کر

❶ ابوداؤد؛ باب : في القتات، ح: ٤٨٧٣ : ٤ / ٢٦٨ ـ سنن الترمذي، باب : النمام، ح: ٢٠٢٦ ـ الأدب المفرد، باب النمام، ح: ٣٢٢.

دوسری جگہ کی جائے، خواہ بات سچ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ عمل اسلام کی بنیادی تعلیمات اور مصلحتوں کے خلاف ہے۔ اسلام لڑائی جھگڑے اور عداوتیں ختم کرنے کے لیے آیا ہے۔

عبرت آموز واقعہ:

نبی کریم ﷺ کا گزر بقیع میں دو قبروں پر ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان قبر والوں کی آواز سنا کر آپ ﷺ پر انپر ہونے والا عذاب اور اس کا سبب ظاہر کر دیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی خبر دی تا کہ وہ ان اسباب عذاب سے بچ سکیں۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ لوگ اس عذاب کا سبب اگر ترک کرنا چاہتے تو ان پر کوئی گراں نہ ہوتا۔ اور یہ گناہ اس عذاب کی وجہ سے بہت بڑے تھے۔ فرمایا:

((إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ." فَأَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، فَقَالُوا: "يَارَسُولَ اللَّهِ! لِمَا فَعَلْتَ هَذَا؟" فَقَالَ: "لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا .)) ❶

"ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور یہ عذاب کسی بڑی وجہ سے نہیں ہو رہا، ایک کو عذاب اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا لوگوں کے درمیان چغل کی بات لے کر چلتا تھا۔" پھر نبی کریم ﷺ نے کھجور کی ایک ہری ٹہنی لی، اور اسے چیر کر دو کر دیا، اور ہر ایک قبر پر سر کی جانب ایک حصہ گاڑ دیا، صحابہ کرام نے سوال کیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: "شاید کہ جب تک یہ نہ سوکھیں ان کا عذاب ہلکا ہو۔" (متفق علیہ)

لمحوں نے خطا کی تھی، برسوں نے سزا پائی

❶ ابوداؤد؛ باب : في القتات، ح: ٤٨٧٣ : ٤ / ٢٦٨ ـ سنن الترمذي، باب : النمام، ح: ٢٠٢٦ ـ الأدب المفرد، باب النمام، ح: ٣٢٢.

مسلمان کی عیب جوئی، آبروریزی اور بے پردگی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتے ہیں؛ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعُ عَوْرَةَ أَخِيهِ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يُفْضِحْهُ وَلَوْ كَانَ فِي جَوْفِ بَيْتِهِ.)) ❶

''مسلمانوں کی غیبت مت کرو، اور نہ ان کے عیب تلاش کرو، بے شک وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش (ظاہر) کرتے ہیں اور جس کے عیب اللہ تعالیٰ ظاہر کرتے ہیں اسے ذلیل کر کے رکھ دیتے ہیں خواہ وہ اپنے گھر کے آخری کونے میں ہی کیوں نہ ہو۔''

کسی عقل مند سے پوچھا گیا، کہ عافیت کا راز کیا ہے۔ اس نے کہا:

بہ پیر میکدہ گفتم کہ چیست راہِ نجات
بخواست جامِ مے، وگفت ''عیب پوشیدن''

''میں نے پیرمیکدہ سے پوچھا نجات کی راہ کیا ہے، اس نے مے کا جام اٹھایا اور کہا کہ عیب پوشی۔''

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم سے کہا گیا تھا کہ قبر کا عذاب تین حصے ہے:

ایک حصہ:...... پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہے۔

دوسرا حصہ:...... چغل خوری اور دیگر برائیوں کی وجہ سے ہے۔

تیسرا حصہ:...... غیبت کی وجہ سے ہے۔

علماء کرام کہتے ہیں: جس کے مخلوق کے ساتھ رابطے ہوں، اور ان کے اخلاق میں ان کے ساتھ برتاؤ نہ کرے تو اسے اپنے لیے بوجھ سمجھتے اور اس کی غیبت کرتے ہیں؛ سو ان کا

❶ ابو داؤد، باب في الغيبة، ح: ۴۸۸۲۔ مسند أحمد بن حنبل، ح: ۱۹۸۰۱۔ قال الألباني: صحيح.

دین اس کی غیبت میں چلا جاتا ہے۔ اس انسان کا دین اور دنیا ان سے انتقام لینے اور ان کے بیکار اخلاق اپنانے میں چلی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کی طرف بہت ہی کم اہل عقل کی توجہ ہوتی ہے، چہ جائے کہ اہل غفلت تو اس جانب توجہ ہی نہیں دیتے۔'' ❶

۲۰۔ بے حیائی کے مراکز کا سفر:

حدیث میں آتا ہے:

((اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ.)) ❷

''سفر بھی عذاب کا ایک حصہ ہے، جو تم میں سے کسی ایک کو سونے اور کھانے اور پینے سے روکتا ہے۔ اور جب تم میں سے کوئی ایک اپنا کام پورا کر دے تو جلدی اپنے گھر پلٹ جائے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ: ۱۹۵)

''اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

ہر انسان کے پاس اس دنیا کی زندگی میں دنیا بھر کی سب سے قیمتی چیز اور گنجِ گراں مایہ اس کا دین اور پھر عمر رواں کی چار گھڑیاں ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ انسان اس عمر پر روئے گا، اور گزرا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ انسانی سلامتی اور عافیت حرام کام سے دوری میں ہے۔ ایسے ٹھکانوں کی طرف جانا، ایسے شہروں و ممالک، اور بازاروں کی طرف جانا جہاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب اور اس کا غضب نازل ہو رہا ہو؛ خود کو رسوا کن ہلاکت سے دوچار کرنا ہے۔ خاص طور پر جب وہاں کے رہنے والے اللہ کی نافرمانی پر مددگار بھی ہوں۔

مگر صد افسوس کہ بعض لوگ ان لمحات کو اللہ کی نافرمانی، ضیاع وقت، حدود شریعت کی

❶ ایقاظ الهمم العالية: ۱۰۵.

❷ البخاری: باب السرعة في السير، ۲۹۹۹؛ وكذلك برقم ۲۸۳۹۔ ومسلم، باب: السفر قطعة من العذاب واستحباب تعجيل المسافر إلى أهله بعد قضاء شغله، ح: ۵۰۷۰.

پامالی، اپنی جوابدہی سے عملی بیزاری، حرام کاموں کے ارتکاب، اور دیگر ہزار رنگ کے جرائم اور گناہوں کا موسم بنا لیتے ہیں۔

یہ حالات کچھ ان لوگوں کے متعلق دیکھنے میں آتے ہیں جو ان ممالک کا سفر کرتے ہیں جہاں بے حیائی، فحاشی، عریانی اور غلط کاری کلچر کے طور پر اپنائی گئی ہیں اور عام ہیں۔ اس پر کوئی روک ٹوک اور پابندی نہیں۔ شراب سر عام ملتی ہی نہیں بلکہ پانی اور مشروب کا نعم البدل سمجھی جاتی ہے۔ زنا، اغلام بازی اور دیگر جنسی بیماریاں اور برائیاں عام ہیں۔ ایسی چیزوں کے دیکھنے سے انسان میں نہ صرف غیرت کم ہوجاتی ہے، بلکہ حیاء اور مروت جانے کے ساتھ ساتھ انسان خود بھی ان گناہوں میں پڑ جاتا ہے۔ اور ایسے بھی ہوتا ہے کہ انسان یہ سفر ایمان کی حالت میں کرتا ہے، اور ایمان سے خالی ہاتھ ہو کر شکوک وشبہات کا ڈھیر لے کر واپس آتا ہے۔ کتنے ہی صالح لوگ خوشی خوشی ان تمام امور سے غافل ہو کر گھر سے نکلے؛ ان کے دل میں شہوت وشرارت اور خواہشات وجذبات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، اور اس سفر سے واپسی کے بعد بدترین فسادی بن گئے، راہ مستقیم پر چلنے والے کنارہ کش ہوگئے، اور نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے اب پیچھے رہنے لگے۔ جب انہیں اکیلے میں گناہ کا موقع میسر آئے، تو اسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اس طرح ایمان اور اصلاح کی جو دولت برسوں سے محفوظ چلی آرہی تھی، پل بھر میں گنوا دی۔ یہی وہ ہلاکت ہے جس میں پڑنے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے۔ اس سفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بدبختی ان کا مقدر کردی۔ کئی مصائب اور امتحانات میں مبتلا کردیا۔ لادینیت اور فسق وفجور کے ان معاشروں میں عورتوں کا فتنہ کھلم کھلی ہلاکت ہے۔ اس لیے کہ وہاں خلوت اور اختلاط، اور مابعد کے دیگر امور کوئی معیوب چیز نہیں۔ جب کہ دین ہمیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثُهُمَا .)) ❶

❶ المستدرك للحاكم؛ كتاب العلم، ح: ٣٩٠۔ صحيح ابن حبان، باب طاعة الأئمة، ح: ٤٥٧٦۔ صحيح، الترمذي: ٣/٤٧٤۔

"کبھی بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہیں ہوتا مگر شیطان ان کے درمیان تیسرا ہوتا ہے۔"

شیطان کا کام ایمان والوں کو گمراہ کرکے ان سے فحاشی کی راہ پر ڈالنا ہے، اسی لیے اسلام نے ان تمام امور سے منع کردیا جن کی وجہ سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں۔

کسی بھی عقل مند اور اہل خرد پر پورے یورپ کی اس حوالہ سے اخلاقی پستی مخفی نہیں ہے۔ غلط کاری کی وجہ سے اس معاشرہ میں آئے دن پیچیدہ سے پیچیدہ مرض جنم لے رہے ہیں، جو نہ صرف ایسی حرکات کرنے والوں کے لیے، بلکہ ان کے قریب پھٹکنے والوں کے لیے بھی زہر قاتل ہیں۔ ایڈز، زہری، رنگا رنگ سرطان اور دیگران گنت امراض یورپی معاشرہ پر عذاب الٰہی کی صورت میں مسلط ہیں۔ جن کے متعلق یہ کہنا درست ہوگا:

﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ ۝٣١ ﴾

(المدثر: ٣١)

"اور تیرے رب کے لشکر کو اس کے بغیر کوئی نہیں جانتا، اور یہ بشر کے لیے صرف نصیحت ہے۔"

یہی وہ معاشرے ہیں جنہوں نے آزادی فکر، حریت شخصی اور کلچر کے نام پر عفت وعصمت، دین اور غیرت کا قتل عام کیا۔ اور اب تباہیوں کے ایسے گڑھے میں گر چکے ہیں کہ:

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

ان معاشروں میں شراب کی لعنت ایک ایسی برائی ہے کہ ہر برائی اس سے جنم لیتی ہے۔ کیونکہ شراب پینے سے عقل زائل اور اچھائی اور برائی کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔ پھر انسان ہر ایک برائی کو آسان جانتا ہے؛ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

((لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ .)) ❶

"شراب نہ پینا، کیونکہ یہی ہر برائی کی کنجی ہے۔"

❶ المعجم الأوسط: ح: ٧٩٥٦۔ صحيح / ابن ماجه؛ باب الخمر مفتاح كل شر، ح: ٣٣٧١۔

ایک حدیث میں ہے:

''شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ❶

اور فرمایا: ''شراب کے عادی اور بتوں کے پجاری میں کوئی فرق نہیں۔'' ❷

مغربی معاشرہ میں یہ تمیز بالکل نہیں ہے۔ وہاں تقریباً اکثر محفلوں میں شراب موجود ہوتی ہے، إلا یہ کہ کچھ غیرت مند، اور صاحب عزم وہمت، صابر مسلمان ہی اللہ کے فضل سے اس برائی سے بچ کر رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب کے جام گردش کر رہے ہوں۔'' ❸

کیونکہ شراب کی لت ایسی مہلک عادت ہے کہ انسان اسے چھوڑنا بھی چاہے تو جلدی چھوڑی نہیں جاتی، اگر انسان ہمت کرے اور پختہ ارادہ کر لے تو اللہ ضرور مدد کرنے والا ہے۔

کفار کے ممالک کی ظاہری زیب وزینت دھوکے میں نہ ڈالے، یقیناً شہد میں زہر ملا ہوا ہے، اس سے بچ کر رہیں۔ ایک اہم ترین نکتہ جو انتہائی توجہ طلب ہے کہ اللہ کی بندگی ہر دور اور ہر جگہ میں ہوسکتی ہے، اس کے لیے کسی جگہ اور موسم کا تعین ضروری نہیں، سوائے ان عبادات کے جن کے لیے خاص جگہ اور مخصوص زمانہ شریعت نے متعین کیے ہیں۔ جیسے حج اور عمرہ کے لیے مکہ، اور پھر حج کے لیے خاص جگہ اور دن۔ کسی بھی موسم میں مسجد نبوی اور مسجد حرام کی زیارت اس لیے کہ یہاں عبادت کا ثواب زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ خاص امید ثواب کے ساتھ کسی بھی جگہ کا سفر کرنا جیسے: کسی درگاہ اور دربار [illegible]، یا گناہ کے لیے سفر؛ مختلف غیر مسلموں کی رسوم اور مذہبی امور میں شرکت کے لیے [illegible]: کرسمس عیسائیت کا تہوار، ہندوؤں کی رسم بسنت وغیرہ، یہ سب حرام اور ناجائز ہیں۔ یہ حرمت اس وقت اور بھی سخت ہوجاتی ہے جب طویل تر سفر کے ساتھ مال کے ضیاع، جان کی تکلیف اور ایمان وعقیدہ کو خطرہ لاحق ہو۔

❶ صحیح / الترغیب والترہیب۔ ❷ الجامع الصغیر۔

❸ صحیح / الترغیب والترہیب۔

کفار کے ملکوں کے سفر کا شرعی حکم:

ان ممالک کا سفر جہاں کفر، گمراہی اور فساد پھیلا ہوا ہو، جیسا کہ شراب نوشی، زنا اور اس کے ساتھ مختلف گمراہی اور کفر کے دیگر کام؛ ان علاقوں کا سفر کرنے میں مرد اور عورت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ کتنے ہی صالح لوگوں نے سفر کیا اور فاسق وفاجر بن کر لوٹے؛ اور کتنے ہی مسلمان کفر کی حالت میں واپس پلٹے۔ ایسے سفر کے خطرات بہت ہی بڑے ہیں۔ پس واجب ہے کہ ایسے ممالک کا سفر نہ کیا جائے؛ نہ ہنی مون کے لیے اور نہ کسی اور غرض سے۔''

اہل شرک کے ملکوں کا سفر کسی شرعی جواز (جیسے کہ علاج، یا کوئی ایسا فن سیکھنے کے لیے جس کی تعلیم اسلامی ممالک میں نہ ہوتی ہو) کے بغیر جائز نہیں؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ .)) ❶

''میں ایسے ہر مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان میں رہتا ہو۔''

سفر کی شرائط:

ایسے ممالک کی طرف سفر کرنے کے لیے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

☆ انسان کو اتنا علم ہو جس سے اپنے دین کے بارے میں شبہات کا رد کیا جاسکے۔

☆ دین پر اتنی استقامت ہو کہ شہوت پرستی سے باز رہ سکے۔

☆ یہ سفر اس قدر ضروری ہو کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔

☆ اس سفر میں شرعی امور کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے۔

۲۱۔ دن میں کثرت کے ساتھ سونا:

دن اور رات کا لگاتار آتے جاتے رہنا، ان میں مختلف قسم کے ایسے اسباب کا موجود ہونا جن کی وجہ سے حیات کونی میں رونقیں اور رعنائیاں آتی ہوں؛ زینت اور مصلحتیں پوری ہوتی ہوں، اور وجود کائنات کو استحکام ملتا ہو؛ ایسے امور اور مقاصد ہیں جن تک انسانی تفکر

❶ الترمذی، باب کراهية المقام بين أظهر المشركين؛ ح: ١٦٠٤۔ ابوداؤد؛ باب النهي عن قتل من اعتصم بالسجود، ح: ٢٦٤٧۔ / فتاوى لجنة دائمة۔ ابن باز رحمه الله/ فتاوى علماء بلد الحرام۔

وتدبر بہت غور وغوض کے بعد رسائی کر سکتے ہیں۔ ان من جملہ اسباب میں سے کچھ کے متعلق اللہ تعالیٰ دن اور رات کی پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ (النبا: ۹، ۱۰، ۱۱)

"اور ہم نے بنایا نیند کو تمہارے لیے آرام کا سبب۔ اور رات کو ہم نے پردہ بنایا۔ اور دن کو روزگار کا موقع بنایا۔"

نیند جہاں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے؛ وہیں پہ اس کی بے مثال قدرت کی دلیل بھی ہے۔ نیند سے نہ صرف بدن کو راحت پہنچتی ہے، بلکہ انسان میں چستی، بیدار مغزی، تھکاوٹ کی دوری، اور جسمانی صحت کی بہتری میں نیند کا بہت بڑا کردار ہے۔ اس کی قدر ان سے پوچھیے جنہیں مستقل طور پر نیند کی گولیاں کھا کر بھی یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی۔ یہاں پر مقصود ایسا سونا ہے جس سے ادائیگی واجبات میں کوتاہی، مصلحتیں اور حقوق پامال ہوتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳﴾ (الروم: ۲۳)

"اور اللہ کی نشانیوں میں سے تمہارا دن اور رات کے وقت سونا، اور رزق تلاش کرنا ہے؛ یقیناً اس میں سننے والوں کے لیے بہت بڑی نشانیاں ہیں۔"

ہماری بات سے مقصود دن کے وقت مسنون قیلولہ کی ممانعت نہیں، اسے اللہ تعالیٰ نے یہاں اور کئی دیگر آیات میں جائز اور مباح رکھا ہے۔ ہماری بات کا محور دن کو بہت زیادہ اور بے موقع سونا ہے؛ جس سے انسانی اعضا صحیح طور پر کام نہیں کرتے، ہر وقت سستی اور کاہلی کا غلبہ رہتا ہے، اور امور زندگی صحیح طرح سے ادا نہیں ہو پاتے۔ بقول کسے:

ذرہ ذرہ ہے مظہرِ خورشید
جاگ اے آنکھ! دن ہے رات نہیں

وقت کا ضیاع، نعمت الٰہیہ کی بے قدری، بہت بڑا گھاٹے کا سودا ہے۔ اہل خانہ مشقت برداشت کر رہے ہوتے ہیں، اور بڑے میاں خواب خرگوش کے مزے لیتے رہتے ہیں، اور جب سارے لوگ سو جاتے ہیں، اس وقت بلڑ بازی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت اس انسان اور چمگادڑ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا، جو دن بھر درخت کے ساتھ الٹا لٹک کر سوتا ہے لیکن رات کو جاگتا ہے۔ دن کو آنکھ کھل بھی گئی تو عالم یہ ہوتا ہے کہ بقول شاعر:

ہے غیب غیب جسے سمجھتے ہیں سب شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب سے

اسلام ہمیں جلدی سونے اور جلدی بیدار ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔ صبح سویرے کیے جانے والے کام میں برکت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ہے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا .)) [1]

"یا اللہ! میری امت کے صبح سویرے کے کاموں میں برکت ڈال دے۔"

آپ ﷺ نے ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((يَا بُنَيَّةُ ! قُوْمِيْ ، اشْهَدِيْ رِزْقَ رَبِّكِ وَلَا تَكُوْنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْسِمُ أَرْزَاقَ النَّاسِ مَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوْعِ الشَّمْسِ .)) [2]

"بیٹی! اٹھیے؛ اپنے رب کے رزق کی تقسیم کے وقت حاضر رہیے اور غافلین میں سے مت ہو جائیے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں۔"

---

[1] سنن أبي داؤد، باب: الابتكار في السفر، ٢٦٠٦ - سنن الترمذي، باب التبكير في التجارة، ح: ١٢١٢ - سنن ابن ماجة، باب: ما يرجى من البركة في البكور؛ ح: ٢٢٣٦ - الجامع الصغير؛ صححه الألباني.

[2] شعب الإيمان، فصل: في النوم الذي هو نعمة من الله؛ ١٨١/٤؛ ح: ٤٧٣٥ - جامع الحديث، مسند فاطمة، برقم ٤٣٤٩٦ - كنز العمال ٤٢٠٢٨ - ضعفه بعض العلماء.

آپ ﷺ جب بھی اپنے صحابہ کو کسی اہم کام جیسے غزوہ وغیرہ پر بھیجتے تو صبح تڑکے منہ روانہ کرتے۔ زیادہ سونا، بالخصوص فجر کے وقت سوتے رہنا ایک ایسا شیطانی عمل ہے جس کی وجہ سے انسان سے نشاط اور تازگی ختم ہوجاتی ہیں، وقت کی برکت اٹھ جاتی ہے؛ اور وہ سارا دن سست اور تھکا ہوا رہتا ہے؛ جس کی وجہ سے وہ کئی ایک امور بطریق احسن سرانجام نہیں دے سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی ایک سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر بیٹھتا ہے اور تین گانٹھیں لگاتا ہے۔ اور کہتا ہے ابھی رات بہت لمبی ہے سوئے رہو۔ اگر انسان اس حال میں بیدار ہوگیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گانٹھ کھل جاتی ہے، اور وضو کیا تو دوسری گانٹھ کھل جاتی ہے، اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری گانٹھ کھل جاتی ہے؛ اور صبح کے وقت وہ بالکل چست اور ہشاش بشاش اور خوشگوار موڈ والا ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو گندے نفس اور سستی و کاہلی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔'' ❶

نبی کریم ﷺ کے صبح وشام کے اوراد میں ایسے اوراد موجود ہیں جن میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اوقات میں برکت کا سوال کرتے؛ اور سستی و عاجزی سے پناہ مانگتے اور اپنی امت کو بھی اس کی تعلیم دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک صبح کرے تو یہ کلمات کہے:

((أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ؛ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ ، وَهُدَاهُ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ .)) ❷

''ہم نے صبح کی؛ اور کائنات نے اللہ رب العالمین کے لیے صبح کی؛ اے اللہ!

❶ البخاری، باب: صفة إبليس و جنوده، برقم ۳۱۲۱۔ ومسلم، في كتاب الطهارة، باب: الإيتار في الاستنثار و الاستجمار، برقم ۲۳۸۔

❷ ابو داؤد: باب ما يقول إذا أصبح؛ ح: ۵۰۸۶۔ حصن المسلم /حسن۔

میں آپ سے مانگتا ہوں اس دن کی بہتری؛ اس کی فتح و نصرت؛ اس کا نور اس کی برکت اور ہدایت؛ اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس دن کے شر سے اور اس کے بعد والے دنوں کے شر سے۔''

دن اور رات کو بے جا ایسے سونا کہ انسان نہ تو نمازیں صحیح طرح ادا کرسکے، اور نہ دیگر حقوق کو کما حقہ ادا کرسکے، یہی نیند نحوست، بدبختی، اور برائی کی جڑ ہے۔

بہت زیادہ سونا چہرے کو پیلا، اور دل کو اندھا کردیتا ہے۔ آنکھوں کو اندر دھنسا دیتا ہے۔ اور کام سے سستی پیدا کرتا ہے، اور جسم میں مختلف قسم کی رطوبتیں پیدا کرتا ہے۔

البتہ دن کو ظہر سے قبل اور جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد تھوڑی دیر کے لیے سونا سنت ہے، اسے قیلولہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیلولہ کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔''

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((كُنَّا نَقِيْلُ وَنَتَغَدّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ)) ❶

''ہم جمعہ والے دن دوپہر کا قیلولہ اور کھانا نماز جمعہ کے بعد کرتے تھے۔''

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دن رات کام کرتے اور بہت کم سوتے تھے۔ ان کے اہل خانہ نے پوچھا: کیا آپ سوتے نہیں؟ فرمایا: ''اگر میں رات کو سوجاؤں تو اپنے نفس کو ضائع کردوں گا، اور اگر دن کو سوجاؤں تو میری رعایا کا نقصان اور ضیاع ہے۔''

۲۲۔ رت جگے کرنا:

خالق روز و شب نے دن کو ہماری معاش اور دیگر دنیاوی امور کے حل کا ذریعہ اور رات کو آرام کا سبب بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴾ (الروم: ۲۳)

❶ رواه البخاري، باب: القائلة بعد الجمعة، ح: ۵۹۲۳۔ مسلم، باب: صلاة الجمعة حين تزول الشمس؛ ح: ۸۵۹.

"اور اللہ کی نشانیوں میں سے تمہارا دن اور رات کے وقت سونا، اور رزق تلاش کرنا ہے؛ یقیناً اس میں سننے والوں کے لیے بہت بڑی نشانیاں ہیں۔"

مگر یہ صفات اس نسل میں کہاں؟ معاملہ ہی الٹ ہوگیا؛ لوگ دن کو سوتے اور رات کو جاگتے ہیں۔ اور پھر رات کا جاگنا بھی بامقصد وبا منفعت کام کے لیے نہیں، بلکہ فضول گوئی، اور لایعنی کاموں کے لیے ہے۔ بلکہ بعض چمگادڑ صفت لوگ دن کو تو نظر نہیں آتے، مگر رات کو مختلف چوراہوں، گلیوں کی نکڑوں، گراونڈز، اور دیگر مقامات پر جا بجا اکیلے یا ٹولیوں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

راتیں گپ شپ، غیبت، عیب جوئی، بیہودہ گوئی، ہاتھ و پاؤں اور سمع وبصر کے زنا جیسے سراسر نقصان دہ امور میں گزرتی ہیں۔ اکثر تو ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ اس طرح کی مجلسیں رچانے والے اللہ کی یاد، خوف الٰہی، خوف محشر اور خوف عذاب قبر سے انتہائی دور اور لاپروا ہوتے ہیں۔

کتنی ہی بڑی بدنصیبی ہے انسان کی کہ جو وقت اس کے رب کو راضی کرنے اور اس کے ساتھ سرگوشیاں کرکے اپنے گناہ معاف کروانے کا ہے، اسے وہ لوگوں کے گناہ اپنے سر لینے اور نت نئے گناہ کمانے میں صرف کردیتا ہے۔ اس وقت اور ان گھڑیوں کی قیمت کا احساس ذرا بھر بھی نہیں کرپاتا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مناجات کے لیے رکھی ہیں۔

ایسے لوگ نہ ہی نماز ادا کرسکتے ہیں اور نہ نیکی کے کسی دیگر کام میں حصہ لے سکتے ہیں، چونکہ شیطان ان پر مکمل طور پر غالب آچکا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی پہلی قربانی اگر نماز عشاء ہوتی ہے تو قرب فجر میں پرانا اور ازلی دشمن شیطان، دوستی کے روپ میں، ہمدرد بن کر، تھکاوٹ کا احساس دلا کر نیند کی وادیوں میں دھکیل دیتا ہے؛ تاکہ گناہ شب شرمندہ کی توبۂ وآہ سحر سے معافی نہ ہوجائے، اور اس کی تمام رات کی محنت اور خوشی پر پانی نہ پھر جائے۔ ایسے میں تھکاوٹ، لاغرپن، اور سستی غالب آجاتی ہے، اور شیطان جوں توں کرکے سلا دیتا ہے۔ اور سب سے پہلی قربانی نماز فجر کی ادائیگی سے محرومی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالسَّمَرُ بَعْدَ هَدْأَةِ اللَّيْلِ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَأْتِي اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهِ.)) [1]

"رات کے چھا جانے کے بعد اپنے آپ کو گپ شپ سے بچاؤ، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اب اپنی کس مخلوق کو لانے والے ہیں۔"

سیدنا حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد بات چیت کرنا ناپسند فرماتے تھے۔" [2]

بعض احادیث میں عشاء کے بعد مسافر اور نمازی کے علاوہ کسی کو باتیں کرنے اور جاگنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ اس سے فجر کی نماز ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ جب کہ نماز فجر کی ادائیگی جہنم سے امان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا)) [3]

"وہ انسان ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا جس نے سورج طلوع ہونے قبل اور غروب ہونے سے قبل کی نماز پڑھی" یعنی عصر اور فجر۔"

حقیقت میں نماز فجر کا رہ جانا منافق ہونے کی نشانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا، لَأَتَوْهُمَا، وَلَوْ حَبْواً.))

"منافق پر فجر اور عشاء کی نماز سے بڑھ کر گراں کوئی نماز نہیں، اور اگر وہ جان لیں ان میں کتنا اجر ہے، وہ ضرور حاضر ہوں، خواہ سرینوں کے بل چل کر آئیں۔"

رات کو دیر تک جاگنا صرف طالب علم یا مسافر اور عبادت کرنے والے کے لیے جائز

---

[1] الأدب المفرد، ح: ۱۲۳۰۔ مصنف عبدالرزاق برقم ۱۲۳۹۔ سلسلہ احادیث صحیحہ۔

[2] سنن الترمذي، باب: ماجاء في كراهية النوم قبل العشاء و الحديث بعدها؛ ح ۱۶۸۔

[3] مسلم باب فضل صلاتي الصبح و العصر والمحافظة عليهما: ح: ۶۳۴۔

ہے ،اور یہی گھڑیاں ہیں رات کی ، جب اللہ تعالیٰ دنیا کے آسمان پر نزول فرماتے ہیں اور آسمانِ دنیا سے آواز لگاتے ہیں: ''ہے کوئی مانگنے والا جسے دیا جائے ، ہے کوئی مغفرت کا طالب جس کے گناہ بخشے جائیں ، ہے کوئی مدد کا طلبگار جس کی مدد کی جائے۔'' (مسلم)

رات کی عبادت ؛ دعا واستغفار اور نالۂ سحر اخلاص میں کمال کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت ریا کاری اور نمود کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ یہ معاملہ صرف عابد اور معبود ، ساجد اور مسجود ، بندے اور رب کے درمیان محدود ہوتا ہے۔ شاعر نے اس کو بہت خوب پیرائے میں بیان کیا ہے:

اَلــلَّيْــلُ لِــلْــعَــاشِــقِــيْــنَ سِــتْــرٌ
يَـــا لَـيْــتَ أَوْقَـــاتِـهَـــا تَـــدُوْمُ

''رات سچی محبت کرنے والوں کا پردہ ہے ، اے کاش کہ اس رات کی ان گھڑیوں کو بقا نصیب ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰـهَ يَبْغَضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ ، جِيفَةٍ بِاللَّيْلِ ، وَحِمَارٍ بِالنَّهَارِ ، عَالِمٍ بِالدُّنْيَا جَاهِلٍ بِالْآخِرَةِ)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں ، ہر اس تندخو ، بازاروں میں چیخنے والے ، رات کے مردار اور دن کو گدھے کی طرح پھرنے والے کو ، جسے اپنی دنیا کا تو پتہ ہے مگر آخرت سے لاعلم ہے۔''

یہ مذمت اس انسان کی ہے جو اپنی راتوں بلا مقصد ضائع کردے اور عبادت میں ذرا بھر حصہ بھی اسے نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ

[1] صحيح ابن حبان، ذكر الزجر عن العلم ... ح: ۷۲۔ السنن الكبرى للبيهقي ح: ۲۰۵۹۳۔ صحيح الجامع؛ صححه شعيب أرناؤوط.

غٰفِلُوْنَ ۝ ﴾ (الروم: ۷)

''وہ صرف دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں ، اور آخرت سے بالکل ہی بے خبر ہیں۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان لوگوں کو امورِ دنیا اور ذرائع کسب کے علاوہ کوئی اور علم نہیں ہے۔ دنیا کمانے کے طریقوں میں وہ بڑے ماہر ہیں ؛ لیکن امورِ دین اور آخرت میں نفع دینے والی چیزوں سے جاہل اور بے خبر ہیں۔ گویا کہ کوئی انسان ایسا غافل ہے جس کا نہ کوئی ذہن ہے اور نہ فکر۔''

ذرا ان لوگوں کو غور و فکر کرنا چاہیے جو بڑے بڑے انجینئر اور ڈاکٹر ہیں ، اعلیٰ عہدوں پر **تعینات ہیں** ، بڑے بڑے کاروبار دنیا سنبھالے ہوئے ہیں ، مگر انہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ نماز **کے فرائض کتنے ہیں** ؟ وضو یا غسل کیسے کرنا ہے؟۔ اور اگر کل تک ابا جی یا کوئی دیگر عزیز مر گیا **تو اس کی نماز** جنازہ کیسے پڑھنی ہے؟ اور جب خود مر جائیں گے تو منکر و نکیر کے سوالوں کے **لیے کیا جواب** تیاری کی ہے؟

جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کفار دنیا کی آباد کاری اور اس کے کمانے کے بڑے ماہر ہیں ، مگر دین کے امور اور آخرت سے جاہل اور بے خبر ہیں۔''

دوسری حدیث میں ہے:

((نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْكَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ .)) [1]

''عبداللہ بہترین انسان ہیں ، کاش کہ وہ رات کو تہجد کی نماز بھی پڑھتے۔''

راتوں کو جاگنا بہت اچھی بات ہے اگر یہ اللہ کی رضامندی کے لیے اور سنت کے

[1] رواه البخاري ، كتاب المناقب ، باب : مناقب عبد الله بن عمر ، ح: ۳۵۳۰.

مطابق ہو، اگر نیت اللہ کی رضامندی کا حصول ہے، مگر طریقہ وہ سنت کے مطابق نہیں تب بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ حدیث شریف میں راتوں کے قیام کو افضل عبادت کیا گیا ہے، فرمایا:

((أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ الصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ .)) ❶

''فرض کے بعد سب سے بہتر نماز قیام اللیل (تہجد کی نماز) ہے۔''

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَكْعَتَانِ خَفِيفَتَانِ مِمَّا تَحْقِرُونَ وَ تَنَفَّلُونَ يَزِيدُهُمَا هٰذَا - وَيُشِيرُ إِلَى قَبْرٍ - فِي عَمَلِهِ ، أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ بَقِيَّةِ دُنْيَاكُمْ .)) ❷

''تمہاری دو رکعت نفل نماز جسے تم کم سمجھتے ہو اور وہ ان کو اپنے عمل میں بہت سمجھتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے قبر کی طرف اشارہ کیا۔ یہ دو رکعت تمہاری باقی ساری دنیا سے اس کے لیے بہتر ہیں۔''

گناہ کی تلخی یقیناً ایمان اور اطاعت کی چاشنی اور خوش بختی کی لذت کے منافی ہے۔ جو دل کو ایمان اور توحید کی سیر گاہوں میں تلذذ سے مانع ہے۔ ایک شاعر نے اس امر کو یوں اپنے خیالات کے قالب میں ڈھالا ہے:

شَكَوْنَا إِلَى أَحْبَابِنَا طُولَ لَيْلِنَا
فَقَالُوا لَنَا: مَا أَقْصَرَ اللَّيْلُ عِنْدَنَا
وَذَاكَ بِأَنَّ النَّوْمَ يَغْشَى عُيُونَهُمْ
يَقِيناً وَلَا يَغْشَى لَنَا النَّوْمُ أَعْيُنَا

''ہم نے اپنے احباب سے رات کے لمبا ہونے کا شکوہ کیا۔ وہ ہم سے کہنے لگے: ہمارے لیے تو یہ رات بہت ہی مختصر ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً نیند ان کی آنکھوں کو ڈھانک لیتی ہے، جب کہ ہماری آنکھوں میں نیند کا نام بھی نہیں۔''

❶ مسلم: فضل صوم المحرم، ح: ۲۰۳.
❷ مصنف ابن ابی شیبۃ برقم ۳۴۷۰۲؛ المعجم الکبیر: ۷۸۴۳.

۲۳۔ بازاروں میں ہلڑ بازی وہنگامہ آرائی:

اگر کچھ لوگ گذشتہ ذکر کردہ شیطانی حیلوں اور پھندوں سے بچ گئے تو ان کے لیے ایک اور شیطانی نیٹ ورک اسٹیشن ''بازار'' ہے۔ چونکہ سارا دن اور رات گھر میں گزارنا مشکل لگتا ہے، لہٰذا موجودہ دور میں بازار کو فارغ لوگوں کے لیے تفریح کی جگہ، اور بیکار لوگوں کے لیے سامانِ تسلی تصور کیا جانے لگا ہے۔ جس میں اکثر وقت کو عام طور پر بغیر کسی قابل ذکر فائدہ، اور کار آمد عمل کے ضائع کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ انسان ہر گھڑی ایک نئے فتنہ اور خدشہ کے منہ میں رہتا ہے۔ خاص کر ہمارے دور میں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا ہے، عورتوں نے بازار کی زینت دوبالا کرنے میں مردوں کو بھی دو ہاتھ پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ کوئی خاص کام ہو یا نہ ہو، لیکن محترمہ ہر وقت بازار کا چکر لگاتی ہوں گی۔ گھر بھر میں ایک روپے سے لے کر لاکھوں تک کی خریداری کرنی ہو، اس میں محترمہ کی دخل اندازی ایک معمول بن گیا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ مرد حضرات نہ صرف ساتھ لے کر جاتے ہیں، بلکہ ہر وقت بازار آنے جانے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے، اس طرح بے پردگی کے وہ گل کھلاتے ہیں کہ الحفیظ والامان۔

شاید اکبر الہ آبادی رحمہ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا تھا:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا کہ وہ آپ کا پردہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اگر مردوں میں شرم اور حیا باقی ہوتی تو وہ اپنی عزت کو یوں نیلام ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ چونکہ یہ شیطانی پھندوں میں سے ایک پھندا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ہاں بدترین جگہ بازار اور بہترین جگہ مساجد ہیں۔'' ❶

اور فرمایا: ''جتنا ہو سکے کوشش کرو کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو سب سے پہلے بازار

❶ مشکاۃ المصابیح؛ مسند الشہاب ۱۳۰۱.

میں جاتے ہیں، اور سب سے آخر میں وہاں سے نکلتے ہیں، کیونکہ یہ شیطان کے ساتھ معرکہ کی جگہ ہے، اور وہاں پر ہی شیطان نے اپنے جھنڈے گاڑے ہوتے ہیں۔'' ❶

حقیقتاً بازار ایسے بیکار لوگوں کے لیے سب سے بری جگہ ہے جو بے سبب ہر وقت بازار کی زینت بنے رہتے ہیں۔ ورنہ سچے اور امانت دار تاجروں کے لیے یہیں رہتے ہوئے ہی شہدا اور صالحین کے ساتھ جنت میں مقام تیار ہوتا ہے۔ لین دین، خرید و فروخت، انسانی ضروریات کی تکمیل یہ سارے کام یا تو بازار میں، یا بازار کی وجہ سے ممکن ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں کا کام ہی بازار میں ہے، وہ اس مذمت میں داخل نہیں ہیں۔ عام لوگوں کے متعلق اب دیکھنا یہ ہے کہ اپنے وقت کو بازار میں کھیل تماشا میں گزارتے ہیں، یا اس سے کوئی فائدہ مند بات حاصل کرتے ہیں۔

کسی انسان کی توہین کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کہا جائے: فلاں بازاری آدمی ہے۔ یہ اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کام اور وجہ کے ہر وقت بازار میں بھٹکتا پھرے۔ ورنہ تاجر اور کاروباری لوگ معاشرہ کے معزز اور خوش بخت افراد ہیں جن کی وجہ سے کئی لوگوں کی پریشانیاں حل ہوتی ہیں۔ لہٰذا چاہیے کہ انسان اپنے کام اور مقصد کا تعین کر کے بازار جائے، اور مقصد پورا ہونے پر جلد سے جلد گھر لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ..... ﴾ (سبا: ١٥)

''اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔''

۲۴۔ گلشن کی سیر:

پارک ایک قسم کے شیطانی جال ہیں۔ جہاں ہر قدم پر اس کے کارندوں نے اپنے ڈورے بچھائے ہوتے ہیں۔ اگر بازاروں کی زینت بن کر رسوائی کمانے میں کوئی کمی رہ گئی تھی تو وہ پارکوں نے پوری کردی۔ گل و گلشن کی سیر تو ایک اچھی بات ہے، مگر عصر حاضر میں

❶ مسلم برقم ٢٤٥١۔

اس میں جو برائیاں اور قباحتیں در آئی ہیں ان پر توجہ نہیں دی جاتی۔ سرِ شام ہی لوگ جھنڈ در جھنڈ اور غول در غول پارکوں میں چلے آتے ہیں۔ یہ عیاشی کے نئے اڈے ہیں جن کی زینتیں آج کل دوبالا ہو رہی ہیں۔ بابو، بی بی اور بابا، سارے اس میں برابر کے شریک ہیں۔

افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ اکثر پارک حیا، سوز ملاقاتوں کے لیے ایک نقطہ، ربط کا کام دیتے ہیں۔ عورتیں اور مرد شترِ بے مہار کی طرح گھومتے ہیں۔ اور ایکسکیوزمی، ہیلو، بائے، سوری، آئی لو یو، کے حیا سوز، غیرت شکن اور بے ہودہ جملے بکثرت سننے کو ملتے ہیں۔ اس باپ اور بھائی کی غیرت کا جنازہ بھی اس وقت اٹھ جاتا ہے، جب کوئی منچلا کسی کی بیٹی یا بہن کو چھیڑ کر سوری کے لفظ سے جان چھڑا لیتا ہے۔ اور کئی بار ایسے معاملات پر جھگڑے اور لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے گرمی کی لہر سے خود کو بچانے؛ اور تفریحِ طبع کے لیے یہ پروگرام بنایا تھا، اب وہ حرام سننے، حرام دیکھنے، اور حرام کہنے اور کرنے کی مد میں جہنم کے مستحق بن کر واپس جا رہے ہوتے ہیں۔ مگر یہ سب ہمارے اپنے گناہوں کی سزا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں عورتوں اور مردوں کے اختلاط اور بے پردگی سے منع فرمایا تھا، جس پر عمل نہ کرنے کے نتائج ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ لیکن کیا کوئی صاحبِ بصیرت اس سے عبرت حاصل کر سکتا ہے؟ شاعر کہتا ہے:

مقام پرورشِ نالہ و آہ ہے چمن
نہ سیرِ گل کے لیے ہے نہ آشیاں کے لیے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَأَنْ يَزْحَمَ رَجُلٌ خِنْزِيْرًا مُتَلَطِّخًا بِطِيْنٍ وَحَمْأَةٍ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَزْحَمَ مَنْكِبُهٗ مَنْكِبَ امْرَأَةٍ لَا تَحِلُّ لَهٗ.)) ❶

''کوئی انسان ایک کیچڑ آلود خنزیر سے ٹکرائے، یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کا کندھا کسی ایسی عورت کے کندھے سے ٹکرائے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔''

❶ المعجم الكبير للطبراني برقم ٧٨٣٠۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ .)) ❶

''تم میں سے کسی ایک کے سر میں لوہے کی سوئی ٹھونکی جائے وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔''

یہ تو عام جگہیں ہیں جہاں پر انسان اور جن شیطانوں کی بھر مار ہوتی ہے۔اور وہاں جانے کا مقصد بھی اکثر وبیشتر ایفائے عہد، چھیڑ خانی، اختلاط ومیلاپ، شرارت، اور پنگے بازی اور فحاشی ورسوائی ہوتا ہے؛ جس میں ننانوے فیصد لوگوں کی نیت شروع سے ہی خراب ہوتی ہے۔ جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد جیسے مقدس مقامات پر بھی اختلاط سے منع کیا ہے- جہاں پر حاضر ہونے کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا حصول ہوتا ہے، اور نیت بھی ننانوے فیصد پاک وصاف ہوتی ہے۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:''رسول اللہ ﷺ نے جب مسجد بنائی، تو عورتوں (آنے جانے) کے لیے ایک علیحدہ دروازہ بنایا، اور فرمایا:

((لَا يَلِجُ مِنْ هَذَا الْبَابِ مِنَ الرِّجَالِ أَحَدٌ .)) وفی روایة: ((لَا تَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ .)) ❷

❶ المعجم الكبير برقم ٤٨٦؛ صحيح.

❷ المسند الطيالسي، باب ما روى عن نافع ابن عمر؛ ح: ١٨٢٩ـ حلية الأولياء ١/ ٣١٣ـ وتاريخ كبير- وفي رواية لأبي داؤد في باب: في اعتزال النساء في المساجد عن الرجال، برقم ٤٦٢؛ عن ابن عمر: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((لو تركنا هذا الباب للنساء)). قال نافع: فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات. قال: الألباني: صحيح.

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ہم اس دروازہ کو عورتوں کے لیے چھوڑ دیں۔'' حضرت نافع فرماتے ہیں: ''اس کے بعد ابن عمر کبھی اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ ان کی موت آگئی۔''

''اس دروازہ سے کوئی مرد داخل نہ ہو۔'' ...... ''(مرد) عورتوں کے دروازہ سے مسجد میں داخل نہ ہوں۔''

عورت کا فتنہ انتہائی خطرناک اور مضر ہے، جس سے بچ جانے میں ہی نجات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ)) ❶

''بے شک دنیا سرسبز اور شیریں ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ بنائیں گے۔پس دیکھا جائے گا تم کیسے کام کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔''

اہل عقل کے لیے غور وفکر کا مقام ہے کہ کہاں مسجد جیسا خالص روحانی مقام، جہاں جانے کا مقصد ہی رضائے الٰہی کا حصول، گناہوں کی معافی، اور توبہ واستغفار سے تقرب الی اللہ ہوتا ہے؛ اور انسان کی تمام تر توجہ اللہ کی طرف ہی ہوتی ہے۔ اور کہاں پارک اور باغیچے جہاں جانے کا مقصد ہی دل لگی، تفریح طبع، نظارے اور اشارے ہوں، اور پھر اس کے مواقع بھی خوب میسر ہوں، اور شیطان نے بھی ہر طرف اپنے جال خوب پھیلا رکھے ہوں، جس کے مناظر کئی بار دیکھنے میں آتے ہیں، اب ایک غیرت مند کے لیے یہ فیصلہ کا مقام ہے؟

نیز ایسی جگہوں پر جانے (اور توجہ کمانے) کے لیے ایک خاص زیب وزینت کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ یہ زیب وزینت جب فاسد ارادہ سے ہو تو اس کی حرمت اور بھی بڑھ جاتی ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ صحيح مسلم: كتاب الرقاق، باب: أكثر أهل الجنة الفقراء و أكثر أهل النار النساء، وبيان الفتنة بالنساء، برقم: ٧١٢٤.

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ .)) ❶

''جو عورت عطر لگائے اور پھر مردوں کے قریب سے اس نیت سے گزرے کہ وہ اس خوشبو کو پالیں، وہ زانیہ ہے۔''

مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ جب وہ بن سنور کر، معطر اور جاں فزا ہوکر بزم جہاں کی زینت بن ہی جائیں تو پھر لوگ صرف بوئے گل پر ہی اکتفا کریں، ادھر کو نظر ہی نہ ہو، ایسا نہیں ہوسکتا؛ اور نہ اس درتک آنے والے ایسے ہیں کہ وہ اپنے ایک جلوہ سے کسی کو محروم رکھیں؛ بقول شاعر:

جب وہ جمالِ دل فروز ، صورتِ مہر نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز ، پردے میں منہ چھپائے کیوں

یہ سب باتیں درست اور صحیح لیکن دستورِ بہاراں کیا ہوگا؟ انجام گلستاں کیا ہوگا؟ آخر کار اس کے نتائج پر، اور عاقبت پر نظر کون رکھے گا؟

بے شک وہ پاک دامن اور عفیفہ عورت جس کو اللہ نے اپنے فضل بے پایاں سے دین پر استقامت کی نعمتِ گراں قدر سے نوازا ہو، اسے اپنی فضیلت وکرامت، بزرگی ووقار، عفت وحیا، پاکدامنی وشرافت؛ مرتبہ ومنزلت اور اپنی عزت وحرمت ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے، اور وہ ہر ایک جگہ پر ایسے اختلاط اور میل جول سے بچ کر رہتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی جاتی ہو۔

بس ہمارا کام بھولے ہوئے کو یاد دلانا، اور اہل ایمان کے دلوں کو گرمانا ہے۔ ایک تو مومن خود ایسے شکوک وشبہات کے امور سے بچ کر رہے، اور اپنے دوسرے بہن بھائیوں اور

---

❶ أخرجه الحاكم في المستدرك، في تفسير سورة النور برقم ٣٤٩٧۔ وصححه الذهبي۔ وابن حبان في باب: الزنى و حده، برقم ٤٤٢٤، ابو داؤد، والنسائي في باب: ما يكره للنساء من الطيب، برقم ٥١٣٦.

دوست واحباب کے لیے بھی خیر اور بھلائی پر اتنا ہی حریص ہو جتنا اپنے نفس کے لیے۔ لہٰذا ان کی واجب خیر خواہی کا حق ادا کرتے ہوئے پند ونصیحت کرتا رہے، اور اس پر لوگوں کے تلخ جوابات اور نامناسب رویے پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طلب گار رہے۔ لیکن کسی کے غلط یا نامناسب رویہ کی وجہ سے خیر کی دعوت کو ترک نہ کرے۔ جب لوگ اپنے برے کاموں سے باز نہیں آتے، تو اہل خیر کو خیر کے کاموں میں دل برداشتہ نہیں ہوجانا چاہیے۔

۲۵۔ نیٹ کلب اور قہوہ خانے:

نت نئے شیطانی پھندوں میں سے ایک نیٹ کلب ہے۔ حقیقتاً نیٹ کلب بذات خود اتنا مذموم نہیں، جتنا اس کا غلط استعمال کیا جارہا ہے۔ کیونکہ خیر وشر کی چابیاں آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ آپ اس سے اچھا کام بھی لے سکتے ہیں، اور برا بھی۔ جیسا کہ ٹیپ ریکارڈر؛ آپ اس پر تلاوت اور دیگر دینی کیسٹ بھی سن سکتے ہیں، اور گانے باجے بھی۔ مگر گانے باجے کا سننا حرام اور مذموم ہے۔ ایسے ہی انٹرنیٹ سے آپ نہ صرف دنیا بھر کی معلومات حاصل کرسکتے ہیں، بلکہ ہر قسم کا فتویٰ، عالم سے ملاقات، اور نشر دین کی خدمت بھی لے سکتے ہیں۔ دنیا بھر میں کوئی بھی پیغام چند لمحوں میں پھیلا سکتے ہیں۔ مگر اس کا غلط استعمال ایک زہر قاتل اور اس کا نشہ شراب اور چرس کے نشہ سے بڑھ کر ہے۔

کتنے ہی نوجوان صبح سے شام تک سارا وقت انٹرنیٹ پر ہی گزار دیتے ہیں۔ اور کتنے ہی گھنٹے کلبوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ان میں نوے (۹۰) فیصد لوگوں کا انٹرنیٹ استعمال کرنے کا مقصد گندی تصاویر، گندی فلم، بے حیائی کے پروگرام، عریانی اور فحاشی دیکھنا، چیٹنگ کے ذریعے لڑکیوں اور لڑکوں کو دھوکہ دینا، بذریعہ نیٹ لوگوں کا مال چرانا، انہیں تنگ کرنا، اور اس طرح کے دیگر پروگرام ہوتے ہیں؛ جن کا فائدہ کچھ بھی نہیں، صرف نقصان ہی نقصان ہے۔

اگر اس موضوع پر مستقل لکھا جائے تو صرف ایک نکتہ کہ: ''کتنی لڑکیوں کی عصمت انٹرنیٹ کے ذریعہ لٹ گئیں'' پوری کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ مگر اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ ہر انسان

کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک کام کو دیکھ رہا ہے، اور روزِ قیامت ہر ایک چیز کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور انسان کا ہر عضو اللہ کے ہاں جوابدہ ہے، اور آپ ان اعضا کے امین ہیں۔ یہ اچھی طرح سوچ لیں کہ اس وقت کیا جواب دیں گے، جب اپنا ہی جسم ساتھ چھوڑ دے گا۔ اور جسم کا ہر حصہ آپ کے کردار اور افعال پر گواہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ ﴾ (یٰس: ٦٥)

”آج کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، اور ہم سے ان کے ہاتھ اور پاؤں اس بابت بات کریں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

شیطانی وعدہ:

روزِ ازل میں جب شیطان کو راندۂ درگاہ کر کے نکال دیا گیا، اس وقت اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت مانگی، جو اسے دے دی گئی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اے اللہ:

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ ﴾ (الحجر: ٣٩)

”اس نے کہا: اے رب: تیرے مجھے بہکانے کے سبب، میں ان کے لیے زمین میں زینت بھر دوں گا، اور ان سب کو گمراہ کروں گا۔“

اور حقیقت میں یہی وعدہ پورا کرنے میں شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ روزِ ازل سے لگا ہوا ہے؛ تاکہ وہ اولادِ آدم کو اپنے جیسا بنا لے۔ اس غرض سے اس کی پٹرولنگ پارٹیاں ہر کونے، ہر محلے، ہر جگہ اور ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مگر خوش نصیب ہے وہ انسان جس نے اس دنیا میں ایسے احتیاط برتی، جیسے ریشمی لباس پہنا ہوا شخص جھاڑیوں میں سے احتیاط سے گزرتا ہے تاکہ اس کے کپڑے کو کوئی خراش نہ لگے۔

اس لیے ہم اپنے بھائیوں کو؛ بالخصوص وہ لوگ جنہیں علم ہے کہ وہ اپنے نفس پر ضبط نہیں رکھ سکتے، منع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے حق میں ان کلبوں میں جانا حرام ہے۔ کیونکہ اس سے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہے۔ شریعت کا اصول ہے:

((مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبٌ.)) ❶

”جس چیز کے بغیر واجب پورا نہ ہو سکتا ہو اس کا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔“

یاد رکھیں کہ کلب میں جانا اور وہاں کی حرکات اللہ سے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے، وہ ہر ایک کو اور ہر حال میں دیکھ رہا ہے؛ وہ اللہ جو مسجد میں دیکھ رہا ہے، وہ نیٹ کلب میں بھی آپ کو دیکھ رہا ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہاں اللہ کی نظر سے اوجھل ہیں وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾ ﴾ (المؤمن: ١٩)

”وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھ کو اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے۔“

خلوت وجلوت ہر حال میں ضروری ہے کہ گناہوں سے بچا جائے، خاص کر وہ گناہ جو خلوت میں کیے جاتے ہوں؛ رات کی تنہائی اور تاریکی کسی کو اللہ سے دور نہیں کر سکتی؛ اللہ ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَاماً مِنْ أُمَّتِي يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالَ [جِبَالِ] تِهَامَةَ بَيْضَاءَ فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ هَبَاءً مَنْثُوراً، أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ، وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوْهَا.)) ❷

”میں اپنی امت کے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو روزِ قیامت تہامہ کے سفید پہاڑ

---

❶ ارشاد الفحول ۱/۱۳۶۔

❷ ابن ماجة باب: ذكر الذنوب، ح: ٤٢٤٥۔ مسند الروياني عن ابي عامر عن ثوبان و عدي، ١٠/ ٤٢٥۔ صححه الألباني

جتنے نیک اعمال لے کر آئیں گے؛ سو اللہ ﷻ ان کو پراگندہ ذروں کی طرح
کر دیں گے؛ جان لو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں وہ بھی رات کو ایسے قیام کرتے ہیں
جیسے تم کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جب تنہائی میں ہوتے ہیں، تو اللہ کی
حرمت کو پامال کرتے ہیں۔"

اپنے دل میں خوف الٰہی کو جگہ دیتے ہوئے خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کی صفت سمع وبصر پر ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حرکت کو دیکھ رہا ہے، اور ہر بات کو سن رہا ہے، اور کل کو وہ ہم سے ان امور کے بارے میں ضرور پوچھے گا؛ ہمیں برائی کے کاموں سے جتنا بھی ممکن ہو سکے پرہیز اور اجتناب کرنا چاہیے۔

نیت بھی اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اس نعمت کا غلط استعمال کر کے اسے اپنے کل کے لیے وبال نہ بنائیں بلکہ اس کا استعمال ایسے ہونا چاہیے کہ کل یہ ہماری آخرت میں کام آئے۔ بس صحت مند فکر اور سلیم عقل کبھی بھی ایسی حرکات نہیں کرے گی جن کی وجہ سے اپنے تئیں ایک بہت ہی معمولی اور عارضی خوشی اور راحت یا خوش فہمی کی بنا پر ہمیں بہت بڑا اور حقیقی اور ناقابل برداشت نقصان اٹھانا پڑے۔

یہی مواقع داعی اور مدعو کا امتحان ہیں۔ داعی کو لازماً قرآنی تعلیمات سے بہرہ مند ہونا چاہیے تاکہ اس کے قدم ڈگمگانے نہ پائیں، ارشاد الٰہی ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝١٩٩﴾

(الاعراف: ۱۹۹)

"عفو اور درگزر کو اپنائیے اور امر بالمعروف کا فریضہ سرانجام دیجیے اور جاہل
لوگوں سے اعراض کیجیے۔"

۲۶۔ کھیل تماشے اور ذکر سے غفلت کی مجالس:

پہلے یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ دین اسلام ہر قسم کی مثبت سرگرمیوں کی نہ صرف حمایت کرتا ہے بلکہ اس کے لیے حدود و قیود بھی متعین کرتا ہے۔ اور ایسی تمام سرگرمیوں کی نفی کرتا

ہے جس میں کسی بھی دوسروں کے لیے یا اپنی ذات کے نقصان یا ضرر کا کوئی بھی پہلو مخفی ہو، خواہ وہ دنیا کے لحاظ سے نقصان ہو یا آخرت کے لحاظ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۝١٤٠﴾ (النساء: ۱۴۰)

"اور تحقیق اس نے آپ پر کتاب میں یہ حکم نازل کیا ہے، کہ جب تم سنو کہ اللہ
کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہو، اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، تو ان کے ساتھ اس
وقت تک مت بیٹھو، جب تک کہ وہ دوسری بات میں نہ لگ جائیں؛ بے شک تم
بھی اس وقت ان ہی میں سے ہو جاؤ گے؛ بے شک اللہ منافقین اور کافروں کو
جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔"

فرصت کی گھڑیاں کتنی بڑی نعمت ہیں اس کا احساس شاید بہت کم لوگوں کو ہے۔ جوانی قدرت کا کتنا حسین تحفہ ہے، اہل خرد ہی اس بات کو جانتے ہیں۔ اگر ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے فائدہ اٹھایا جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے؛ مگر ان گھڑیوں کو ہم خود مستقبل میں اپنے لیے حسرت کا سامان بنا رہے ہیں۔ آیت کریمہ میں واضح طور پر ایسے لوگوں کی صحبت سے ممانعت کا حکم ہے جو اللہ کی آیات (یعنی شریعت اسلامیہ اور اس کے احکام) کا مذاق اڑاتے ہوں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ وہ آیات پڑھ پڑھ کر مذاق اڑا رہے ہوں؛ بلکہ حکم شرعی کو توڑنا، اللہ کی حدود کو پامال کرنا؛ یہ بھی آیاتِ الٰہیہ کا مذاق اڑانا ہے۔ جیسے کسی محفل میں غیبت ہو رہی ہو، گناہ کی باتیں اور حکایات بیان ہو رہی ہوں؛ لوگوں پر طعنے کسے جا رہے ہوں، اور اللہ کی نافرمانی کے لیے منصوبہ بندی کی جا رہی ہو۔ کیونکہ آیت میں ایسے کاموں پر خاموش رہنے والے کو بھی اس گناہ میں برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ انسان اس وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہت زیادہ غافل ہوتا ہے جب وہ ان نعمتوں میں گھرا ہوا

ہو۔اور ان کی قیمت کا احساس اسے نعمت کے زوال سے پہلے نہیں ہو پاتا۔“ ❶

جیتے جی رکھ نہ فراغ کی توقع ناداں
قید ہستی ہے میری جاں فراغت کیسی؟

اس غفلت کا خسارہ بیان کرتے ہوئے رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی قوم کسی ٹھکانے پر بیٹھتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے، اور نہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، ان کا یہ عمل روزِ قیامت ان کے لیے حسرت وندامت کا باعث ہوگا، اگر چہ وہ اپنے ثواب کی وجہ سے جنت میں داخل بھی ہو جائیں۔“ ❷

اللہ کے ذکر اور خیر کی بات سے خالی محفل حرام کھانے والوں کی محفل سے بری، اور آخرت میں اسی قدر حسرت آمیز اور افسوس ناک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جب لوگ کسی ایسی مجلس سے اٹھتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا، جیسے مردار گدھے سے اٹھتے ہیں، اور یہی چیز روزِ قیامت ان کے لیے باعث حسرت ہوگی۔“ ❸

اس وقت کی حسرت سے بچیں جب ہائے افسوس کام نہیں آئے گا: اور دنیا کی طرف لوٹنے کی بے سود تمنا کی جائے گی۔ مگر یہ حسرت وندامت کام نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا﴾ (المؤمنون: ٩٩، ١٠٠)

”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کی موت آجائے گی، وہ کہے گا:

❶ ایقاظ الھمم العالیۃ ص ٢٠٠۔

❷ سنن الکبری للبیھقي، کتاب الجمعة، جماع أبواب اداب الجمعة؛ باب ما یستدل به علی وجوب ذکر النبي ﷺ، ح: ٥٣٨٢۔ مسند احمد، ح: ٩٥٥٣؛ اس میں آخری جملہ ”اگر چہ وہ اپنے ثواب کی وجہ سے جنت میں داخل بھی ہو جائیں،“ کا اضافہ ”فضل الصلاة علی النبي ﷺ، لاسماعیل بن اسحق، ح: ٥٣ میں ہے۔

❸ صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الصحبة والمجالسة؛ ذکر البیان بأن تفرق القوم عن المجلس عن غیر ذکر الله، ح: ٥٩١۔ المطالب العالیة لحافظ ابن حجر، کتاب الاذکار والدعوات، باب حسرة من تفرق من غیر ذکر، ح: ٣٤٨٩۔ ابو داؤد برقم ٤٨٥٧۔

”اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں اس دنیا میں جا کر نیک عمل کر سکوں، جواب ملے گا، ہرگز نہیں ......“ (یہ ایک ویسے ہی بات ہے جو وہ اپنی زبان سے کہہ رہا ہے، اگر اس نے عمل کرنا ہوتا تو ہم نے اسے عمر دی تھی تاکہ وہ نیک عمل کر سکے)۔“

اس وقت ہر انسان کو لامحالہ اپنے کیے کا بدلہ پانا ہے، اور عمل کا جواب دینا ہے، جیسا کیا ہوگا، ویسا ملے گا:

غَـداً تُـوَفَّـى النُّـفُـوسُ مَـا كَسَبَـتْ
وَيَـحْـصِـدُ الـزَّارِعُـونَ مَـا زَرَعُـوْا
إِنْ أَحْسَـنُـوْا أَحْسَـنُـوْا لِأَنْـفُسِهِـمْ
وَإِنْ أَسَـاؤُوْا فَبِـئْـسَ مَـا صَـنَـعُـوْا

”کل ہر نفس کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا اور بونے والوں نے جو کچھ بویا تھا وہی کاٹیں گے۔ اگر انہوں نے اچھائی کی ہے تو اپنے نفسوں کے لیے اچھائی کی ہے، اور اگر برائی کی ہے، تو بہت ہی برا ہے جو انہوں نے کیا۔“

اس کے برعکس اہل ذکر کو انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے، ان پر رحمتوں کی بارش، اور فرشتوں کا نزول اور اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

”جب کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں آسمانوں سے ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، رحمت ان پر سایہ فگن ہو جاتی ہے، اور فرشتے اس محفل کو گھیر لیتے ہیں؛ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتے ہیں۔“ ❶

ہمارا ساتھ دیجیے، ہمارے پیغام پر لبیک کہیں؛ اور اپنے ان فارغ اوقات کو اللہ کے ذکر سے ثمر آور بنانے کی کوشش کریں! اللہ کے ذکر سے، درود مصطفیٰ سے؛ نماز اور قیام سے، تبلیغ

❶ مسلم کتاب الذکر والدعاء ... ، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، ح: ٤٩٧٤۔

اسلام سے؛ متاع قلیل سے، نشرِ دین سے؛ ادائیگی حقوق سے، اجتناب عقوق (والدین کی نافرمانی) سے؛ دلوں پر پادشاہی سے، ہر ایک کی خیر خواہی سے۔

یاد رکھیں! برائی سے بچنے کا اہم ترین راستہ بدی اور بدکرداروں سے دوری ہے۔ خصوصاً جب فتنہ ہر سُو پر پھیلائے کھڑا ہو، تو ایسے وقت میں برے دوست اور بُری محفل سے بہتر ہے کہ انسان تن تنہا، اور دور کسی جگہ وادی میں ہو، جہاں:

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو ، ہم زباں کوئی نہ ہو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرُونَ .)) ❶

"میری ساری امت کو معافی مل جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے۔"

آئیں! آگے بڑھیں: دکھی انسانیت اور بھٹکی ہوئی ملت کے غموں کا مداوا کریں؛ شہادتِ حق کا فریضہ ادا کریں تاکہ فرصت کے یہ لمحات ختم ہونے سے قبل ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات مل جائے۔ (آمین) ...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ﴾
(الاسراء: ٧)

"اگر تم اچھے عمل کرو گے تو اپنے نفس کے لیے، اور اگر بد کرو گے، تو اس کا انجام بھی تمہارے نفس پر ہے۔"

اور فرمایا:

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾﴾ (آل عمران: ٣٠)

❶ صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه، ح: ٥٧٢٧.

"اور جس دن ہر نفس اپنے سامنے حاضر پالے گا جو کچھ اس نے کیا ہے خیر کا کام، اور اور جو کچھ برا کیا ہے۔ اور وہ چاہے گا کاش! اس کے اور اس عمل کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے نفس سے ڈراتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا مہربان ہے۔"

۲۷۔ کھانا پینا اور ضیاع وقت:

بعض لوگ اچھے سے اچھا کھانا کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ بہت بہتر! اچھا تصور ہے کہ آپ نعمت کا استعمال کم از کم اپنے نفس پر کر رہے ہیں۔ مگر سوچیے!

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھے، مگر بھوک سے کبھی کبھار حالت ایسی سخت ہو جاتی کہ آپ گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جاتے، اور آپ ﷺ کو اس حالت میں خالی پیٹ اور پیاسا دل ہی گھر سے نکال لیتے تھے۔ کئی کئی دن مسلسل بھوکے رہتے، اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کو شام کا کھانا میسر نہ ہوتا، اور آپ ﷺ کے گھر میں اکثر و بیشتر کھانا جو کی روٹی ہوتا تھا۔" اے کاش! کہ آپ ﷺ نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کے کھائی ہوئی ہوتی۔"❶

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"آل رسول اللہ ﷺ نے جو کی روٹی بھی کبھی دو دن مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک آپ ﷺ اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔"❷

جو کی روٹی؛ اور میں اور آپ ان نعمتوں کے متعلق کیا کہتے ہیں جو ہمارے سامنے ہیں؟ کیا ہم نے ان پر اللہ کا شکر ادا کر دیا ہے؟ یا اللہ! ہمیں آزما کر رسوا نہ کرنا، کیونکہ ہم کمزور ہیں، آزمائش کے قابل نہیں۔ اور ہمیں اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

سیّدہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں:

❶ البحر الزخار مسند البزار، ح: ٣٠٤٠.
❷ صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، ح: ٥٣٨٧.

"اللہ کی قسم میرے بھانجے! بے شک ہم چاند کو دیکھا کرتے، پھر چاند کو دیکھتے، پھر چاند کو دیکھتے، [دو مہینے: تین تک]، اور نبی کریم ﷺ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔" عروہ کہتے ہیں: میں نے کہا اے خالہ! پھر گزارا کس چیز پر کرتے تھے؟ فرمایا: "کھجور اور پانی پر۔" ❶

احتیاط کیجیے! کھانا سادہ اور کم کھائیں۔ بغیر بھوک کے کھانا نہ کھائیں اور ابھی کچھ تھوڑی بہت بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ اٹھالیں۔ کھانے کا حقیقی لطف اور اس نعمت کی قدر کا احساس بھوک کے وقت ہوتا ہے۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے: "ہم ایسی قوم ہیں جو بغیر بھوک کے نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ نہیں بھرتے۔" اسی میں ان کی صحت کا راز تھا، بقول شاعر:

کھانے تو بہت میسر آئے ہیں ہمیں
جو دیکھ کے چکھ کے دل سے بھائے ہیں ہمیں
پر سب سے لذیذ تھے وہ کھانے اے بھوک
جو تو نے کبھی کبھی کھلائے ہیں ہمیں

بیرون ممالک سے درآمد شدہ گوشت کھانے میں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ کھانے میں احتیاط برتنے سے کئی ایک خدشات وامراض، اور شکوک وشبہات سے نجات پالیں گے۔ ہمارا اختلاف کھانے میں نہیں؛ بد احتیاطی کرنے میں ہے۔ ورنہ ہر حلال چیز مومن کے فائدہ کے لیے پیدا کی گئی ہے؛ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٣٢﴾﴾ (الاعراف ۳۱، ۳۲)

❶ صحیح البخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها، ح: ۲۴۴۸۔

"کھاؤ اور پیو، حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ آپ ان پوچھیں! اللہ تعالیٰ نے جو زینت اپنے بندوں کیلئے نکالی ہیں اور کھانے پینے کی ستھری چیزوں کو کس نے حرام کیا۔ آپ فرمادیں: یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں تو مومنوں کیلئے ہیں (اور کافروں کیلئے بھی) اور روزِ قیامت تو خاص مومنوں ہی کے لیے ہیں ہم ایسے ہی جاننے والوں کیلئے کھول کر آیتوں کو بیان کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد کریم ﷺ کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

"اور وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے۔"

اتنے واضح احکام کے باوجود احتیاط نہ کرنے پر کثرتِ خورد ونوش سے ہلاکت واقع ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے نہ عبادت کا مزہ اور قبولیت باقی رہتی ہے، اور نہ صحت اور جسمانی حالت۔ شوگر، بلڈ پریشر، اور معدے کی کئی بیماریاں بسیار خوری کا نتیجہ ہیں۔ اور کتنی بار اگر جیب اجازت نہ بھی دے تو دوستی کی لاج میں ان کی ہاں میں ہاں ملانی ہے:

قرض کی پیتے تھے مے، لیکن یہ سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

۲۸۔ ہوٹل، پارٹیاں اور دعوتیں:

اس موجودہ گہما گہمی اور افراتفری کے دور میں بیشتر لوگوں کا واسطہ گھر سے کم اور ہوٹلوں سے زیادہ ہے۔ آج فلاں پارٹی ہے، آج فلاں کی دعوت ہے۔ آج برتھ ڈے ہے، تو آج ولیمہ ہے۔ غرض کہ وہ تمام تر امور جو گھر میں ہونے چاہیے تھے، اب ہوٹلوں کی زینت بن

گئے ہیں ۔ اور پھر گلوبل دنیا کے اس دور میں جہاں کئی قسم کے دور دراز کے سفر پیش آتے ہیں ، اور وہاں پر قیام کے حالات اس بات کے متقاضی ہوتے ہیں کہ انسان گزر اوقات کے لیے ، اور راحت نفس کی خاطر ہوٹلوں کی طرف رجوع کرے ۔ تو کھانے پینے میں احتیاط ضروری ہے ۔ کچھ خود ساختہ معزز لوگوں نے ہوٹلوں میں قیام وطعام کو ترقی یافتہ تہذیب اور جدت پسندی کی نشانی بنالیا ہے ۔ غالباً ایسے ہی لوگوں کے متعلق اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا تھا:

کئی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جاکر

عمومی طور پر ایسی دعوتوں میں ایک تو لوگ وقت پر نہیں پہنچتے دیر سے آتے ہیں ، اور گھنٹوں انتظار میں ضائع ہوجاتے ہیں ، اور پھر اس کے بعد جب آرڈر پر کھانے تیار کروائے جاتے ہیں تو اس میں بھی اچھا خاصا وقت ضائع ہوجاتا ہے ۔ جس کو کنٹرول کرنا ہمارے بس میں ہے ۔ انسان جہاں بھی رہے ، وہ اپنے نفس پر کنٹرول کرنے میں خود مختار اور حاکم ہے ۔ یہ ذہن نشیں رہنا چاہیے کہ ہمیں ہر پل کا حساب دینا ہے ۔ اگر ہم نیک اعمال نہیں کرسکتے ؛ تو کم از کم حرام کاموں سے دور رہنا چاہیے ۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں ، جب تک شک والی چیزوں سے پرہیز نہ کرلیں ؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ ، وَدَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ .)) [1]

" بے شک حلال واضح ہے اور بے شک حرام واضح ہے جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جو شک میں نہ ڈالے ۔"

دوسری روایت ہے :

((إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ ، وَبَيْنَ ذَلِكَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ أَمْ مِنَ

[1] سنن الدارمي ، باب : الفتيا وما فيه من الشدة ، ح : ١٦٥ ـ قال حسين سليم أسد : أسناده جيد ـ صحيح الجامع الصغير ٣١٩٤ .

الْحَرَامِ ؛ فَمَنْ تَرَكَهَا اسْتِبْرَاءً لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ فَقَدْ سَلِمَ ؛ وَمَنْ وَاقَعَ شَيْئًا مِنْهَا يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَ الْحَرَامَ .)) [1]

" بے شک حلال واضح ہے ، اور حرام واضح ہے ، اور ان کے درمیان بہت ساری چیزیں مشتبہ ہیں ۔ بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ یہ حلال ہیں یا حرام ۔ سو جس نے ان کو اپنا دین اور عفت بچانے کے لیے چھوڑ دیا وہ محفوظ رہا ، اور جو کوئی ان میں سے کسی چیز میں ملوث ہوا ، قریب ہے کہ وہ حرام میں پڑ جائے ۔"

جب ایسی صورت حال پیش ہو کہ ہوٹل پر کھانا ہی ضروری ہے ؛ اور آپ ہوٹل والے کو جانتے نہیں کہ وہ مسلمان ہے بھی یا نہیں ؛ تو اس صورت میں اس سے پوچھ لینا ہی بہتر ہے ۔ جب آپ کسی کو جانتے ہوں کہ مسلمان ہے ، اور اس کے ہاں حلال پکتا ہے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ؛ سوائے اس صورت کے اس کے متعلق واضح ، یقینی اور ناقابل تردید شکایت اور شہادت مل ہو ۔

۲۹ ۔ حقوق کا ضیاع :

انتہائی برا ہے وہ انسان جو حرام وحلال اور جائز و ناجائز کی تمیز ترک کرکے ؛ آداب و اطوار کو بالائے طاق رکھ کر کھانے پینے کے لیے مرتا ہے ، جس میں نہ صرف قیمتی وقت ضائع کرتا ہے بلکہ صحت اور مال کا بھی نقصان کرتا ہے ۔ پھر اتنا کھالیتے ہیں کہ پیٹ میں کثرت طعام کی وجہ سے نیند نہیں آتی ؛ اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اس کے پڑوس میں ، دوسری گلی یا محلے میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں ساری رات بھوک کی وجہ سے نیند نہیں آتی ۔ کیا اسلام کی اعلیٰ تعلیمات میں پڑوسی کا خیال رکھنے کا حکم نہیں دیا گیا؟ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

" اس شخص کے لیے ہلاکت ہے ، دنیا ہی جس کی خواہش ہو ، اور برائیاں جس کا عمل ہوں ، پیٹ تو بہت بڑا ہے مگر سمجھ بہت کم ہے ۔ اپنے دنیا کے کام تو بڑے

[1] البخاری کتاب الإیمان ، باب فضل من استبرأ لدینه ، ح : ٥٢ ـ مسلم کتاب المساقاة ؛ باب : أخذ الحلال وترك الشبهات ، ح : ٣٠٨١ .

جانتا ہے، مگر آخرت کے کاموں سے لاعلم ہے۔''

برادر محترم! جب آپ کو علم ہے کہ ہوٹلوں پر پکنے والا کھانا سو فیصد درست نہیں، **بلکہ اس** میں شکوک وشبہات کی بھر مار ہوتی ہے تو اس صورت میں اپنی آخرت کی فکر کیجیے، **اور شبہات** والی چیزیں کھانے سے باز رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ شِرَارِ أُمَّتِي الَّذِيْنَ غُذُّوْا بِالنَّعِيْمِ ، اَلَّذِيْنَ يَطْلُبُوْنَ أَلْوَانَ الطَّعَامِ ، وَأَلْوَانَ الثِّيَابِ ، وَيَتَشَدَّقُوْنَ بِالْكَلَامِ .)) [1]

''بے شک میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جنہیں نعمتیں دی گئی ہیں، وہ لوگ مختلف قسم کے کھانوں اور رنگا رنگ لباس کی تلاش میں رہتے ہیں، اور بہت لمبی فضول باتیں کرتے ہیں۔''

۳۰۔نفس پر ظلم:

بہت زیادہ کھانا، اور کثرت سے کھانا، ان اسباب میں سے ایک ہے جن سے معدہ کی غلط افزائش ہوتی ہے۔ معدہ کھانے کو بہت جلدی ختم کر دیتا ہے۔ بلڈ پریشر کھانے میں بہت زیادہ اسراف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس سے خون بہت تیز حرکت کرنے لگتا ہے، اور بلڈ پریشر ہونے کا امکان بہت بڑی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ یہ انسان کا اپنے نفس کے ساتھ ظلم ہے۔ جس کا ازالہ کر کے بہت سارا وقت اور علاج پر خرچ آنے والا پیسہ بچایا جا سکتا ہے۔

جو کوئی ان تمام امراض سے بچنا چاہے، اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد یہ کام بجا لائے:

اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، اپنی نیت کو خالص کرے، اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ کام کرے، اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے رک جائے۔

رسول ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کو ایک نسخہ کیمیا اور پرہیز سمجھتے ہوئے خود پر نافذ کرے

[1] زهد لأحمد بن حنبل، حكمة عيسى عليه السلام، ح: ٤٠٨ـ سلسله صحيحه ١٨٩١.

تاکہ پریشانی سے محفوظ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ ، حَسْبُ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ ، يُقِمْنَ صُلْبَهُ ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ .)) [1]

''ابن آدم کبھی پیٹ سے زیادہ برے کسی برتن کو نہیں بھرتا، آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا کر دیں، اور اگر وہ لازمی طور پر زیادہ کھانا ہی چاہتا ہو تو اس کے پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کے لیے ہے، اور تیسرا حصہ پینے کے لیے، اور تیسرا حصہ ہوا کے لیے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَبِيْتَنَّ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ ، فَيُصْبِحُوا قَدْ مُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ .)) [2]

''اس امت کے کچھ لوگ رات کھانے پینے پر اور لغو باتوں (کھیل ومستی) میں گزاریں گے، اور جب صبح ہوگی تو ان کی شکلیں بندر اور خنزیر کی شکلوں سے بدل دی جائیں گی۔''

اپنا محاسبہ کیجیے! کہیں ہم بھی ایسے ہی فضول کام تو نہیں کر رہے؟ شاعر کہتا ہے:

طے ہو رہی ہے منزل چونکو کہ وقت کم ہے
ملک فنا کی جانب ہر سانس ایک قدم ہے

۳۱۔راہوں میں ڈیرہ ڈالنا:

نہ جانے کس نے رسم بد نکالی، مگر یہ برائی بھی پھیل گئی۔ اس کی تاریخ بھی بہت پرا

[1] صحيح ابن حبان كتاب الأطعمة، باب آداب الأكل، …… ح: ٥٣١٢ـ سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة باب الاقتصاد في الأكل، ح: ٣٣٤٦ـ احمد؛ الترمذي كتاب الذبائح، باب: أبواب الز… عن رسول الله ﷺ، باب: ماجاء في كراهية كثرة الأكل، ح: ٢٣٥٩.

[2] مسند الطيالسي، أحاديث أبي أمامة الباهلي، ح: ١٢١٨ـ المعجم الصغير للطبراني، ح: ١٦٨.

ہے۔ سیدنا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی من جملہ وجوہات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ راہزن تھے، اور راہوں میں ڈیرے ڈالتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾

(العنکبوت: ۲۹)

''اور تم راہ زنی کرتے ہو، اور اپنی محفلوں میں بری حرکات کرتے ہو۔''

خواہ مخواہ راہ میں بیٹھ کر لوگوں کو ان کی جان و مال میں تکلیف دینا یہ بھی راہزنی ہے۔ سوچیں تو بلا مقصد راہ میں بیٹھنا، ہر آنے جانے والے کو تکتے رہنا، لوگوں پر پھبتیاں کسنا، ہلڑ بازی، ہنگامہ آرائی کون سا شریف آدمی اسے اچھا سمجھتا ہے۔ پھر اس دور میں جب فتنہ عام ہو، یہ اور بھی بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت کی، جو راہ میں بیٹھ کر لوگوں کو تکلیف دینے کا سبب بنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ آذَى الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ طُرُقِهِمْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ لَعْنَتُهُمْ .)) [1]

''جس نے مسلمانوں کو ان کے راستے میں تکلیف دی، اس پر ان کی طرف سے لعنت واجب ہوگئی۔''

اگر راہ میں بیٹھنا ہی ہو، تو پھر اس بیٹھنے کا حق ادا کیا جائے۔ وہ حق یہ ہے:

''حرام کام سے اپنی نظر کو بچا کر رکھے۔ لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے؛ ہر سلام کرنے والے کو جواب دیا جائے؛ برا کام کرنے والے کو منع کیا جائے، اور نیکی کا حکم دیا جائے؛ گم راہ کو راہ دکھائی جائے؛ پریشان حال کی مدد کی جائے؛ منزل کے متلاشی کو اس کی منزل کا پتہ بتایا جائے۔''

اور ایسے بیٹھنے میں برے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ کسی وقت یہ بری

[1] أخبار أصبهان لأبي نعيم الأصبهاني ح: ۱۲۹۱ - المعجم الكبير للطبراني ح: ۳۰۵۰ - الترغيب والترهيب / حسن۔

صحبت آپ کے اخلاق اور دین پر بھی اثر انداز ہو سکتی ہے۔

کار شیطان می کند نامد ولی
زر ولی ہست لعنت بر ولی

''جو شیطانی کام کرتا ہے، اور اپنے آپ کو ولی ظاہر کرتا ہے، زر ولی! ایسے ولی پر لعنت ہو۔''

ہمارا پیغام:

ان حالات میں ہمارا پیغام ہر اس مسلمان بھائی کے نام ہے جس کے لیے دین ان امور کو حرام ٹھہراتا ہے:

- ☆ اس صاحب اخلاق کے نام جس کی اخلاقی قدریں خواہشات اور شہوت پرستی سے بہت بلند ہیں۔
- ☆ ان عقل مندوں کے نام جن کی عقل ان بیہودہ، بیکار اور ہر قدر سے عاری امور سے انکاری ہیں۔
- ☆ ان درد مند دلوں کے نام جو ان ہلاکت خیز امور کے انجام سے لرزاں و ترساں ہیں۔

وہ جن کی خواہشات ان کے علم و عقل اور فراست کے سامنے ہیچ ہیں، خدارا اپنی نسلوں کو ہلاکت سے بچانے کے لیے اپنے گھروں کو وی سی آر، ڈش اور کیبل سے پاک کیجیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ ، يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ .)) [1]

''کوئی انسان ایسا نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی رعایا پر نگہبان بنا دیتا ہے، اور وہ مرتا ہے، اور جس دن وہ مرتا ہے وہ اپنی رعایا سے دھوکہ کر رہا ہوتا ہے، اللہ اس

[1] مسلم، کتاب الإیمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار؛ ح: ۲۲۹ - صحيح ابن حبان، کتاب السير، باب في الخلافة والأمارة ح: ۴۵۵۹۔

پر جنت کو حرام کر دیتے ہیں۔"

جس انسان کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کے گھر میں ڈش لگی ہو، وہ اپنے انجام پر پہلے سے نظر رکھ لے۔ خاص کر آپ کے لیے خیر چاہنے والے ان قدسی نفوس پر جو آپ کو ان کاموں سے منع کرتے ہیں، زبان درازی کرنا بند کریں، ایسا نہ ہو کہ اللہ ہم پر دن دیہاڑے عذاب نازل کر دے، اور ہمیں توبہ کا موقع تک نہ مل سکے اور ہم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ بقول شاعر:

آگاہ ہو تُو جو چاہتا ہے دُنیا میں نہیں وہ ہونے کا
آسبابِ طرب کا تو جویا، سامان یہاں ہے رونے کا

ایک اہم مشورہ:

میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو چاند سے بھی آگے، سورج اور پیر گردوں کی سیر کرا دے، اور یقیناً وہ وقت آئے گا جب لوگ سورج پر پہنچیں گے؛ قرآن نے مختصر طور پر بتایا ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ﴾ (لقمان: ۲۰)

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ بے شک اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تمہیں بھرپور دے رکھی ہیں۔"

زمین وآسمان کی سیر کرو، سورج اور کہکشاں پر کمندیں ڈالو؛ مگر بحیثیت خیر خواہ میرا مشورہ یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی جاؤ دین سے بیگانہ مت ہونا، اس دین کو ہر جگہ پر سنبھال کر رکھنا، کیونکہ یہی دین آسمان اور زمین والوں کا دین ہے۔ بقول اقبال:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

ایک اور مقام پر کہا:

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

پہلی بار چاند پر جانے والے سیاحوں نے وہاں کچھ آوازیں سنیں۔ واپس آ کر ان سائنس دانوں نے مختلف ملکوں کا سفر کیا، اور مصر بھی گئے، وہاں بھی ان سائنس دانوں نے وہی چاند والی آواز سنی؛ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ یہ اذان ہے، جو وہ مسلمان عبادت کے لیے ہر روز دیتے ہیں۔ قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا، مگر امریکہ نے اسے قتل کروادیا؛ شاعر نے کیا خوب کہا:

تہہ زمین کی سر آسمان نہیں جاتی
کہاں کہاں یہ ندائے اذان نہیں جاتی

لیکن کیا چاند پر جانے والے یہ گمان کرتے تھے کہ وہ رب کو عرش پر بیٹھے ہوئے پائیں گے، اور جنت کو دیکھ لیں گے جس میں حوریں ریشمی لباس میں چل پھر رہی ہوں، اور جہنمیوں کو دیکھیں اور ان کی چیخ وپکار سنیں گے۔ اور نہر کوثر کے بہنے کی آواز سن سکیں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ انبیا بھی اللہ کو نہیں دیکھ سکے: ﴿ قَالَ لَنْ تَرَانِيْ ﴾ "فرمایا: تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

((نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ.)) ❶

"وہ تو ایک نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا۔"

نظر کا حاکم، دلوں کا مالک خرد کا صانع
جمال اس کا جلال اس کا اسی کو زیبا ہے لَنْ تَرَانِي

اللہ تعالیٰ تو ان کے متعلق فرما چکے ہیں:

---

❶ مسلم کتاب الایمان، باب قولہ: نور أنی أراہ ح: ۲۸۷۔

﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ﴾ (الاعراف : ۱۷۹)

''ان کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، اور ایسی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔''

اس سے مراد حق بات کا سمجھنا، سننا اور دیکھنا ہے۔ کوئی آدمی اگر اللہ ﷻ کی **قدرت کی** ہزار نشانی دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتا گویا کہ وہ اندھا ہے، اسکا ان نشانیوں کو **دیکھنا نہ** دیکھنا برابر رہا۔ ان سائنس دانوں کے اس تجاہل عارفانہ پر کیفی نے بڑے حکمت بھرے **انداز** میں کہا ہے:

چھین لے مجھ سے جلوۂ خوشنما اے دوست
کوئی محفل نہ دیکھوں تیری اس محفل کے بعد

❀❀❀❀

تیسرا باب:

وقت کو کیسے کارآمد بنایا جائے؟

تمہید:

اس باب میں اللہ کے فضل وکرم سے پہلے انسانی زندگی میں کارآمد وقت کی قیمت بیان کی جائے گی کہ ہم اس ایک منٹ میں اگر کچھ کرنا چاہیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ پھر پہلی فصل میں **وقت** بچانے میں مددگار امور کا بیان ہوگا۔

دوسری فصل میں وقت ضائع ہونے کے اسباب کا بیان ہوگا تاکہ انسان ان چیزوں سے **اجتناب** کر سکے، اور اس کا یہ اہم سرمایہ محفوظ رہے۔

تیسری فصل میں ان امور کا بیان ہوگا جن کا کرنا دین اور عاقبت کے لحاظ سے بہتر ہے۔

چوتھی مختصر سی فصل میں حسب قدرت مختلف اداروں، اور دفاتر میں کام کرنے والے **افراد** کے لیے کچھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

آخر میں دنیاوی امور میں مہارت سے متعلق کچھ گزارشات پیش کی جائیں گی، کیونکہ **اسلام** رہبانیت کا دین نہیں ہے، بلکہ اسلام ہمیں دنیا سے بھی اپنا نصیب حاصل کرنے کی اتنی ہی تعلیم دیتا ہے جتنی عبادتِ الٰہی کی۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعامات اور اس کے لیے خیر خواہی کے ارادہ کی نشانیوں میں ایک یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ اسے وقت کو خرچ کرنے کی سمجھ عطا فرمادیں اور اس سے وہ کام لے لیں جو اس کی دنیا اور آخرت کے لیے بہتر ہو۔

❀❀❀❀

فصل اوّل:

وقت کو کار آمد بنانے کے ذرائع

لمحات کی قدر و قیمت:

دانا اور عقل مند انسان وہ ہے جو اپنے وقت کی حفاظت کرے۔ انسان کی زندگی کا ہر لمحہ عزت و وقار اور بزرگی و بلند مرتبہ حاصل کرنے کے قابل ہے۔ بس یہ شرف ومنزلت پانے کے لیے سستی اور شیطانی چالوں کو خیر باد کہتے ہوئے وقت کی قدر و قیمت کا احساس اپنے دل میں پیدا کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ کوئی ایسے امور نہیں جن کا کرنا مشکل ہو، یا جن کے کرنے کے لیے دنیاوی نعمتوں کو خیر باد کہنا پڑتا ہو۔ ایک منٹ جسے ہم بہت کم تر سمجھتے ہیں اس میں کیا کچھ ہوسکتا ہے۔

ذہن میں رہے کہ بعض خاص اوقات اور مخصوص جگہوں کی وجہ سے نیک اعمال کا اجر وثواب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے، اور پھر جس انسان کا جتنا زیادہ اخلاص، لگن، توجہ، تڑپ اور خشوع وخضوع ہوگا، اس کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ایک نیکی کے بدلہ میں سات سو نیکیاں عطا فرمائے اور اس سے بھی بڑھا دے۔ ذیل میں نیک اعمال کے ثواب کی کم سے کم مقدار صرف جذبات واحساسات کو بیدار کرنے اور توجہ دلانے کے لیے لکھی جارہی ہے، تاکہ عام فائدہ حاصل کرنے میں دلچسپی بڑھے، ورنہ اس جمع وتفریق کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، اللہ جیسے چاہے کرسکتا ہے۔ ایک منٹ کی قیمت کا اندازہ ذرا اس سے لگائیں:

۱: ایک منٹ میں سورت فاتحہ کم از کم پانچ مرتبہ پڑھی جاسکتی ہے، جس کے ایک سو چالیس حروف ہیں؛ اور ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اس طرح ایک منٹ میں

۱۴۰×۵×۱۰=۷۰۰۰ نیکیاں کمائی جاسکتی ہیں۔

۲: ایک منٹ میں کم از کم بارہ مرتبہ سورت اخلاص پڑھی جاسکتی ہے۔ تین بار سورت اخلاص پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے، اس طرح ایک منٹ میں چار قرآن کا ثواب حاصل ہوسکتا ہے۔

۳: ایک منٹ میں کم از کم قرآن مجید کا ایک صفحہ پڑھا جاسکتا ہے، جس میں اوسط حروف کی تعداد تقریباً دو سو پچاس ہوتی ہے، اس طرح ایک منٹ میں کم از کم ۲۵۰۰ کمائی جاسکتی ہیں۔

۴: ایک منٹ میں کم از کم ایک چھوٹی آیت حفظ کی جاسکتی ہے، جیسے: ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾ اور سورۃ رحمان کی آیات۔

۵: ایک منٹ میں کم از کم پندرہ بار "لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" کہا جاسکتا ہے، ایک بار یہ کلمات کہنے کا اجر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

۶: ایک منٹ میں انسان کم از کم چالیس بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" کہہ سکتا ہے، یہ کلمہ کہنے سے انسان کے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

۷: ایک منٹ میں کم از کم تیس بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" کہا جاسکتا ہے، جو روزِ قیامت میزانِ حسنات میں بہت ہی وزنی کلمہ ہوگا۔

۸: کم از کم پچیس بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" کہا جاسکتا ہے: یہ اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ اور میزان حسنات میں سب سے بھاری کلمات ہیں۔

۹: ایک منٹ میں کم از کم تیس بار "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ" پڑھ سکتے ہیں، جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تین سو رحمتیں نازل فرمائیں گے۔ ایک

درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

۱۰: ایک منٹ میں تیس بار: " لا حول ولا قوة إلا بالله " کہا جاسکتا ہے، **یہ کلمات** جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

۱۱: ایک منٹ میں چالیس بار اپنے گناہوں پر " استغفر الله " کہہ کر **معافی مانگی جاسکتی** ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نہ صرف گناہ معاف کرتے ہیں، بلکہ رحمتوں کے نزول، **رزق میں** وسعت، غم وپریشانی سے نجات اور برائیوں کی اچھائیوں سے تبدیلی بھی **ان کلمات کی** وجہ سے ہوتی ہے۔

۱۲: کم از کم چالیس بار "لا إله إلا الله" کہا جاسکتا ہے، جو میزان حسنات میں سب سے بھاری کلمہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس کلمہ کے پڑھنے والے کو جہنم کے عذاب سے ایک دن ضرور آزاد کریں گے، خواہ اس کے عمل کچھ بھی ہوں۔

۱۳: ایک منٹ کے لیے اللہ تعالیٰ کی کارگری اور اس کی خلقت وقدرت میں غور وفکر انسان کے لیے دنیا وآخرت میں نجات کا سامان بن سکتا ہے۔

۱۴: ایک منٹ کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی نعمتوں کو اور بڑھایا جاسکتا ہے۔

۱۵: ایک منٹ میں کسی بھی نفع مند کتاب کا صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۶: اتنی دیر میں نرمی وپیار اور حکمت کے ساتھ برائی سے منع کیا جاسکتا ہے، شاید دل پر اثر کا یہی وقت ہو۔

۱۷: اسی وقت میں ایک نیکی کا حکم دیا جاسکتا ہے، جس کا اجر عامل کے ساتھ بھلائی کا حکم دینے والے کو بھی ملے گا۔

۱۸: ایک منٹ میں راستے میں چلتے ہوئے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا سکتے ہیں، جو کہ ایمان کا حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلإِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً ، أَفْضَلُهَا قَوْلُ لا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهَ ،

وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيْمَانِ .)) (شعب الایمان)

"**ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ قسمیں ہیں، سب سے افضل "لا إله إلا الله" کا اقرار ہے، اور سب سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، اور حیا ایمان کا حصہ ہے۔**"

۱۹: ایک منٹ میں کسی کو اس کا بوجھ اٹھانے میں، یا سوار کو سوار ہونے میں مدد کرکے نیکیاں حاصل کی جاسکتی ہے۔

۲۰: ایک منٹ کا ٹیلیفون صلہ رحمی کا حق ادا کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی خاص برکات حاصل ہوتی ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے اعمال ہیں جو انتہائی کم وقت میں بہت ساری نیکیاں کمانے کا سبب بن سکتے ہیں؛ اور ان میں اکثر اعمال ایسے ہیں جن کے کرنے کے لیے کسی خاص اہتمام یعنی وضو یا طہارت کی ضرورت نہیں، انسان کسی بھی حالت میں چلتے پھرتے، گھومتے ہوئے، گاڑی یا کسی کے انتظار میں کھڑے کھڑے؛ بیٹھے اور لیٹے ہوئے یہ امور بجالاکر اپنے میزان حسنات کو بھاری، اور اپنی نیکیوں میں اضافہ کرسکتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه﴾ (الزلزال)

"اور جو کوئی ایک ذرہ بھر بھی نیک عمل کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا۔"

وہ انسان خوش قسمت ہے جو اپنی زندگی کے لمحات کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر استعمال کرتا ہے، اور اس کا کوئی بھی لمحہ غفلت میں نہیں گزرتا۔

❀❀❀❀

فصل دوم:

وقت کی بچت

وقت کیسے بچایا جائے؟، اور اس سے کس طرح خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے؟...... یہ وہ سوال ہے جو ہر ذی شعور، اور صاحب علم و دانست انسان کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔

عقل مند انسان وہ ہے جو یہ بات جان لے کہ اسے دنیا میں صرف نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا؛ بلکہ اس چار روزہ حیاتِ مستعار کا لمحہ لمحہ ہمارے پاس امانت ہے اور اس زندگی کے کچھ مقاصد ہیں جنہیں پورا کرنا اس امانت کی ادائیگی کا تقاضا ہے۔ پس اس صورت میں ہی وقت کو ضائع ہونے سے تب ہی بچایا جا سکتا ہے جب دل میں وقت کی قدر و قیمت کا احساس ہو۔ اور انسان اپنے کاموں کو ایک نظام کے مطابق ترتیب دے۔ جن لوگوں نے اس قدر و قیمت کو جانا، ان کا بیان یہاں ممکن نہیں، پس ایک مثال کافی ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے عامر بن عبد قیس رحمہ اللہ مشہور تابعی سے بات کرنا چاہی، تو انہوں نے کہا:

''سورج کی گردش روک دو، تا کہ میں تم سے بات کرنے کے لیے وقت نکالوں۔''

اس سے مقصود یہ نہیں کہ انسان اپنے امور دنیا کو بالکل سرے سے ترک کر دے، اور جوگی بن کر بیٹھ جائے، ہرگز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَهْبَانِيَّةً ؛ وَإِنَّ رَهْبَانِيَّةَ أُمَّتِي الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) [1]

''بیشک ہر امت میں ایک رہبانیت ہوتی ہے، اور بیشک میری امت کی رہبانیت (جوگ) جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

[1] سنن سعید ابن منصور، ح: ۲۳۰۹۔شعب الإیمان، الباب السادس و العشرون؛ ح: ۴۲۲۷۔ السنة للبغوی؛ مسند أحمد.

اس سے مقصود وقت کی قیمت کا احساس دلانا؛ عمل کی طرف راغب کرنا؛ جھوٹے توکل و تصوف اور اعتماد کی راہیں بند کرنا ہے۔ یہاں پر جہاد اپنے عمومی معنی میں اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہر اس کوشش کو شامل ہے جو انسان کے بس میں ہو، خواہ وہ جہاد بالمال ہو یا جہاد باللسان یا جہاد بالقلم؛ یا جہاد بالسیف۔ امت کا کام ہر وقت برسرِ جد و جہد رہنا ہے۔

مسلمان کی زندگی میں اصل تو یہ ہے کہ اس میں فراغت کے دوران کوئی وقت بیکار ہوتا ہی نہیں کیونکہ مسلمان کا وقت اور اس کی عمر اللہ کی ملکیت ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیم و تربیت نوجوانوں میں یہ شعور پیدا کرتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر گھڑی کو اللہ کی امانت سمجھیں اور اسے خیر و بھلائی کے کاموں میں صرف کریں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَشَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ.)) [1]

''پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جان لیجیے: اپنی زندگی کو موت سے پہلے؛ اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اور اپنی فراغت کو مصروفیت سے پہلے، اور جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور تونگری (بے نیازی) کو محتاجی سے پہلے۔''

پوری انسانیت کے معلم و مربی سید الانبیا محمد ﷺ کی ان بلیغ ہدایات پر غور کریں کس طرح آپ ﷺ فارغ اوقات کو مفید کاموں اور نفع بخش تجارت میں صرف کر موسم قرار دے رہے ہیں کہ جس میں آدمی اپنے ایامِ صحت و تندرستی کو مرض و بیماری کے د کے لیے اور عہدِ شباب کو بڑھاپے کے لیے خزانہ جمع کرنے میں لگائے۔ یہ فارغ اوقات بلا مقصد اور بے فائدہ ضائع گزر جانے سے قبل ان سے استفادہ کرنے کی دعوت ہے۔ گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا، بیکار کر کے بٹھا دینے والے کسی مرض، لاچار کرد

[1] المستدرك على الصحيحين للحاكم؛ كتاب الرقاق؛ ح: ۷۸۴۶۔شعب الإيمان، باب: الح والسبعون، ح: ۱۰۲۴۸.

والے بڑھاپے اور مصروف کر دینے والی کسی بھی بلا و مشکل؛ عاجز کر دینے والے فقر و فاقہ اور تنگ دستی کے گھیر لینے سے پہلے فرصت کی گھڑیوں کو غنیمت سمجھیں؛ اور ان سے خوب فائدہ اٹھالیں۔ حالی نے کیا خوب حال دل بیان کیا ہے:

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے
فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کرلو کہ تھوڑی ہے مہلت

یہ رسول اللہ ﷺ کی دعوتِ فکر تھی۔ اور خود بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''نبی اکرم ﷺ اپنے گھر بیکار کبھی نہیں بیٹھا کرتے تھے۔''

انسان کو اس بات کا پختہ شعور اور احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیکار پیدا نہیں کیا، بلکہ اس کے اس دنیا میں آنے کا کچھ مقصد ہے، جسے اس نے حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿١١﴾﴾ (الزمر: ١١)

''آپ فرما دیں: ''میں اس بات پر مامور ہوں کہ اخلاص کے ساتھ اس اللہ کی بندگی کروں۔''

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے اپنے نفس کو اللہ کے لیے کام کرنے کا عادی بنا دیا، اللہ تعالیٰ اس پر کسی دوسرے کام کو بوجھ نہیں بناتے۔'' (عدۃ الصابرین ۸۲)

❀ انسان کی فکر یہ ہو کہ کیسے اس کا اللہ اس سے راضی ہو جائے تا کہ باقی منازل کا طے کرنا

اس کے لیے آسان ہو جائے۔

❀ انسان کی فکر یہ ہو کہ کیسے وہ اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائے۔

❀ کیسے وہ خود بھی ہدایت یافتہ بن جائے، اور لوگوں کو بھی ہدایت کی راہ پر لے کر آئے۔

❀ انسان کی فکر یہ ہو کہ کیسے وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے وجود سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور باقی انسانیت کو بھی فائدہ پہنچائے۔

❀ اپنی تمام تر توانائیوں کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف کرنا۔ اس غرض کے لیے لوگوں سے ملنا جلنا، اور ان کی طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کرنا اس انسان کے بہترین انسان ہونے کی علامت ہے۔

❀ انسان کی فکر یہ ہو کہ کیسے وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو جائے۔

❀ جو انسان کسی تکلیف یا برے سلوک پر صبر کرنے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کا وقت بچانے کے لیے بہترین مددگار تنہائی اور گوشہ نشینی ہے۔ جتنا ممکن ہو سکے انسان گوشہ نشین رہے، بقول مومن:

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں گویا نہیں ہوں میں

سلام و کلام اور حال واحوال پوچھنے میں اختصار سے اور کھانے میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ کیونکہ بہت زیادہ کھانے سے نیند بہت زیادہ آتی ہے، اور رات کا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ آنے والے صفحات میں چند ایسے امور کا ذکر کیا جائے گا جو وقت بچانے میں بہترین مددگار ہیں، صرف انہیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ إنه هو الموفق وهو علی کل شيءٍ قدیر.

[ا]...... نظام الاوقات کی ترتیب منصوبہ بندی کی اہمیت

نظام یہ ہے کہ: ''ہر چیز کو اس کے مقررہ اصولوں اور قواعد و ضوابط کے مطابق اس کی

حدود میں رہ کر انجام دیا جائے۔'' نظام اللہ تعالیٰ کے پکے قوانین اور فطرت کے اصولوں میں سے ہے۔ اور اسی پر زمین و آسمان اور دیگر امور کائنات قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿٤٣﴾﴾

(فاطر: ٤٣)

''سو آپ اللہ کا دستور کبھی بدلا ہوا نہ پائیں گے، اور آپ اللہ کا دستور کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔''

اس نظام کی سب سے واضح مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾﴾ (یٰس: ٣٨ ـ ٤٠)

''اور سورج کے لیے جو راہ مقررہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے، یہ نظام مقررہ کردہ ہے اللہ تعالیٰ غالب علم والے کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں؛ یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو پالے، اور نہ رات دن پر سبقت لے جانے والی ہے؛ سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے دن و رات کی گردش؛ شمس و قمر کی آمد و رفت اور دیگر امور کائنات کے لیے ایک نظام بنایا ہے جس خلاف ورزی کبھی بھی دیکھنے میں نہیں آتی۔ ورنہ اس اتنی بڑی کائنات کا درست صورتحال میں رواں دواں رہنا ممکن نہ رہتا۔

نظام الاوقات کی ترتیب کے عناصر

نظام انسان کیلئے اس کی زندگی کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔ اس کے بغیر زندگی میں بہت بڑا خلل اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے نہ صرف انسان کا دل تنگ، پے

در پے پریشانیاں، جسمانی اور روحانی تھکاوٹ لاحق ہوتی ہے، بلکہ وقت کا ایک بہت بڑا حصہ ضائع بھی ہو جاتا ہے۔ اپنے شب و روز کے اعمال کو متعین کرنے اور آئندہ کیلئے منصوبہ بندی کرنے سے نہ صرف وقت بچایا جا سکتا ہے، بلکہ ہر کام کو اپنے وقت پر سرانجام دیا جا سکتا ہے۔

نظام الاوقات اہم سے اہم تر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا جائے۔ اس کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان عین وقت پر سوچ بچار اور الجھنوں میں وقت ضائع نہیں کرتا، بلکہ وہ مقررہ وقت پر پوری دل جمعی کے ساتھ وہ کام کیا جاتا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد اپنی مشہور زمانہ کتاب ''نیرنگ خیال'' میں لکھتے ہیں:

''وقت ایک پیر ہن کہن سال کی تصویر ہے، اس کے بازوؤں میں پریوں کی طرح پر پرواز لگے ہیں، کہ گویا ہوا میں اڑتا چلا جاتا ہے، ایک ہاتھ میں شیشۂ ساعت ہے کہ جس سے اہل علم کو اپنے گزرنے کے انداز دکھاتا جاتا ہے، اور ایک میں درانتی ہے کہ لوگوں کی کشت امید یا رشتہ عمر کو کاٹتا جاتا ہے۔ یہ ظالم خونریز ہے، کہ جو دانا ہیں اسے پکڑ کر قابو کر لیتے ہیں، لیکن اوروں کی چوٹیاں پیچھے ہوتی ہیں، اس کی چوٹی آگے رکھی ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ جو وقت گزر گیا وہ قابو میں نہیں آ سکتا، ہاں جو پیش بین ہو، وہ پہلے ہی سے روک لے۔''[1]

سو جس کام کے لیے جو وقت مقرر ہو، اسے اس وقت پر ادا کیا جائے۔ اور جس کام کی ضرورت ہو کہ اسے جلدی کیا جائے، اس کے لیے کسی دوسرے اہم کام کو مؤخر بھی کیا جا سک ہے، مگر بالکل چھوڑا نہ جائے۔ کسی بھی کام کے دیرپا، مثبت اور عمدہ نتائج حاصل کرنے کیل بذیل طریقۂ کار پر عمل کیا جا سکتا ہے:

۱۔ ہدف کا تعین:

یہ منصوبہ بندی کا سب سے اہم ترین خاصہ ہے۔ اور اس چیز کی طرف قرآن نے ہما

---

[1] نیرنگ خیال ص ۱۱۔

رہنمائی کی ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٢﴾﴾ (الملك: ٢٢)

”کیا ایسا انسان جو اپنے چہرہ کے بل چل رہا ہو، وہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ انسان جو سیدھی راہ پر ہو؟“

اس میں شک نہیں کہ سیدھی راہ پر چلنے والا ہی ہدایت یافتہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک معلوم شدہ اور متعین منزل کی طرف پیش قدمی کرنا خواہ وہ منزل دنیا کی ہو یا آخرت کی۔

نظام اوقات کی منصوبہ بندی سے مراد اپنے دن، ہفتہ، مہینہ اور سال کے کاموں کا جائزہ لے کر ان کی تنظیم سازی کرنا ہے۔ تاکہ انسان کا کوئی گھنٹہ یا دن بغیر کام کے اس طرح ضائع نہ ہونے پائے کہ اس کا کام اس کے سر پر کھڑا ہو، اور اس کا مقررہ وقت گزر جائے۔ وقت کو منظم کرنا نہ صرف انسان کے اہم واجبات ادا کرنے میں مددگار ہوتا ہے؛ بلکہ بلا وجہ محنت، عین وقت پر سوچ و بچار، اور مشقت سے نجات مل جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انسان پہلے اپنا ہدف متعین کرے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے، اور کام کی نوعیت کیا ہے؟ اس امر کے لیے حسب ذیل باتیں ضروری ہیں:

۱: وقت کی چھان بین:

اس بات کا اندازہ لگایا جائے کہ وقت سے کیسے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے چند ایک باتیں اہم ہیں:

۱. ٹائم ٹیبل سے مدد: ...... اپنے ٹائم ٹیبل کے ذریعے معلومات حاصل کرنا کہ کون سا کام کس وقت کرنا ہے۔

۲. وقت کی تنظیم سازی: ...... تنظیم سازی کا شمار کسی بھی ادارے کے نظام کے کامیاب ہونے کے لیے اہم ترین عنصر شمار کیا جاتا ہے۔ تنظیم سازی: ”ایک ایسی اہم اور بڑی ذمہ داری ہے جس سے مقصود کسی بھی ادارہ میں اس کی کارکرگی کا تعین، اس کی جملہ صورتوں کی

تحدید؛ اور پھر اعمال کو مختلف مجموعوں میں تقسیم کرنا تاکہ ہر کام پر ایسے شخص کی ذمہ داری لگائی جائے، جس میں اس کام کو بطریق احسن بجالانے کی شرائط موجود ہوں؛ اور اس کے ساتھ ہی اس کی تمام شرائط اور حقوق کی وضاحت، ادارہ کے اندرونی اور بیرونی تعلقات، افسر اور ماتحت، اور باہر سے ادارہ کے ساتھ تعاون کرنے والے خواہ وہ افرادی شکل میں ہوں یا تنظیمی شکل میں ان کے ساتھ تعلقات اور تعاون، اپنے انفرادی کاموں کی ترتیب اور ترجیحات اور اوقات کا تعین تنظیم سازی کہلاتا ہے۔“

ان سارے امور کو شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے مطابق ہی طے کرنا چاہیے تاکہ انسان اپنے اہداف کو مکمل کر سکے۔

۳. مناصب کی تقسیم: ...... کوئی بھی ادارہ خواہ وہ خدمت خلق سے تعلق رکھتا ہو، یا تجارت وصناعت اور دیگر گھریلو یا انتظامی امور سے، اس میں کئی ایک لوگ اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ پائے جاتے ہیں۔ جن کے آپس میں مناصب اور مراتب، کام کرنے کی صلاحیتیں؛ تعلیمی قابلیت اور مہارت وتجربات مختلف ہوتے ہیں؛ اور اسی لحاظ سے ذمہ داریاں بھی تفویض کی جاتی ہیں۔ کوئی افسر بالا ہے تو کوئی ماتحت؛ کوئی معاون ہے تو کوئی اصل کارندہ اور جوابدہ۔ یہ سارے اگر آپس میں مل جل کر اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے نہ چلیں تو ادارہ کی لمبی دیر تک کامیابی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾ (الزخرف: ٣٢)

”ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”تاکہ ایک دوسرے کے ماتحت ہو کر کام کریں۔“

ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تاکہ ایک دوسرے کے خدمتگار اور مددگار بن کر کام کریں۔'' ❶

کیوں کہ باہم واجبات کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مجاز افسران؛ اور متعلقہ لوگوں کی بات مان کر چلا جائے؛ اور اس عمل کو پوری امانت داری سے بجالایا جائے۔ وقت کی عمدہ تنظیم سازی اور اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے آنے والے بذیل مراحل کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے:

۱۔ روزانہ کے کاموں کا ٹائم ٹیبل۔

۲۔ ہفتہ وار اور ماہانہ کاموں کی ترتیب۔

۳۔ بعض امور میں دوسروں کی خدمات کا حصول۔

۴۔ کام کے لیے مناسب جگہ اور وقت کی تلاش۔

٤. اعمال کی تنظیم :...... تاکہ ہر شخص کے لیے اس کی تعلیم، قابلیت؛ مہارت اور تجربہ کے مطابق ذمہ داریاں تقسیم کی جائیں۔ اور ہر انسان اپنی ذمہ داری کو اچھی صورت میں واضح طور پر مکمل کرسکے۔ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٥﴾﴾ (یوسف: ٥٥)

''(یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی کرسکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔''

اس موقع پر ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسا جانکار اور باصلاحیت امانتدار انسان ہو جو کہ آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرسکے؛ تو سیّدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس مہم کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تاکہ وہ مستقبل میں مشکلات سے نمٹنے کے لیے منصوبہ سازی کرکے اسے نافذ کرسکیں۔ اور یہی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی ہے کہ ہر کام کے لیے کچھ

❶ قرطبی ١٦/٨٣.

لوگ مخصوص ہونے چاہئیں جو اسے بطریق احسن پورا کرسکیں، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَاۗفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾﴾ (التوبہ: ١٢٢)

''اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ بچ سکیں۔''

یہ آیت ذمہ داریوں کی تقسیم اور اعمال کی تخصیص میں ایک بنیادی دستور کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس میں واضح ہدایت ہے کہ سارے لوگ جہاد کے لیے نہ نکل پڑیں؛ بلکہ کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو علم و تعلم سے وابستہ رہیں تاکہ مجاہدین کے واپس آنے پر انہیں احکام شریعت سے روشناس کرائیں۔ کیونکہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایک انسان ایک وقت میں بہت سارے کام یکدم سرانجام دے سکے۔ بلکہ اس میں الٹا وقت اور صلاحیتوں کا ضیاع اور نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ﴾ (الاحزاب: ٤)

''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔''

یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انسانی طاقت وقدرت ایک ہی وقت میں کئی امور بجالانے سے قاصر ہے۔ اس کے لیے ذمہ داریوں کی تقسیم اور مناصب کی تخصیص ہونی چاہیے۔

تنظیم سازی کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ نے وقت کی تقسیم اور منصوبہ بندی سے متعلق سیّدنا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تربیت کرتے ہوئے فرمایا:

((يَا حَنْظَلَةُ ! سَاعَةً وَّسَاعَةً ، وَلَوْ كَانَتْ قُلُوْبُكُمْ كَمَا تَكُوْنُ

عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ)).

مسلم، أي: ((سَاعَةً لِرَبِّهٖ وَسَاعَةً لِقَلْبِهٖ .)) [1]

"اے حنظلہ: ایک گھڑی اور ایک گھڑی، اور اگر تمہارے دل ایسے ہی ہوں جیسے اللہ کی یاد کے وقت ہوتے ہیں تو ملائکہ تمہیں مصافحہ کریں۔"

"ایک گھڑی اور گھڑی سے مراد یہ ہے کہ ایک گھڑی رب کے لیے اور ایک گھڑی اپنے دل کے لیے ہو۔"

ابن قیم رحمہ اللہ کے ہاں وقت کی تنظیم سازی:

"کسی مناسب کام کا کرنا، ایسے جیسا کہ اس کام کے لیے مناسب ہے، اور اس وقت میں جو اس کام سے مناسبت رکھتا ہے۔" [2]

تنظیم سازی کے ارکان:

تنظیم سازیٔ وقت کے ماہرین کا اس پر تقریباً اجماع واتفاق ہے کہ:

"تنظیم سازی کے اہم ارکان میں سے: منصوبہ بندی، تنظیم سازی، رہنمائی، نگرانی اور حتمی فیصلہ ہے۔" [3]

۲۔ صاحب بصیرت ہونا:

بصیرت دل کے اس نور کا نام ہے جس کی روشنی میں انسان مقصدِ حیات اور دوسرے اہم اور قابل قدر امور کی قیمت کا ادراک کر سکتا ہے۔ انسان کو کبھی بھی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ اس کی زندگی بے معنی ہے۔ زندگی کو بامعنی اور باقیمت ہونا چاہیے۔ بے معنی زندگی کا تصور ختم کیجیے۔ شخصیت کی بنیاد پر ہونے اور نہ ہونے میں فرق ہوتا ہے۔ آدمی کو ہرگز ایسا نہیں ہونا

[1] صحیح مسلم، باب: فضل دوام الذكر والفكر في الأمور، ح: ۷۱٤۲۔ صحيح ابن حبان، ماجاء في الطاعات وثوابها، ح: ۳٤٤۔

[2] تهذيب مدارج السالكين ۲/ ۳۷٦۔ إدارة الوقت رؤية اسلامية خالد الجريسي ۳۵۔

[3] إدارة الوقت ۳۵.

چاہیے کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو۔ قوت اور جدو جہد کا مادہ خیالات اور خوابوں سے پیدا نہیں ہوتا۔ مبالغہ آمیز خیالات نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ حقائق سے اجنبیت اور بصیرت سے دوری ہے۔ جب کہ ہمارے دین کی اولین ترجیحات میں سے صاحب بصیرت ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

"آپ فرما دیجیے! یہ میرا راستہ ہے، اور میں پوری بصیرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور میرے متبعین (بصیرت پر ہیں) اور میں مشرک نہیں ہوں۔"

ہدف کے حصول میں صاحب بصیرت ہونے سے اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہی نہیں ہوتا بلکہ اچھے اور برے پہلوؤں کی وضاحت کے ساتھ مشکلات اور انجام کھل کر سامنے آتے ہیں، جن کی بنا پر ہدف کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

قوت اور جذبات صرف خیالوں سے نہیں ملتے۔ بڑھ چڑھ کر خواب دیکھنا زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے اور ترقی کی صلاحیت اور دماغی قوت کو تباہ کر دیتا ہے۔ زیادہ خواب دیکھنے والے خیالی سپنوں کے پنچھی ہوتے ہیں؛ اور وہ حقیقی زندگی سے بہت باہر نکل چکے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ خیالوں کی دنیا میں بسنے سے طرح طرح کے اشکالات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کی عملی دنیا میں کارگزاری کرنے بجائے اوہام اور خوش فہمیوں اور منصوبہ بندیوں میں وقت گزارتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں خواہ مخواہ کے سوالات اٹھانے، اور لمبی امیدیں رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُحِبُّ اللّٰهُ إِضَاعَةَ الْمَالِ وَلَا كَثْرَةَ السُّؤَالِ وَلَا قِيْلَ وَقَالَ)) [1]

[1] مسند أبي يعلى الموصلي، عن شهر بن حوشب، ح: ٦٥٩١۔ قال حسين سليم أسد: إسناده صحيح۔ مسند البزار؛ مسند أبي هريرة رضي الله عنه؛ ۸٤٦۳۔ وفي معناه حديث في موطأ إمام مالك، باب: ماجاء في إضاعة المال وذي الوجهين، ح: ۳٦۳۲.

"بیشک اللہ نہیں پسند کرتے مال کے ضائع کرنے کو، کثرت سے سوال کرنے کو، اور قیل وقال (حیل وحجت) کرنے کو۔"

مثبت سوچ اور مثبت خواب مثبت انداز فکر پیدا کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے خیالات کو حقیقت میں بدلا جا سکتا ہے۔ آپ کے ایسے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے توانائی کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ مہمیز کا کام دیتی ہے۔ اور خیالات اور افکار کی طاقت اس وقت مؤثر ہوتی ہے جب اعمال کے ساتھ اسے مکمل کیا جائے۔ اگر عملی دنیا میں قدم نہ اٹھائیں، اور صرف سوچتے ہی رہیں تو ایسا سوچنا اپنے پیچھے صرف حسرت اور ندامت ہی چھوڑ کر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اور بصیرت یہ بات کہتی ہے کہ اپنے ماضی کی غلطیوں کے ازالہ اور مستقبل کو سنوارنے کے لیے ہمیں آج کچھ عملی طور پر کرنا ہوگا۔ آج وہ فصل بونی ہوگی جس کے پھل سے کل ہم سابقہ قرض بھی چکا سکیں اور اپنے مستقبل کو بھی بہتر بنا سکیں۔

۳۔ منصوبہ بندی:

چھان بین کے بعد یہ فیصلہ کرنا کہ کسی کام کو مقررہ وقت پر اور مطلوبہ معیار کے مطابق کیسے بروئے کار لایا جائے۔ اپنے مقصد کا تعین، اس کے حصول کے لیے مطلوبہ وقت اور وسائل کا تعین، اس کے اجزا اور تفاصیل سے آگاہی حاصل کرکے اس کے لیے مکمل پروگرام تیار کرنا۔ اس طرح کے طرز عمل کو بروئے کار لانے سے ہم اپنا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

منصوبہ بندی سے مراد:

اجتماعی کام کا وہ اسلوب جس میں اسباب اختیار کرتے ہوئے مستقبل میں پیش آنے والے تمام واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نظریاتی اور ایمانی بنیاد، اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اور تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے ایک شرعی ہدف کو حاصل کرنے کے لیے کام کرنا ہے۔ یہ اللہ کی عبادت اور اس کائنات کی آبادکاری ہے۔" ❶

❶ دراسة في مجال الإدارة الإسلامية ٨٥.

فرناس عبدالباسط لکھتے ہیں:

"انفرادی یا اجتماعی طور پر کسی مستقبل کے کام کو شروع کرنے کے لیے اللہ پر توکل اور اس کی مشیت پر ایمان رکھتے ہوئے تمام مشروع وسائل کو بروئے کار لانا، اور غیب پر ایمان رکھنا کہ اس کے جو بھی نتائج ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر میں ہوں گے۔" ❶

بشیر جمعہ صاحب لکھتے ہیں:

"منصوبہ بندی مختلف مدتوں کی ہوتی ہے:

وسیع البنیاد منصوبہ بندی: اپنے مقاصد اور ان کے حصول کے لیے متعینہ طریقہ کار کے مطابق کم از کم پانچ سال کے لیے اپنے آپ کو پابند کرنے کا نام ہے۔ جیسے آپ دفتر میں ترقی کے لیے کوئی خاکہ بنائیں، یا گھر کے حالات کے پیش نظر کسی اور نقطہ نظر سے کچھ اہداف مقرر کریں اور پھر پوری توجہ کے ساتھ (اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے) لگ جائیں۔

درمیانی مدت کی منصوبہ بندی: ایک سال سے زائد اور تین سال تک کے لیے اپنے آپ کو پابند کرنے کو کہیں گے۔ جیسے کوئی طالب علم اپنی معاشی مجبوریوں کے باعث میٹرک یا انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرکے ملازمت اختیار کرلے، پھر وہ اگلے امتحانوں کی تیاری کرے، تاکہ وسیع البنیاد منصوبہ بندی کے مقاصد کے حصول میں آسانی ہو۔

مختصر مدت کی منصوبہ بندی: ہفتہ وار اور ماہانہ فرائض اور ذمہ داریوں کی ترجیحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحسن وخوبی انجام دینے کا نام ہے۔ یہ منصوبہ بندی انسان کو زیادہ متحرک کرتی ہے، اور اس کا جائزہ لینا نسبتاً زیادہ آسان ہے۔

❶ الإدارة الإسلامية المنهج والممارسة / حزام بن ماطر ص ٧٦.

یومیہ منصوبہ بندی: یہ اہم ترین منصوبہ بندی ہے۔ اس کے لیے آپ وقت نکال لیں، تو پھر ہر منصوبہ بندی کے لیے وقت نکالنا آسان ہے۔ ''آج'' کے کرنے کے کاموں کو ترتیب کے ساتھ لکھ لیں۔ پھر ترجیحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی ترتیب بنالیں، پھر ایک ایک کر کے ان امور کو نمٹاتے جائیں۔ یہی یومیہ منصوبہ بندی ہے۔''

۴۔ عمل درآمد (منصوبہ بندی کا نفاذ):

ہر قسم کی منصوبہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ آپ فہرست میں ترجیحات کے ساتھ ساتھ اس کی تکمیل کے لیے درکار وقت بھی درج کریں۔ نیز مختلف کاموں کی نوعیت اور ان کا مطلوبہ فائدہ بھی درج کیا جائے؛ تاکہ اگر آپ کے جدول سے اگر کوئی دوسرا آدمی استفادہ کرنا چاہے تو اسے آسانی ہو۔ ترجیحات اور اہمیت کے سلسلہ میں فوری اور اہم کے درمیان فرق کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ نیز عمل درآمد کے وقت جذباتیت یا جلد بازی کا شکار نہیں ہوجانا چاہیے۔ حلم، متانت، سنجیدگی اور بردباری کو اپنا شیوہ بنانا چاہیے۔

غیر ضروری امور سے اجتناب کرتے ہوئے مقررہ وقت پر اور مقرر طریق کار اور متعین اسلوب کے مطابق کام شروع کیا جائے، اور اسے مکمل کیے بغیر نہ چھوڑا جائے۔ اور کسی بھی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیے غیر مرئی روحانی قوت حاصل کرنے کے لیے ہر وقت اللہ تعالی سے کامیابی کے لیے دعا گو رہنا چاہیے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ آپ باوضو ہو کر مصلی بچھا کر بیٹھ جائیں، اور اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیں۔ بلکہ آپ کے ہاتھ کسی بھی حال میں ہوں، اور آپ کسی بھی نوعیت کے کام میں لگے ہوں، طہارت ہو یا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبہ کا تصور آپ کے دل و دماغ میں ہو، اور زبان سے اس سے مانگتے رہنا چاہیے۔

۵۔ تجزیہ (نگرانی اور دیکھ بھال):

یعنی جتنا کام ہو چکا ہے، اسے وقتاً فوقتاً اس منصوبہ بندی اور پلاننگ کی روشنی میں دیکھا

جائے کہ کہاں پر کمی ہے کہ اسے دور کیا جائے، اور کون سی چیز غلط ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ اور کام سرانجام دینے میں جلدی نہ کی جائے؛ بلکہ اس کام کو عمدگی اور خوب تر صلاحیتوں کے ساتھ بروئے کار لایا جائے۔ کیونکہ اصل ہدف کارکردگی میں نفاست اور اس کے معیار پر مبنی ہوتا ہے، نہ ہی اس کی تعداد اور اس میں صرف ہونے والے وقت پر؛ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك: ۱)

''تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون بہترین عمل کرنے والا ہے۔''

لوگ بھی کبھی اس بات کو نہیں پوچھتے کہ کتنے وقت میں یہ کام کیا؟ بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کام کتنا اچھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں: مہنگا روئے ایک بار سستا روئے بار بار۔ ایک بار جو کام کرنا ہے خوب پختگی اور عمدگی کے ساتھ ایسے کیجیے کہ اس میں کوئی عیب نہ نکال سکے۔ اس طرح وقت؛ مال، صلاحیت اور دیگر تمام عناصر سے بھرپور فائدہ حاصل کرنا ممکن ہوجاتا ہے۔

۶۔ منہج کا انتخاب:

مراد یہ ہے کہ اہداف کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے ترتیب دینا۔ سب سے زیادہ اہم پہلے، اس کے بعد اس سے کم تر؛ اور اسی ترتیب سے آگے چلنا۔ اس طرح اپنے ہدف کی اہمیت کو سمجھنے، اسے پانے اور وقت بچانے میں بہت بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی چیز کی طرف اللہ تعالی نے رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (التحريم: ٦)

''اے ایمان والے لوگو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔''

اس آیت میں سب سے پہلے اپنے نفس اور اہل خانہ کی اصلاح اور جہنم سے نجات کے حصول کے لیے رہنمائی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو کام زیادہ اہم، وقت کی ضرورت

اور زیادہ ثمر آور ہو اسے اختیار کیا جائے۔ اور یہ دیکھا جائے کہ اس کام کا کرنا آپ کی ذمہ داریوں میں سے ہے یا نہیں؟ اور کیا آپ یہ کام کرنے کے اہل ہیں یا نہیں؟

۷۔ توجہ مرکوز کرنا:

اپنی ذمہ داری اور واجبات کو اچھی طرح سمجھیں، اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے ان پر بھر پور توجہ مرکوز کریں۔ اور اس وقت مسلسل اور زیادہ سے زیادہ کوشش میں لگے رہیں جب تک آخری ہدف حاصل نہ ہو جائے۔ ارتکازِ توجہ بہت ساری مہارتوں کا نتیجہ ہوتا ہے، مثلاً: ضبطِ نفس؛ ترجیحات کا تعین؛ اور ان کی اجمالی اور جزوی تفصیل سے آگاہی؛ نظم وضبط کی صلاحیت؛ متعلقہ فن میں مہارت وغیرہ۔ کسی چیز پر توجہ مرکوز کرنا، اور اس میں خوب دلچسپی اور دل لگی سے کام کرنا ایک خوبصورت اور قابل قدر فن ہے۔ جس کو سیکھنا چاہیے۔ اور اس پر عمل کے ساتھ اس کی تجدید کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ سے کام میں لگن پیدا ہوتی ہے، اور ایسا کرنا آپ کے فن کے مستقبل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کامیابی کے معیار اور مقاصد میں حقیقی بار آوری کا دارومدار بہت بڑی حد تک توجہ مرکوز کرنے پر ہے۔ اس لیے کہ تمام انسان بنیادی طور پر برابر ہیں ان میں کوئی بھی سپر مین یا سلیمانی علم رکھنے والا نہیں ہوتا۔ فرق صرف اس بات کا ہے کہ کون سا انسان اپنے فن اور کام پر کس قدر توجہ دیتا ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں کس قدر کم وقت میں اپنی محنت کا پھل حاصل کر کے خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور یہی مقصدِ حیات بھی ہونا چاہیے کہ انسان اعلیٰ اقدار کی بحالی کے لیے اپنے اوقات کو صرف کرے۔

۸۔ استقامت:

استقامت کو ہم مستقل مزاجی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ لغوی لحاظ سے اس کا معنی ہے: سیدھا کھڑا ہونا۔ اور شرعاً اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے فرائض کی ادائیگی، اور محرمات سے اجتناب میں منہمک رہنا۔ عرف میں اس سے عام اور سادہ

لفظوں میں یہ مراد ہے کہ کسی کام کو شروع کرنے کے بعد اس وقت تک ترک نہ کیا جائے جب تک اس کا مقصد پورا نہ ہو جائے۔ اور اس میں کامیابی کا حتمی فیصلہ نہ ہو جائے۔ استقامت یا مستقل مزاجی ایک بہت ہی بڑی نعمت اور تمام کامیابیوں کی اصل اساس ہے۔ اگر ایک کام شروع کیا گیا، اور اس میں وقتی طور پر ناکامی ہوگئی، تو انسان کو حالات سے گھبرا کر اور مایوس ہو کر اسے ترک نہیں کر دینا چاہیے، بلکہ اس میں کامیابی کے لیے دوبارہ کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾ (الجن: ۱۶)

”اور اگر وہ اپنی راہ پر استقامت سے رہتے، ہم انہیں وافر مقدار میں شیریں پانی پلاتے۔“

اور ایک موقع پر استقامت کا صلہ بیان کرتے ہوئے (انسان کی حوصلہ افزائی کے لیے) فرشتوں کے نزول کی بشارت دی، فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (فصلت: ۳۰)

”بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ڈٹ گئے، ان پر ملائکہ نازل ہوں گے۔“

مقاصد کی بار آوری میں خصوصاً جب ہدف بھی نیک اور اچھا ہو، اخلاص بھی کامل ہو، تو استقامت ایک انتہائی اہم ترین وسیلہ ہے جو کہ اللہ کی مدد کے بعد کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ یا یوں سمجھ لیجیے کہ نیک اعمال پر ملنے والا انعام استقامت ہے، اور ان اعمال کو بقا اور دوام بخشنے والی چیز استقامت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ.)) [1]

---

[1] البخاری، باب القصد والمداومة على العمل، ح: ۶۰۹۹۔ مسلم، ح: ۱۸۶۳۔

"اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو باقاعدگی کے ساتھ (دائمی) ہو، خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔"

۹۔ وسائل کا استعمال:

وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝ ﴾ (الملك: ١٥)

"وہ اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے پست کر دیا، سو اس کی راہوں میں چلو، اور اس کے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

ہمیں زمین کی راہوں پر چلنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد اُن وسائل کا اختیار کرنا ہے جن کا استعمال اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال ٹھہرایا ہے۔ ان میں سب سے اہم ترین وقت ہے، جو کسی بھی ہدف کو حاصل کرنے کا ایک اہم ترین وسیلہ ہے۔ وقت کی بہت بڑی عظمت اور اہمیت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کی خدمت اور فائدے کے لیے مسخر کیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔

وسائل سے مراد مطلوبہ ہدف کو حاصل کرنے کے لیے ممکنہ اشیاء اور طاقت کو استعمال میں لانا ہے۔ عصر حاضر میں خرابی کا ایک نقطہ یہ بھی ہے کہ لوگ ہدف اور وسیلہ میں فرق نہیں کر پاتے؛ جس کی وجہ سے ہدف وسیلہ اور وسیلہ ہدف بن کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ جتنے ہی اہداف زیادہ ہیں، وسائل بھی اتنے ہی زیادہ ہیں اور اب ان میں تمیز ناممکن ہوگئی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ: اگر کوئی بڑی ڈگری حاصل کرتا ہے، یہ ڈگری اصل میں ہدف نہیں ہے۔ ہدف اس تعلیم کے حصول کے بعد عملی میدان میں عوام اور قوم کے لیے اعلیٰ خدمات پیش کرنا ہے۔ اور ڈگری حاصل کرنا اس ہدف تک پہنچنے کے لیے ایک وسیلہ ہے۔

انسان کی ملازمت خواہ وہ افسر ہو یا ماتحت، یہ اصل ہدف نہیں ہے۔ اصل ہدف تو اپنی اقتصادی حالت کی بہتری کو برقرار رکھنا ہے، یا اسے بہتر بنانا ہے۔ اور اس کا ہدف خلق خدا

کے لیے سہولت اور خدمت کا پیش کرنا اور ان کے کام آنا ہے۔ ❶

جہاد کرنا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا یہ ہدف نہیں ہے۔ جہاد ایک وسیلہ ہے، جب کہ ہدف زمین میں اللہ کے دین کا نفاذ اور اس کی سربلندی ہے۔

وسائل میں اہم ترین وسیلہ دعا ہے، جو آسمانوں کے دروازے کھول دیتی ہے، اور عرش کو ہلا دیتی ہے۔ فقط دعا ہے جو تقدیر کے فیصلوں کو بدل سکتی ہے، شاعر سے معذرت کے ساتھ:

دل سے جو دُعا نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُّسْأَلَ)) ❷

"اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، اللہ پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔"

۱۰۔ متبادل پر نظر:

کسی ایک ہدف کے حتمی تعین سے قبل انسان کو چاہیے کہ وہ مختلف چیزوں کے درمیان مقارنہ اور مقابلہ کر کے جائزہ لے؛ کون سی چیز، کون سا ہدف اور عمل افضل ہے۔ جتنا زیادہ ممکن ہو سکے افضل ہی کو اختیار کرے۔ جب انسان ہدف متعین کر لے، اور اس کیلئے مناسب وسائل بھی بروئے کار لائے؛ اب کامیابی کی امید تو قوی ہے لیکن اس کے باوجود ناکامی کا احتمال بھی ہے؛ کیونکہ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، اور کیا ہونا ہے، غیب کا علم صرف اسی کو ہے:

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ﴾ (الانعام: ٥٩)

"اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔"

اس صورت میں ایسا متبادل ہدف، یا مذکورہ ہدف کے لیے متبادل وسائل پر نظر

❶ تفصیل کے لیے دیکھیں: "ہمت و استقامت" تالیف از مصنف

❷ سنن الترمذي، أبواب الدعوات عن رسول الله ﷺ باب انتظار الفرج، ح: ٣٥٨١.

نشاط، دل میں امنگ، افکار تنوع، جذبات میں جوش اور جولانی، خون میں قوت اور روانی، چاہتوں میں انگڑائی اور اعصاب میں توانائی ہوتی ہے؛ افکار وخیالات ہر قسم کی پریشانیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ زمانہ کی جدتوں سے کشاکش اور عہد برآ ہونے میں مدد ملتی ہے۔ زیادہ دیر تک مثبت انداز میں کام کر سکتے ہیں۔ رغبت، لگن، شوق اور ولولہ ہوتا ہے۔ اور جو شخص سادہ لوحی یا سستی سے جسم کی مناسب دیکھ بھال نہیں کرتے؛ اور صحت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ کھانے پینے میں بے اعتدالی، بسیار خوری؛ مے خواری، سگریٹ نوشی، گٹکا اور پان جیسی مضر صحت اشیا کا استعمال کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ کام بھی کیے چلے جاتے ہیں۔ ایک نہ ایک وقت آتا ہے کہ ایسے انسان کو پچھتانا پڑتا ہے، مگر اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ کسی نے بہت خوب کہا تھا

ایک لمحہ کی مسرت بھی بہت ہوتی ہے
لوگ جینے کا سلیقہ ہی کہاں رکھتے ہیں

جان لیجیے کہ صحت وتندرستی ہزار نعمت ہے۔

[۳]......احتساب وقت

کیا کھویا اور کیا پایا؟ نقصان اور فائدہ کا تناسب کیا رہا؟ اس عمل کو پرکھنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر احتساب کی ضرورت ہے۔ ایسا کرنے سے ضائع شدہ وقت پر افسوس وحسرت آنے والے اوقات کے لیے نشان منزل اور چراغ راہ ثابت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس ندامت کی تلافی کا جذبہ اور نئے عمل کے لیے عزم جواں پیدا ہوتا ہے۔

ایک شاعر نے جب حقیقتِ وقت اور احتساب کا ادراک کیا، اور زندگی کا معنی ومقصد سمجھ لیا تو اس نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنے تاثرات وتخیلات کو الفاظ کے قالب میں اس طرح ڈھالا:

حَاسِبْ زَمَانَكَ فِيْ حَالِ تَصَرُّفِهِ
تَجِدْهُ أَعْطَاكَ أَضْعَافَ الَّذِيْ سَلَبَا

وَاللّٰهُ قَدْ جَعَلَ الأَيَّامَ دَائِرَةً
فَلَا تَرَى رَاحَةً تَبْقَى وَلَا تَعَبَا

"اپنی کارکردگی کے تناظر میں زمانے کا احتساب کرو، تو دیکھو گے کہ جو کچھ زمانے نے آپ سے لیا ہے، اس سے کئی گنا بڑھ کر آپ کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایام کو گردش میں رکھا ہے، لہٰذا نہ مشقت باقی رہنے والی ہے اور نہ راحت۔"

فرمان الٰہی ہے:

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴﴾

(الزمر: ۳٤)

"ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو وہ چاہیں گے؛ نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔"

ضائع شدہ وقت پر توبہ واستغفار کرنا بھی روحانی برکات، قلبی راحت واطمینان کے حصول کا ذریعہ ہے، جس سے سابقہ خطاؤں کی تلافی ممکن ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سچا مسلمان اپنے نفس کا دشمن سے زیادہ سخت محاسبہ کرنے والا ہوتا ہے۔" اور فرمایا کرتے تھے: "مومن اپنے نفس پر نگہبان ہوتا ہے، جو اللہ کے لیے اس کا محاسبہ کرتا ہے، اور بے شک آخرت میں ان لوگوں کا حساب آسان ہوجاتا ہے جنھوں نے اس دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا، اور آخرت میں ان لوگوں پر حساب بہت گراں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے نفس کو بغیر محاسبہ کے چھوڑ دیا۔"[1]

عمر بھر انسان پر اس کے اوقات کے خزانے پیش کیے جاتے ہیں سوا سے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان اوقات کو نیک اعمال سے بھر دے، اور کوئی بھی لمحۂ حیات خالی نہ چھوڑے۔ اپنے آپ کو کام چوری، تن آسانی؛ آرام پسندی اور سستی کا عادی نہ بنائے۔ اور اگر اس سے ان اوقات میں کوئی گناہ کا کام ہوجائے اور پھر وہ اس پر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ توبہ قبول

[1] الوقت في حياة المسلم ١٥.

فرماتے ہیں۔ مگر اسے وہ محسنین کا ثواب تو نہیں مل پاتا۔ یہی وہ وقت کا خسارہ ہے جس کی تلافی کے لیے تمام تر مساعی بروئے کار لائی جا رہی ہیں۔

بہت خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس سخت حساب کا سامنا کرنے کیلئے تیاری کرتا رہتا ہے۔ اور بدنصیب وہ انسان ہے جو ان سب باتوں پر ایمان رکھتے ہوئے بھی ان کا سامنا کرنے کی تیاری نہیں کرتا۔

[۴]......ذاتی تربیت اور قوت

انسان کی منصوبہ بندی میں کامیابی اور مقررہ ہدف کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کے لیے عملی طور پر کام نہ کیا جائے۔ اور اس میں توانائی نہ صرف کی جائے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ان توانائیوں کی نشاندہی نہ کر دی جائے، جن کے ذریعے اس ہدف کا حصول ممکن ہو۔ انسان کی ذاتی توانائی اور قوت اس عمل کی بنیاد اور اصل ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام امور اس کے تابع ہیں۔

اگر ذاتی قوت کمزور ہوگی؛ یا کم استعمال کی وجہ سے تندرست نہ ہوگی، تو اس صورت میں نہ صرف اپنا، بلکہ دوسرے لوگوں کے وقت کا بھی ایک بہت بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ یہاں پر ذاتی تربیت سے مراد عقلی، علمی، ثقافتی، جسمانی اور خاص طور پر اس فن کی تربیت و مہارت ہے، جس میں کام کرنے کا ارادہ ہے۔ جس پر روحانی تربیت، عقیدہ و عبادت، حسن اخلاق اور محنت و کوشش نور علی نور ہے۔ یہ قوت و طاقت کی اہمیت ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی پر عظیم الشان فریضہ عائد کرتے ہوئے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ﴾ (مریم: ۱۲)

''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ رکھو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ؛ اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ.)) ❶

''طاقت ور مومن اللہ کے ہاں کمزور مؤمن سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے، اگرچہ ان میں سے ہر ایک میں خیر ہے؛ اور اس چیز کی حرص کر جو تجھے فائدہ دے؛ اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔''

اسی وجہ سے اسلام نے مثبت سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِرْمُوا وَارْكَبُوا، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا.)) ❷

''تیر اندازی اور گھڑ سواری کرو، اور یہ کہ تم تیر اندازی کرو یہ میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے۔''

پہلی حدیث میں طاقت اور قوت سے مراد عزائم کی طاقت اور پختگی ہے۔ ذاتی شخصیت کی تعمیر اور قوت کے حصول کے لیے چند ایک امور ناگزیر ہیں۔ جن میں:

سب سے پہلا کام اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا کرنا کہ وہ ان لوگوں میں سے بنا دے، جو خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اور ان کی کوئی گھڑی بیکار نہیں گزرتی، اور کامیابی جن کے قدم چومتی ہے۔ کیونکہ دعا ہی مومن کا اصل ہتھیار اور سرمایہ ہے۔ اور اسے تمام جدوجہد پر فضیلت اور سبقت حاصل ہے۔ اس لیے کہ ہم جس سے مانگ رہے ہیں وہی اصل توفیق دینے والا، برکت دینے والا، اور تمام بھلائیوں کی راہیں آسان کرنے اور ہر چھوٹے بڑے کام میں کامیابی سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ادْعُونِيْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (المؤمن: ٦٠)

---

❶ مسلم؛ باب: في الأمر بالقوة و ترك العجز، ح: ٦٩٤٥۔ صحيح ابن حبان، باب: مايكره من الكلام و ما لا يكره؛ ح: ٥٧٢١.

❷ المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب الجهاد، ح: ٢٤٦٧۔ المعجم الكبير للطبراني، ح: ٩٤١۔ وكذلك الآداب للبيهقي.

"مجھے پکارو، میں ہی تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔"

اور حدیث قدسی میں ہے:

((أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ ، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِيْ .)) ❶

"میں اپنے بندہ کے میرے متعلق حسن ظن کے پاس ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔"

دعا کے بعد جو امور ہمیں اپنی ذات کی تعمیر واصلاح میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں، ان میں:

۱: ہرانسان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو؛ اس دینا میں بھی اور روزِ قیامت بھی اس کے متعلق ضرور سوال و جواب ہونے کا یقین ہو۔ عام الفاظ میں اسے روحانی تربیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

۲: اپنے نفس کا احترام، اپنی صلاحیت پر اعتماد، اور مزید صلاحیت پیدا کرنے کیلئے کوشش۔ جس انسان کے اندر جتنی صلاحیت ہوگی، اور جتنے اعتماد سے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اسی قدر اس کے ثمرات سے نوازیں گے۔

۳: دوسرے کے بہتر اور اچھے کام پر رشک وخوشی اور اس کی تعریف اور ہمت افزائی، اور اپنے اعمال کو اس سے آگے بڑھانے کی کوشش۔ اور حسد سے ہر طرح سے مکمل اجتناب؛ کیونکہ حسد سے کارکردگی کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

۴: اُمورِ آخرت میں غور وفکر، اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین جو اس نے نیک کاروں کے ساتھ کر رکھا ہے؛ اس وعدہ کے مصداق کو پا لینے کے لیے ظاہری جائز شرعی اسباب کا انتخاب اور اختیار۔

۵: اس دنیا کی فانی زندگی کا آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی سے موازنہ؛ اور ہر ایک کے لیے اس کی ضرورت کے مطابق عمل۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ متفق علیہ۔ أخرجه البخاري، باب: ﴿يحذركم الله نفسه﴾ ح: ٦٩٧٠۔ مسلم فی الذکر والدعاء والتوبة باب الحث علی ذکر الله تعالی، ح: ٢٦٧٥.

((مَنْ كَانَتِ الآخِرَةُ هَمُّهُ ، جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ شَمْلَهُ ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ .)) ❶

"جس انسان کا ارادہ صرف آخرت کا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے تمام اسباب کو جمع کر دیتے ہیں، اور اس کو دل کی تونگری سے نوازتے ہیں، اور دنیا اس کے پاس ناک کے بل چل کر آتی ہے۔"

۶: اس چیز پر توجہ کہ نیک اعمال کا اثر مرکر بھی باقی رہتا ہے، اور اچھے اعمال کا ثواب انسان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اضافے کا سبب بنتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ (یس: ۱۲)

"بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں، اور اس چیز کو لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا، اور جو پیچھے چھوڑ آئے۔"

۷: اللہ پر توکل: توکل ایک خفیہ ہتھیار جو شیطان جیسے دشمن کے خلاف بڑا کارگر اور میدان زندگی میں بہت ہی مجرب چیز اللہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③﴾ (الطلاق: ۳)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھے تو اس کو بس ہے اللہ تو اپنا کام ضرور پورا کرنیوالا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا اندازہ ٹھہرا چکا ہے۔"

۸: ایمان کامل: انسان کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ عزت وذلت کا مالک، نفع ونقصان دینے والا، ظاہری اسباب میں تاثیر پیدا کرنے اور انہیں کارگر بنانے والا صرف اور صرف ایک اللہ ہے، اسی سے لو لگانا اور مدد طلب کرنا ہمارے کام آ سکتا ہے۔

۹: اچھی امید: انسان کو کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے،

❶ المعجم الكبير؛ ح: ١١٥٢٥۔ سنن الترمذي، ح: ٢٤٦٥۔ موطأ امام مالك ٦/١۔ صحيحه الألباني.

بلکہ ہر دم اسے اچھی امید رکھنا چاہیے۔ اور پھر اس امید کے شرعی مقتضی کے مطابق میدانِ عمل میں کار بند رہنا چاہیے۔

۱۰۔ خیر خواہی: انسان خود بھی خیر پر کار بند رہے، اور دوسروں کے لیے بھی خیر و بھلائی کا جذبہ رکھے۔ یاد رکھیں: جو جیسے کرتا ہے، اس کے ساتھ ویسے ہی ہوتا ہے۔ اور جو انسان دوسروں پر گل پاشی کرتا ہے، خوشبو اس کے ہاتھ میں بھی باقی رہ جاتی ہے۔ اور جو انسان دوسروں کے لیے راہوں میں کانٹے بکھیرتا ہے، ان کانٹوں سے اس کے ہاتھ اور کپڑے بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ فیصلہ مثبت سوچ کے ساتھ اور خیر خواہی کے جذبہ کے تحت کرنا چاہیے۔ پھول بنو کہ خوشبو آئے۔

[۵]......علم اور مال

کسی بھی منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یہ دو بنیادی اور اہم ترین چیزیں ہیں۔ عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ انسان کو جن علوم کی معرفت کی ضرورت ہے، وہ بے شمار ہیں۔ جن میں سرفہرست عقیدہ، دین اور شریعت کے علوم ہیں۔ اور اس کے بعد اپنے فن میں پختہ مہارت، اس کی باریکیوں سے جانکاری، اور اسرار سے آشنائی انتہائی اہم ہیں۔

مال اگرچہ اس کا شمار ذاتی قوت میں نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور یہ ایک دوسرے سے مل کر نمو و تربیت و ترقی پاتے ہیں۔ مال کو زندگی میں شہ رگ کی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾ (النساء: ٥)

''بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو جس مال کو اللہ ﷻ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔''

مال کا نہ ہونا انسان کو طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات

معیشت کے مسائل انسان کو کفر کے ارتکاب پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مگر انسان کو چاہیے کہ صرف مال پر نظر رکھنے کے بجائے اس کے ذرائع کسب اور صرف (آمدن وخرچ) پر بھی نظر رکھے، اور ان میں اسلامی تعلیمات کا خاص خیال رکھے۔ شاعر کہتا ہے:

تَفَكَّرُ فِي نُقْصَانِ مَالِكَ دَائِمًا
وَتَغْفَلُ عَنْ نُقْصَانِ دِينِكَ وَالْعُمْرِ
وَيُثْنِيكَ خَوْفُ الْفَقْرِ عَنْ كُلِّ طَاعَةٍ
وَخِيفَةُ حَالِ الْفَقْرِ شَرٌّ مِنَ الْفَقْرِ

''آپ ہمیشہ اپنے مال کے نقصان کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور اپنے دین اور عمر کے نقصان سے غافل ہیں۔ اور تنگ دستی کا خوف تمہیں ہر ایک اطاعت سے باز رکھتا ہے۔ حالانکہ فقر کا خوف فقر سے بڑھ کر شر انگیز ہے۔''

[۶]......آلات کا استعمال

انسانی تاریخ کے ساتھ ساتھ ہی ان آلات کے استعمال کی تاریخ بھی شروع ہوتی ہے جنہیں انسان نے ایجاد کیا۔ قرآن نے بہت سی ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا جو انسانی کارگری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥﴾
(العلق: ٤تا٥)

''جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا؛ جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہیں تھا۔''

اللہ تعالیٰ مختلف انسانی وسائل اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد، اور مستقبل میں نئی ایجادات کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا

تَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾ (النحل: ٨)

''اور گھوڑا، اور خچر اور گدھا تاکہ تم ان پر سواری کرو، اور زینت بھی ہیں، اور تمہارے لیے وہ کچھ پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے طائف کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے منجنیق بطور آلہ کے استعمال کی تھی۔ اس کے علاوہ ڈھال وغیرہ کا استعمال بطور آلہ کے ثابت ہے۔

تجربہ سے ثابت ہے جس پتھر کو ایک آدمی لیور کی مدد سے بآسانی اپنی جگہ سے ہٹا سکتا ہے، اس پتھر کو عام طور پر مردوں کی ایک جماعت مشقت سے بھی نہیں ہٹا سکتی۔

ان سب چیزوں کا ذکر بطور ایک مستعمل آلہ کے آیا ہے۔ جن کے ذریعے مقاصد انجام پارہے ہیں، اور انسان ایک بہت بڑی مشقت برداشت کرنے سے بچ جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان وہ آلات استعمال کرے جن سے وہ اپنا مقصود پاسکے، اور مطلب کم محنت سے اچھی طرح حاصل ہوجائے۔ اور کام زیادہ دیر پا بھی ہو۔

موجودہ دور میں امور زندگانی نبھانے کے لیے اگر کوئی ٹائم ٹیبل ترتیب دیا جائے تو اس ضمن میں موبائل بہترین مددگار ہے۔ ایک موبائل میں کئی اوقات اور امور کی ترتیب کے لحاظ سے مختلف الارم لگائے جاسکتے ہیں، اور ان کے ساتھ ایک یاددہانی کا نوٹ بھی لکھا جاسکتا ہے۔ اس کا الارم مقررہ وقت پر یا اس سے کچھ وقت پہلے کے لیے رکھا جاسکتا ہے۔ جو کہ بہت بڑی نعمت ہے؛ مگر اس نعمت کے اس پہلو کا استعمال بالکل کم ہے اور منفی استعمال زیادہ ہے۔

[۷]...... باہمی تعاون

خیر و برکت، ترقی وقوت کا راز تعاون میں پوشیدہ ہے۔ مومنین کی مثال دو ہاتھوں کی مانند ہے؛ ایک ہاتھ دوسرے کو دھوتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدہ: ۲)

''نیکی اور پرہیزگاری کے امور میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

ہمیں ایک جماعت کی صورت میں کام کرنا چاہیے۔ اپنے ماتحت اور ہم کار لوگوں سے بھی کام لینا چاہیے۔ اس سے ایک دوسرے پر اعتماد بھی بڑھتا ہے، اور باہمی تجربات اور علوم اور مہارتوں سے استفادہ ہوتا ہے۔ ناتجربہ کاروں کے علم میں اضافہ ہوتا ہے؛ یہ عمل ان کی ترقی کی صلاحیتوں کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہے۔ کامیاب ترین انسان وہ ہے جو لوگوں کی صلاحیتوں اور مہارتوں سے باخبر ہو، اور پھر اس کے مطابق ان میں کام تقسیم کرے۔ اور پھر اس کے مطابق انہیں ترقی دینے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے کا حوصلہ بھی رکھے۔ ایسا کرنے کے لیے اگر کوئی ماتحت یا ہم مرتبہ کوئی تجویز یا رائے دے، تو اسے یکسر نظر انداز نہیں کردینا چاہیے۔ بلکہ ان افراد کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے جو آگے بڑھنے کے لیے سوچتے ہیں۔ ایسا اس وقت کرنا بہت آسان ہوجائے گا جب کسی کام کو انجام دینے کے لیے ,,میں'' یعنی انفرادیت کے تصور کو ختم کرکے ,,ہم'' یعنی اجتماعیت کے تصور کو فروغ دیا جائے۔

کارکنان اور دیگر افراد سے کام لینے کے لیے کئی امور پر نظر رکھنی ضروری ہے:

۱۔ مشاورت:

اسے آپ جدید انداز یا عصر حاضر کی اصطلاح میں کارنر میٹنگ کا نام دے سکتے ہیں۔ یہ آپس میں تبادلہ خیال کے نتیجہ میں کم وقت میں اچھے اور مثبت نتائج حاصل کرنے کا نام ہے۔

اس کے کئی ایک معاشرتی اور روحانی فوائد ہیں:

اولاً: اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہے:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ ''اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کیجیے۔''

ثانیاً: رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے، حدیث میں ہے:

((مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَمَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ، وَمَا عَالَ مَنِ

اقْتَصَدَ .)) ❶

’’جس نے استخارہ کیا وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا؛ اور جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہیں اٹھانا پڑتی، اور میانہ رو کبھی فقر میں مبتلا نہیں ہوتا۔‘‘

ثالثاً: اس میں کارکنان کی حوصلہ افزائی ہے، جس سے ان میں کام کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، اور جذبات بڑھتے ہیں۔

رابعاً: اعلیٰ افسران اور نگران یا دیگر افراد کی دلجوئی ہے جس میں آپ کے اوپر والا آپ پر اور اس کام پر خوش رہے گا، اور حسن انجام کی صورت میں وہ مزید حوصلہ افزائی کرے گا، اور غلط انجام کی صورت میں آپ پر ملامت نہیں آئے گی۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ كَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضاً)) ❷

’’مؤمنین کی مثال ایک دیوار کی سی ہے جس کی ایک اینٹ دوسری کو مضبوط کرتی ہے۔‘‘

اور یہ مثال اسی وقت صادق آسکتی ہے جب ہم ایک دوسرے مل کر اور باہمی مشورہ سے کام کریں گے۔

۲۔ تجربات سے فائدہ:

درحقیقت مشاورت میں ہی آپس میں آرا و افکار اور مشاہدات و تجربات کا تبادلہ خیال ہوتا ہے، اور دوسروں کے تجربات اور مہارتوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لہٰذا نئے سرے سے تجربات میں وقت اور مال ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔ کسی خیرخواہ نے بہترین مشورہ دیا تھا کہ: جب بھی کوئی کام کرو، اپنے سے بڑوں سے مشورہ کرلو، نہ ہونے کی صورت میں

❶ اس کی تخریج ’’انفرادی رائے اور عدم مشورہ‘‘ کے عنوان میں گزر چکی ہے۔

❷ رواہ البخاری؛ باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضاً؛ ح: ۶۰۲۶۔ مسلم فی البر والصلة والآداب باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم رقم ۲۵۸۵.

آپ پر ملامت نہیں آئے گی، اور کام ہوجانے کی صورت میں ان کا دل خوش ہوگا، آپ کے لیے دعائیں نکلیں گی۔ اور ایک مجلس کی بات دوسری جگہ مت پہنچاؤ، اس سے عزت وقار ختم ہوجاتے ہیں اور انسان ناقابل اعتماد ہوجاتا ہے۔ دوسروں کے تجربات سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ، تاکہ جس بات پر پہلے سبق حاصل ہوچکا ہے، اس کے متعلق فیصلہ کرنے میں تردد نہ ہو۔

۳۔ مشکل سے اجتناب:

اسلام کی اساس آسانی اور عدم حرج پر ہے۔ جس کا واضح ثبوت ہمیں قرآن وحدیث میں ملتا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

’’اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتے ہیں وہ تم پر سختی نہیں کرنا چاہتے۔‘‘

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے ایک کا اختیار دیا جاتا تو ان میں سے آسان کو منتخب کرتے۔‘‘

ایسا کرنے میں انسان کی صلاحیت ضائع ہونے کے امکانات کم اور فائدہ کے امکانات یقینی ہوجاتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ کے تکلف اور نفس کے امتحان، اور وقت کے ضیاع سے انسان بچ جاتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی کارکن کسی مشکل کام کے اختیار کرنے کا مشورہ دے؛ یا وہ کام اپنے سر لے لے۔ اس صورت میں جب تک کسی کی صلاحیت پر مکمل اعتماد اور تجربہ نہ ہو تو کسی بھی کام پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔ کیونکہ اس سے نہ صرف مالی خسارہ متوقع ہے، بلکہ ایک پوری ٹیم کے وقت اور صلاحیتوں کے ضیاع کا بھی امکان ہے۔

۴۔ قوت ارادہ:

ارادہ ایک نفسیاتی عمل ہے، جو عمل کو تحریک دیتا ہے اور اسے لیکر آگے بڑھتا ہے۔ قوت ارادی میں تمام تر ترقیوں کا راز پوشیدہ ہے۔ حضرت انسان کا ایک مقدس وصف اور وظیفہ اس

کا ارادہ ہے۔ جو اس کے اندر کے انسان کو اجاگر کرتا ہے۔ اس لیے کہ شعوری طور پر کیا جانے والا کام پہلے ذہن میں آتا ہے، پھر اس کے لیے ارادہ بنتا ہے، اور پھر اس کی جانب قدم بڑھتے ہیں۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بڑے ارادے رکھنے والے انسان کا جسم بھی اسی حساب سے بڑا ہو۔ بلکہ بہت سارے لاغر اور نحیف جسموں کے مالک قوت ارادہ اور عزم میں کسی چٹان سے کم نہیں ہوتے۔

انسان کے اندر وہ صلاحیتیں پوشیدہ ہیں جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے خشکی، سمندر اور فضاء سب مسخر کر دیے ہیں۔ اس مقام پر وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں اور ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں جن کے ارادے مضبوط ہوں، اور عزائم جواں ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ پر کامل اور غیر متزلزل ایمان ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

''اور جب کسی کام کا عزمِ کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک اللہ تعالیٰ بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

قوتِ ارادہ سے مراد اپنے دل کو کسی کام کے چھوڑ دینے یا اختیار کرنے کے لیے پوری طرح سے تیار کرنا اور پھر اس پر پوری شدت اور عزم کے ساتھ قائم رہنا ہے۔ جتنا ایمان مضبوط ہوگا، اتنا ہی ارادہ مضبوط اور عزم بلند ہوگا۔ مختلف قسم کی عبادات کو بروقت بجالانا نفس کی تربیت اور قوت ارادہ بڑھانے کے لیے بطور ایک آلہ کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد قوتِ ارادہ کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ اور توکل اس پر مہر درخشاں کا

منظر پیش کرتا ہے۔ اور اسباب اس شب درخشندہ کے جگمگاتے ستارے ہیں جن سے منزل کی راہوں پر ضیا پاشیاں ہوتی ہیں۔ اور سچی طلب اس منزل تک کی تیز رو سواری ہے، اور اخلاص اسکی لگام۔ ذکر الٰہی اور اللہ سے مدد کی طلب اور توبہ و استغفار اس سواری کا حدی خواں ہے۔

مضبوط ارادے رکھنے والے لوگوں کو ہمیشہ اور ہر طبقہ میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ دوسرے لوگ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور نہ ہی حالات کی سختیاں ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ جب کہ کمزور ارادہ لوگ صرف حیوان ناطق ہی ہوتے ہیں۔ باقی ان کا ہونا یہ نہ ہونا کسی چیز پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتا۔

[۸]...... بلند ہمتی

اللہ تعالیٰ نے کئی مواقع پر بلند ہمت لوگوں کی تعریف مختلف انداز میں کی ہے، اور انہیں جواں مرد کے خطاب سے نوازا ہے، فرمایا:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾﴾ (الکہف: ۱۳)

''ہم اُن کے حالات تم سے صحیح صحیح بیان کرتے ہیں وہ کئی جواں مرد تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے؛ اور ہم نے اُن کو اور زیادہ ہدایت دی تھی۔''

سورت احزاب میں بھی ایسے لوگوں کے متعلق بیان ہوا ہے۔ جن کو ان کی ہمت کے مطابق منزلیں کچھ مل گئیں، اور کچھ کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ جس کے بیان سے مقصود عظمت کے پانے کے لیے خیر کی راہ اور ہمت کا تعین کرنا ہے۔ کیونکہ عالی ہمت اور اعلیٰ سوچ رکھنے والے لوگ ہمیشہ عالیشان امور پر نظر رکھتے ہیں، اور اپنی زندگی کا ہر پل اپنے ہدف کو حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ منزل کا تعین انسان خود کرتا ہے، اس کی جانب اسباب کے تحت قدم خود بڑھاتا ہے، بس اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیتے ہیں، اس کے لیے آسانی پیدا کرتے اور مدد فرماتے ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ (البقرة: ٦٠)

''اور تحقیق ہر انسان نے اپنی راہ جان لی ہے۔''

ایک جگہ نیکی اور اصلاح کے کام میں رغبت دلاتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرة: ١٤٨)

''ہر انسان کی ایک جہت ہے جس طرف وہ متوجہ ہو رہا ہے، پس بھلائی کے کاموں میں سبقت حاصل کرو۔''

ان اہداف میں سب سے بڑا اور اہم ترین ہدف ایک مسلمان کی زندگی میں اللہ کی رضامندی کا حصول ہے۔ باقی تمام امور اس کے بعد اور فرعی امور ہیں۔ جب کہ پست ہمتی وقت سے صحیح معنوں سے استفادہ کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ایسے لوگ شہوات اور لذات کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں۔ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کمال عقل کی نشانی ہمت کا بلند ہونا، اور ادنیٰ چیز پر عدمِ رضامندی کا اظہار ہے۔ شاعر کہتا ہے:

وَلَا تَحْسَبِ الْمَجْدَ تَمْرًا أَنْتَ آكِلُهُ
لَنْ تَبْلُغَ الْمَجْدَ حَتّٰى تَلْعَقَ الصَّبْرَا

''اور عظمت و بزرگی کو تم کھجور گمان نہ کرنا جسے تم کھا لوگے۔ کوئی بھی بزرگی (مقام) کو اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ صبر کا کڑوا گھونٹ نہ بھر لے۔''

بلند ہمتی کیا ہے؟

بلند پایہ اور عالیشان امور نعمتیں اور منزلیں ہمیشہ تکلیف دہ اور دشوار راستوں گزرنے کے بعد ملتی ہیں۔ حصول علم سے زیادہ بلند اور مشکل منزل کوئی نہیں۔ یہی وہ مقام ہے جسے حاصل کرنے کے لیے شریف اور عالی ہمت نفوس کمر بستہ رہتے ہیں۔ علم ہی وہ نورِ معرفت ہے جس کی روشنی سے منزل کا تعین اور کامیابی کی راہیں روشن ہوتی ہیں، رفعتوں کا ادراک، مراتب کی معرفت، شرف کا شعور، امتیاز وافتخار کا احساس، مقام و مرتبہ کی قدر علم ہی کی شمع سے

روشن ہوتی ہے۔ اپنے بلند مقصد کے حصول کے مقابلہ میں ہر قسم کی مشکل کو ہیچ یا کم تر سمجھنا، اور تمام سختیوں کا برداشت کرنا؛ یہ عین بلند ہمتی اور شرافت نفس ہے۔ اور یہی وہ منزلت ہے جس کو بلند ہمت اور پختہ عزم صمیم کے مالک ہی حاصل کر سکتے ہیں۔''

شیخ خضر حسین فرماتے ہیں: ''بزرگ اور آزاد منش روحیں وہ ہیں جو دنیا اور آخرت کے امور میں سے صرف اس چیز پر قناعت نہیں کرتیں جو ان کے لیے آسان کر دی گئی؛ اور جس کے مواقع میسر ہیں؛ بلکہ وہ اس سے بھی اعلیٰ اور ارفع منزل کی تلاش میں رہتے ہیں۔''[1]

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہووے، پست قامت ہو تو ہو

اس کی ایک معمولی سی مثال یہ ہے کہ سیدنا حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بدر کے موقع پر اپنے چھوٹے بھائی عمیر بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے قبل لشکر میں ادھر ادھر چھپتے پھر رہے تھے؛ میں نے پوچھا: کیا بات ہے؛ کیوں چھپ رہے ہو؟ کہنے لگے: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو مجھے واپس کر دیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا؛ وہ بہت بری طرح رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ لشکر کے ساتھ چل پڑے۔ کم عمری کی وجہ سے وہ اپنی تلوار بھی صحیح طرح سے نہیں سنبھال سکتے تھے؛ ان کی تلوار کی نیام بار بار میں سنبھالتا تھا۔''[2]

ملاحظہ کیجیے: ان کی ہمت ان کی قوت اور توانائی سے بڑھ کر ہے، کیونکہ یہ جس منزل کی تلاش میں ہیں وہ اس ہمت کے بغیر نہیں ملتی خواہ جسم کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ انسان اپنی منزل خود پیدا کرتا ہے، پھل محنت کے مطابق حاصل ہوتا ہے۔ ہمت دل کے ارادہ وعمل کا نام ہے۔ دل پر صاحب دل کے علاوہ کسی کی کوئی اجارہ داری نہیں۔ بلند ہمت لوگ ہی زمانے کے ہر چیلنج کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے بجائے اس کو قبول کرتے ہوئے انقلاب لاتے ہیں، وہ زمانے کے تیور کے ساتھ خود نہیں بدلتے بلکہ زمانے کو اپنے افکار اور امنگوں کے

[1] نضرة النعيم ٧ / ٢٩٨٤.
[2] دیکھئے: الاصابہ ١٦٦/٦.

مطابق بدل دیتے ہیں، دنیا ان کی جنبش ابرو کی منتظر رہتی ہے؛ بقول شاعر:

بن آپ اپنے سفینے کا ناخدا اے دوست
بلند عزائم ہواؤں کے رخ بدل دیتے ہیں

ایسا انسان ان تمام معاملات اور امور سے آزاد ہوتا ہے جن پر کم ہمت، قلیل عزم، اور بزدل اور پست لوگ سہارا لگائے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ .)) [1]

"جس انسان نے صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کی، اللہ اسے شہدا کے مرتبہ پر فائز کریں گے، خواہ وہ اپنے بستر پر ہی کیوں نہ مرا ہو۔"

صالحین فرماتے ہیں: "اپنی ہمت کی حفاظت کیجیے؛ کیونکہ عزم وارادہ اور بلند ہمتی ہی تمام امور کا پیش خیمہ ہیں۔"

عزائم اور ارادے کسی بھی کام کی اساس ہیں۔ جس انسان کے ارادے اور عزائم درست ہوں، ہمت بلند ہو، اس کے لیے تمام اعمال مسخر اور آسان کر دیے جاتے ہیں، کوئی چیز مشکل نہیں رہتی۔ بقول شاعر:

فضا تیری مہ وپروین سے ہے ذرا آگے
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

ارادہ اور طلب میں کمزوری مردہ دلی کی علامت ہے۔ کوئی انسان جتنا ہی زندہ دل ہوگا، اس کے عزائم بھی اتنے ہی بلند ہوں گے، اس کی چاہت، محبت اور طلب بھی اتنی ہی بلند ہوگی۔ سب سے بہترین لوگ بلند ہمت اور وسیع و عالی نظر کے مالک ہوتے ہیں۔ بہت سارے لوگ جو ادنی اور گھٹیا کاموں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اس کی بڑی وجہ کم ہمتی اور ضعف عزم ہے۔ شاعر کہتا ہے:

[1] مسلم، باب استحباب طلب الشهادة ...، ح: ٥٠٣٩۔ ابوداؤد ح: ١٥٢٠۔

عَلَى قَدْرِ أَهْلِ الْعَزْمِ تَأْتِي الْعَزَائِمُ
وَتَأْتِي عَلَى قَدْرِ الْكِرَامِ الْمَكَارِمُ
وَتَعْظُمُ فِي عَيْنِ الصَّغِيرِ صِغَارُهَا
وَتَصْغُرُ فِي عَيْنِ الْعَظِيمِ الْعَظَائِمُ

"عزیمت اہل عزم کے ارادوں کے مطابق ہی ملتی ہے؛ اور بزرگی بزرگوں کی قدر کے مطابق ہی ملتی ہے۔ چھوٹے انسان کی نظر میں چھوٹا کام بھی بہت بڑا معلوم ہوتا ہے، اور بڑے انسان بڑے کاموں کو بھی معمولی سمجھتے ہیں۔"

شرافت نفس:

ہمت کی کمی کے ساتھ نفس کی شرافت کا ہونا علو ہمت کے ساتھ ذلت نفس سے بہتر ہے۔ کیونکہ نفس کی خباثت اور رذلت کے ساتھ جس کی ہمت بلند ہو، وہ دوسروں کے حقوق پر تجاوز کرتے ہوئے ایسی چیز کا طلبگار بنتا ہے جس کا وہ مستحق نہیں ہے، اور ایسی چیز کی طمع کرتا ہے جو اس کو ملنے والی نہیں۔ اس کے برعکس کم ہمتی کے ساتھ جس میں شرافت نفس ہو، وہ اپنے استحقاق کو چھوڑنے والا اور جو اسے مل جائے اس پر راضی رہنے والا ہوتا ہے، اس سے نہ کسی کے حق کی پامالی کا خطرہ ہے، اور نہ کسی کو تکلیف کا اندیشہ۔ اس صورت میں ان دونوں میں جو فرق ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ یعنی ایک اپنی قوت، ہمت اور ارادے کا غلط استعمال کر رہا ہے، جب کہ دوسرے کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ [1]

جاحظ کہتے ہیں: "کم ہمتی: بلند مرتبہ کی تلاش سے عاجزی اور نفس کی کمزوری کا نام ہے۔ امید کا انجام خیز نہ ہونا، آسان امور سے اپنے فضائل اور محاسن میں اضافہ نہ کر سکنا، تھوڑی چیز کو بہت زیادہ سمجھنا، درمیانے یا نچلے درجے کے کاموں پر راضی رہنا، یہ سب کم ہمتی کی نشانی ہے۔" [2]

بقول شاعر:

[1] ادب الدنيا و الدين للماوردي ٣٠٨۔
[2] تهذيب اخلاق ٣٤۔

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

امام راغب فرماتے ہیں: ''انسان کو اس چیز کا چھوڑ دینا جس کا وہ مستحق ہے، اور ذلالت دونوں برابر ہیں۔''

اور فرمایا: ''بڑی ہمت والا آدمی وہ ہے جو جس قدر ممکن ہو سکے حیوانی ہمت پر راضی نہ ہو۔ یعنی وہ صرف اپنے پیٹ اور خواہشات کا غلام بن کر نہ رہ جائے۔ جیسا کہ حیوان صرف اپنے پیٹ اور خواہش کی ہی سوچ اور ہمت رکھتے ہیں۔'' بلکہ وہ کوشش کرتا ہے کہ شریعت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس دنیا میں اللہ کا ولی اور زمین کا خلیفہ بنے؛ اور آخرت میں اللہ کا پڑوس حاصل کرے؛ اور کم ہمتی اس کا الٹ ہے۔'' ❶

مستقل مزاجی:

مستقل مزاجی بلند رفعتِ عزم کے لیے اساس اور استقامت کے مترادف المعنی اور ہم پلہ ہے؛ علامہ مناوی فرماتے ہیں: ''مستقل مزاجی دنیاوی خوش بختی اور بدبختی کی پروا کیے بغیر آخرت کے لیے کام کرنے کا نام ہے۔'' ❷

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝﴾

(الجن: ١٦)

''اور اگر وہ راہ راست پر استقامت سے رہتے، ہم انہیں آسمانوں سے وافر پانی پلاتے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ .)) ❸

---

❶ الذريعة إلى مكارم الشريعة ٢٩٣.　❷ توقيف ٢٤٣.

❸ المعجم الكبير ح: ٦٣٩٨ـ سنن ابن ماجة باب كف اللسان في الفتنة، ولفظه: ربي الله ...... ح: ٣٩٧٢ـ صحيح ابن حبان باب الأدعية، ح: ٩٤٢.

''کہو میں اللہ پر ایمان لایا، اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔''

ایک کام شروع کرنے پر جب اس کے انجام اور طریق کار کا پختہ علم ہو، اور حصول فائدہ متوقع ہو؛ پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی رہنا بلند ہمتی اور مستقل مزاجی کی علامت ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝﴾

(آل عمران: ١٥٩)

''جب کسی کام کا پختہ ارادہ کرلو تو پھر اللہ پر توکل کرو بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔''

بلند ہمتی کی قسمیں:

ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی صلاحیتیں اور توانائیاں ودیعت کر رکھی ہوتی ہیں جن کا بصیرت کے ساتھ استعمال کرنا اس کے بس میں ہوتا ہے۔ وہ آدمی جس میں بڑے کام کرنے کی ہمت ہو، اور وہ اس بات کا شعور بھی رکھتا ہو کہ وہ کوئی بھی بڑا کام کرسکتا ہے۔ اور وہ اعلیٰ مراتب کو پانے کا عزم بھی رکھتا ہے، اور ان کو پانے کے لیے کوشش بھی کرتا ہے؛ ایسے انسان کو بلند ہمت کہا جاتا ہے۔ یہی انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کی قدر اور احساس سے نوازا ہے۔ ورنہ اسی چھ فٹ قد کے اور ڈیڑھ دو من وزنی جسم کے مالک کروڑوں لوگ ہیں جن میں صلاحیتیں تو ہوتی ہیں، مگر وہ ان کا ادراک کرتے ہوئے بھی ان سے استفادہ کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے۔ بلکہ بعض لوگ ایسی صلاحیتوں کا غلط استعمال کر کے اپنے خلاف اللہ کے ہاں حجت قائم کر رہے ہیں۔

وہ آدمی جس میں بڑے کام کرنے کی صلاحیت ہے، مگر وہ اپنی تمام تر توانائی ہیچ کاموں میں لگاتا ہے؛ ایسے انسان کو کم ہمت یا پست ہمت کہا جاتا ہے۔ اور وہ آدمی جو کوئی بڑا کام کرنے کی ہمت تو نہیں رکھتا، اور وہ جانتا بھی ہے اس کے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے، مگر پھر بھی اپنی استعداد کے مطابق ہی کام کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ انسان صاحب بصیرت اور متواضع کہلاتا ہے۔ ان کے علاوہ چوتھا وہ انسان ہے جو بڑے کام کرنے کا اہل نہیں ہے؛ مگر وہ اس

بات کا اظہار کر رہا ہے کہ وہ ایسا کرنے کی قوت رکھتا ہے، اور اسے یہی بوجھ برداشت کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ایسے انسان کو فخور (شیخی خور) کہتے ہیں۔ (نضرة النعيم ٧/٢٩٨٥)

بلند ہمتی کی اہمیت:

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سالک کے لیے لازمی ہے کہ اس کی ہمت اتنی ہو کہ وہ (تربیت نفس کی) ان راہوں پر چلے اور آگے بڑھے، اور اسے اتنا علم حاصل ہو کہ وہ اس سے بصیرت اور ہدایت پا سکے۔ ❶

بلند ہمت انسان پر ہی اعتماد کیا جاتا ہے، اور مشکل امور نبھانے میں اس کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں: "بلند ہمت انسان حالات کے ہاتھوں خواہ کتنا ہی گر کیوں نہ جائے، مگر وہ بلندی یعنی عظمت ورفعت کے علاوہ کسی اور چیز پر راضی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال آگ کے اس شعلہ کی ہے کہ اسے اگر کوئی چھپانا بھی چاہے تو ممکن نہیں ہوتا، بلکہ وہ بلند ہی ہوتا رہتا ہے۔ بلند ہمت لوگ ہی لوگوں کے رہنما اور ان کے لیے مثالی شخصیات ہوتے ہیں۔ اور لوگ ان کی پیروی کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

افراد؛ جماعتوں اور معاشروں کی تقدیر کو بدلنا صرف بلند ہمتی کا مرہون منت ہے۔ اسی صفت کی وجہ سے انسان دوسروں سے ممتاز ہو کر ان کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں آگے لے کر چلتا ہے، اور قوموں کو پستیوں کے گڑھوں سے نکال کر عظمت کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ کمزور کو طاقتور بناتا ہے، مغلوب کو غلبے کی نوید دیتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگوں میں عزت ومنزلت پاتا ہے۔ ایک شاعر کا کہنا ہے:

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

بلند ہمتی کے میدان اور مواقع:

۱: اپنے وقت پر غیرت کہ اس کو بغیر فائدہ کسی چیز میں خرچ نہ کرے۔

❶ الهمة طريق إلى القمة ص ٢٧.

۲: بدلتے ہوئے شب وروز کے ساتھ پکا اور پختہ عزم اور استقامت۔

۳: علم کی حرص جس کی پیاس اس علم کو اس کے اصل منبع سے حاصل کیے بغیر نہ بجھے۔

۴: فائدہ مند فنون اور عمدہ علوم کی تلاش، اور ان کے حصول کی راہ میں کسی چیز کو رکاوٹ نہ بننے دینا، مشکل حالات کا پوری ہمت کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنا، اور اللہ سے دعا کرنا کہ ثابت قدمی عطا فرمائے۔

۵: اپنی زبان کی حفاظت، لغو اور بیہودہ امور سے اپنی زبان کو روک کر رکھنا۔

۶: حسد کینہ وعداوت اور بغض سے اپنے سینہ ودل کو ایسے صاف رکھنا جیسے شیشہ۔

۷: دوسروں کی راہ میں روڑے اٹکانے کے بجائے ان کے ساتھ تعاون، اور ان کے تعاون سے اپنی منزل کا حصول۔

۸: عارضی اور وقتی ناکامی پر دل برداشتہ نہ ہونا، بلکہ نئے عزم، اور نئی ہمت سے پھر سے اپنے کام کا آغاز۔

۹: کسی استاذ یا ماہر کی رہنمائی حاصل کرنا، اور اس میں اپنی صلاحیت کے ساتھ دوسروں کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا۔

پست ہمتی کی مذمت:

یعنی ایسے لوگ جو اس زمین پر اپنے وجود کی قیمت کا احساس نہ کر سکیں، یا احساس تو انہیں ہے، لیکن وہ اس کے لیے کچھ کرتے نہیں؛ وہ پست ہمت کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد اور بے معنی نہیں پیدا کیا کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا رہے، نہ دنیا کا کام اور نہ آخرت کا۔ اصل مقصود اگرچہ آخرت کے لیے محنت کرنا ہے، لیکن یہ بات بھی بھول نہیں جانا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ مَنْ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ .)) ❶

❶ مسند الشهاب، باب: خير الناس ...، ح: ١٢٣٤ـ السلسلة الصحيحة برقم ٤٢٦.

"لوگوں میں سے بہترین انسان وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے فائدہ مند ہو۔"

یہی وجہ تھی کہ قرآن نے پست ہمت لوگوں کو پتھر دل منافقین کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ان سے عقل وسمجھ کی نفی کی ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾ ﴾ (التوبہ: ۸۷)

"یہ تو خانہ نشین خواتین کا ساتھ دینے پر ریجھ گئے، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی؛ وہ کچھ بھی عقل وسمجھ نہیں رکھتے۔"

یہی وہ معیاری اور سچی طلب ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ انسان کو کامیابیوں سے ہمکنار کرتے ہیں۔ ایک موقع پر ہمت اور طلب کو ہدایت اور گمراہی کا معیار قرار دیتے ہوئے پست ہمت لوگوں کی مذمت کی ہے؛ فرمایا:

﴿ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿٨٤﴾ ﴾ (الاسراء: ۸۴)

"آپ کہہ دیں: ہر شخص اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے، جو ہدایت کے راستہ پر ہیں انہیں تمہارا رب خوب جانتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عنقریب تم پر تمام امتیں ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جس طرح کھانے کے دستر خوان پر دعوت دی جاتی ہے۔" صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ فرمایا: نہیں، مگر تم پر بزدلی چھا جائے گی۔" پوچھا بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: ((حُبَّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) [1]

"دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔"

[1] ابو داؤد، باب في تداعي الأمم على الإسلام؛ ح: ٤٢٩٩ صحيح؛ السلسلة الصحيحة برقم ٩٥٨.

بلند ہمتی کے وسائل:

اللہ تعالیٰ پر کامل توکل، اس کے وعدہ اور تقدیر پر یقین کے ساتھ اپنی جدوجہد پر اعتماد، عمل میں خلوص اور اس کے اچھے نتائج کی امید، جلد بازی سے اجتناب؛ عالی ہمتی کے فوائد و اثرات کا مطالعہ، دور اندیشی، حکمت اور پختہ عزم۔ بقول شاعر:

گو منزل حیات بہت دور تھی مگر
دیکھا جو میرا عزم تو رستہ سمٹ گیا

اللہ کی راہ میں مجاہدہ، بالخصوص مجاہدۂ نفس، کیوں کہ جب تک انسان اپنے نفس کی خواہشات اور مطالب کو مغلوب نہ کر سکے، اس کیلئے بیرونی دشمن کو مغلوب کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری اور دعا؛ اس سے ہمت اور توفیق کا سوال کرنا۔ کیونکہ وہی واحد ذات تمام تر مشکلات کو حل کرنے اور تمام مشکل امور کو آسان کرنے اور مختلف منازل طے کرنے کے اسباب مہیا کرنے پر قادر ہے۔

اپنی کم ہمتی کا اعتراف اور اس کے ازالہ کے لیے ہر ممکن اور سنجیدہ کوشش۔ کیونکہ جب تک وہ اپنی کم ہمتی کا اعتراف نہیں کرے گا اس کے اثرات کا ازالہ ممکن نہیں ہوگا۔

تاریخ اور سیرت انبیاء علیہم السلام، اور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے سلف صالحین اور کبار علماء کی زندگیوں کے حالات کا مطالعہ اور ان کی اقتدا، کیونکہ اس سے انسان کے اندر ان کی اتباع کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے، اور مختلف مشکلات میں صبر کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے سنگ چلنا جو خود بلند ہمت اور عالی ظرف اور اعلیٰ منزل کی متلاشی ہوں۔ سستی، کاہلی، ٹال مٹول، اور غلو سے مکمل اجتناب کیا جائے گا کیونکہ یہی چیزیں حقیقی ہمت کی قاتل ہیں۔

❀ ہر اس چیز سے دور رہنا جو کسی بھی اعلیٰ مرتبت انسان کی شان کے منافی ہے۔ اور جس کی وجہ سے انسان کی ہمت ٹوٹتی ہو۔

❀ کسی بھی دوسرے عالی ہمت کو دیکھ کر اس پر رشک کرنا، اور اس مقام کو پانے کے لیے

سنجیدہ اور ثمر آور کوشش کرنا۔

❀ روزانہ کے کاموں کے ٹائم ٹیبل کا مراجعہ کرنا، اور اس کے مطابق اپنے کام سرانجام دینا۔ اور اس ٹائم ٹیبل پر عمل درآمد میں افراط وتفریط سے بچنا۔

[۹]...... پریشانی میں صبر

بسا اوقات ہماری مصیبتیں مثلاً کسی کا یتیم ہونا، پردیس اور غریب الوطنی کی حالت، بصارت سے محرومی، فقر وفاقہ، قید وبند اور دیگر پریشانیاں غیر متوقع حد تک اچھے اور قابل ذکر کاموں کی انجام دہی میں ہماری مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یتیم تھے؛ گھر میں کھانے کے لیے بیشتر اوقات کچھ نہیں ملتا تھا، مگر علم میں وہ مرجع ومنبع بن گئے۔

ابن اثیر رحمہ اللہ نے "جامع الأصول" اور "النهاية في غريب الحديث والأثر" لکھی، اور وہ عاجز معذور اور اپاہج تھے۔

علامہ سرخسی نے مشہور زمانہ کتاب "المبسوط" پندرہ جلدوں میں لکھی، جب کہ وہ ایک اندھے کنویں میں ڈالے گئے تھے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے ''زاد المعاد'' دوران سفر حج کے بعد مکہ مکرمہ سے واپسی پر لکھی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے بحری جہاز کے عرشہ پر سفر کرتے ہوئے ''صحیح مسلم'' کی شرح لکھی۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے مشہور "فتاویٰ" کے اکثر اجزا جیل میں لکھے۔ جیل میں رہتے ہوئے ایک تفسیر بھی لکھی۔ آپ اپنی قید وبند اور رہائی کے متعلق جو کچھ فرمایا کرتے تھے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اور اس میں ہر پریشان حال کے لیے درس عبرت ودعوت صبر ہے۔ فرماتے ہیں: ''کیا ہوا، اگر میں قید ہوا تو اللہ کے ساتھ خلوت اور مناجات کا بہترین موقع ہے۔ اگر مجھے رہا کر دیا گیا، تو یہ زمین کی سیاحت اور اللہ کی راہ میں جہاد ہے، اور اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو یہ اللہ کی راہ میں شہادت ہے؛ جس کے ہم طلبگار اور متلاشی ہیں۔'' شاعر

ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہتا ہے:

جسے تو غم سمجھتا ہے خزانہ ہے مسرت کا — جسے تو چشم تر کہتا ہے سرچشمہ ہے رحمت کا
ہر آہِ سرد جھونکا ہے نسیم باغِ راحت کا — ہر آنسو آئینہ ہے اصل میں تصویر جنت کا

ایک اور شاعر ایسے ہی پریشان حال لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہتا ہے:

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پہ پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

[۱۰]...... اعتدال اور توازن

وسط: افراط وتفریط سے پاک صاف اور سچا منہج؛ وہ راستہ جو خطرات سے دور ہونے کی وجہ سے مامون ومحفوظ ہو۔ وسط کا معنی مرکز قوت اور وحدت بھی ہے۔ وسط متعدل چیز کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا معنی عادل اور بہتر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کا وصف بیان فرماتے ہیں:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾
(البقرة: ١٤٣)

''اور ایسے ہی ہم نے تمہیں درمیانی (متوازن، متوسط) امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرَ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا .))❶

''بہترین کام درمیانہ درجے کے ہیں۔''

جب بھی آپ کسی حقدار کو اس کا مناسب حق نہیں دیں گے، اس میں کمی یا زیادتی کریں گے تو آپ اعتدال پر نہیں رہیں گے، بلکہ افراط وتفریط کا شکار ہو جائیں گے۔ اسے آپ مبالغہ یا غلو بھی کہہ سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

((إِيَّاكُمْ وَ الْغُلُوَّ ؛ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ))❷

---

❶ شعب الإيمان؛ باب: القصد في العبادة، برقم: ۳۸۸۸۔ مصنف ابن ابی شیبة.

❷ أخرجه النسائي (۳۰۵۷)؛ ابن ماجة (۳۰۲۹)؛ الصحيحة: ۱۲۸۳.

"خود کو غلو سے بچاؤ۔ بیشک تم سے پہلے جو لوگ تھے، انہیں غلو نے ہی ہلاک کیا۔"

وسط: کا تقاضا افراط وتفریط سے اجتناب: کھانے پینے؛ زیب وزینت کے اختیار، میل جول؛ بول چال میں اعتدال سے کام لینا؛ اور توازن پر رہنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ)) ❶

"جو کوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔"

اعتدال اور توازن پر چلتے رہنا کامیاب زندگی گزارنے کی دلیل ہے؛ حدیث میں آتا ہے:

((وَمَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ.)) ❷

"اور میانہ رو کبھی فقر میں مبتلا نہیں ہوتا۔"

[۱۱]...... جوانی کی قدر

عنفوان شباب بہارِ زندگانی ہی جوانی ہے۔ مسافرِ زندگی کا یہ مرحلہ جمال وزیبائی، قوت ورعنائی، ہمت ونشاط، جذبہ ولگن، تڑپ اور چاہت، اور ہر قسم کی نعمت سے ہر لحاظ سے بھر پور اور کامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝﴾ (الروم: ٥٤)

"اللہ وہ ذات ہیں جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی۔ پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا دیا؛ اور وہ جو چاہے گا پیدا کرے گا۔ وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔"

---

❶ البخاري،باب من كان يؤمن بالله...... ح: ٦٠١٨ ـ مسلم؛ باب الحث على ...... من الإيمان برقم: ١٨٢ ـ موطا باب ما جاء في جامع الطعام و الشراب ح: ١٦٦٠.

❷ تخریج گزر چکی ہے۔

جوانی کے مرحلہ کو بطور خاص ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کیونکہ یہ قوت وطاقت، صحت و توانائی، چستی وبشاشت کا دور ہوتا ہے اور شباب کے دوران انسان میں مردانگی کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ گویا انسانی عمر کا سب سے زرخیز اور توانائی کا مرحلہ اس کی جوانی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے اکثر نوجوان دل ودماغ سے خالی، علم وعمل سے کورے، دین وایمان سے دور، ہر ایک پستی کا شکار ہیں۔ انہیں فضول باتوں کے علاوہ کسی چیز کا کوئی علم وادراک نہیں۔ شعر گوئی، گنگنانا، ایکٹرز اور ایکٹریسز کی اندھی تقلید اور ان کی مشابہت ان کا مشغلہ ہے۔ ان کیلئے خواہشات کی پیروی اور نفس پرستی کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ لیکن یہ سب چار دن کی چاندنی ہے، کل کو ان لمحات پر افسوس اور آہ وحسرت ہی کرنا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی وہی مرحلہ پیش آنا ہے جو پہلوں کے ساتھ آچکا، جب جوانی اور اس ہمت کی تمنا ہی رہ جاتی ہے، مگر یہ جوانی لوٹ کر نہیں آتی۔ غالب نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

مارا زمانے نے اسد اللہ خان تمہیں
وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی

[۱۲]...... ضیاع وقت سے اجتناب

وقت کا ہر لمحہ سونے اور چاندی سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر سونا اور چاندی، دنیا کا خزانہ کھو جائے تو اسے محنت سے دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے؛ مگر گیا وقت دوبارہ حاصل نہیں ہوتا۔ انسان کا ایک دن یا دن کا بعض حصہ اگر ضائع ہو جائے، یا اس میں بعض شر انگیز اور دیگر بے معنی کام کیے جائیں تو صحیح معنوں میں وقت سے استفادہ کرنا ممکن نہیں رہتا۔

حقیقت میں ضیاع وقت ایک خاموش زہر قاتل ہے؛ جس سے انسان خود کو ہلاک کر رہا ہے۔ اور اس کا انجام افسوس اور ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ عمر کے ان لمحات کی بھر پور حفاظت کی جائے؛ اور اس بات کا بھر پور خیال رکھا جائے کہ کوئی گھڑی بغیر کسی مقصد کے فوت نہ ہو جائے۔

وہ امور جن سے وقت ضائع ہوتا ہے بہت ہیں؛ اور ان سے بچنے کے اسلوب بھی

متعدد اور مختلف ہیں؛ مگر چند ایک بکثرت واقع ہونے والے امور، اور ان سے اجتناب کے طریق کار کو بیان کرنا مناسب ہوگا، تاکہ "خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ" کے مصداق نفع عام کے لیے راہ واضح ہوجائے۔ ان امور میں سے:

۱۔ غفلت:

غفلت سے مراد یہ ہے کہ انسان کا وقت کسی ایسے بے فائدہ کام میں یا بیکار گزرے جیسے چٹان کے لیے بارش بے فائدہ ہوتی ہے۔ نہ اسے اس کا کچھ احساس ہو، اور نہ وقت کی قیمت کا خیال۔ اور نہ ہی وقت سے فائدہ حاصل کرنے کا خیال دل میں آئے۔ اگر کسی کام کا خیال دل میں گزرا بھی تو سستی کی وجہ سے اسے کرنے سے قاصر رہا۔ امیدیں لمبی رکھیں لیکن ان کے حصول کے لیے جدو جہد اور کام میں صفر۔ ایسے لوگوں کے دن اور رات تو گزر جاتے ہیں مگر ایسے جیسے حیوانات کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝۲۸﴾ (الکہف: ۲۸)

"اور اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے، اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔"

یہ اس لیے بیان کیا جارہا ہے تاکہ انسان اپنے گزرے ہوئے اوقات پر غور و فکر کرے۔ فکر کے یہ لمحات دل کی بیداری ہیں۔ اس پر ندامت اور توبہ گزری ہوئی برائی کا ازالہ ہے۔

بقول اختر صادق:

آئے تھے جس کام کو یاں اس سے غافل ہوگئے
خوابِ غفلت میں جو دیکھا سب کو ہم بھی سو گئے

غفلت کے نقصان اور مذمت کے بیان میں اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن کریم کی بائیس آیات میں غفلت کی مذمت ہوئی ہے۔ ان جملہ نقصانات کا خلاصہ یہ ہے:

☆ غافل انسان اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم رہتا ہے۔ جس طرح بیٹھا ہوا انسان منزل تک نہیں پہنچ پاتا۔

☆ غفلت کی وجہ سے دل میں وحشت اور خوف طاری رہتا ہے، جو اللہ کی یاد سے ہی ختم ہوسکتا ہے۔

☆ غفلت کی وجہ سے انسان پر غموں اور پریشانیوں کا انبار لگا رہتا ہے۔ کیونکہ غفلت کی وجہ سے طرح طرح کے خیالات اور وساوس جنم لیتے ہیں، اور نت نئے مسائل پیش آتے ہیں۔

☆ غفلت سے دل، ذہن اور جسم کمزور ہوتے ہیں، اور عقلی صلاحیتیں محدود ہوتے ہوتے ختم ہوجاتی ہیں۔

☆ انسانی وقار و حیاء اور شرف و کرامت ختم ہوجاتے ہیں۔

☆ انسان کے لیے معرفت الٰہی اور عبادت سے لذت کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔

۲۔ سستی:

ایک قاتل جراثیم اور مہلک مرض ہے۔ اقوام کی پسماندگی اور زبوں حالی میں یہ ایک اہم عامل ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ کوئی قابل قدر اور اچھا کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ سستی اور آرام پسندی سے دل میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر انسان اپنے فرائض انجام نہ دے تو عقلی، نفسیاتی اور اعصابی بے چینی، پریشانیوں اور غم و امراض میں اضافہ ہوتا ہے؛ زندگی میں ایک گھٹن سی محسوس ہوتی ہے؛ اور طبیعت اکتا جاتی ہے۔ (دیکھو: ہمت و استقامت)

۳۔ کام چوری اور لا پرواہی:

عمدہ اور عالیشان امور سے منہ موڑ کر خود کو چند عارضی فوائد اور پر تعیش اور پر لذت کاموں میں لگا دینا، اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنا، اور کسی چیز کی اہمیت کا احساس نہ کرنا۔ ایسے لوگوں کی اللہ ﷻ نے بہت سخت مذمت کی ہے، انہیں نا سمجھ، دل اور آنکھوں کے اندھے کانوں کے بہرے اور حیوانات سے بدتر قرار دیا ہے؛ کیونکہ ان لوگوں نے مذکورہ اعضا سے د

فائدہ حاصل نہیں کیا جس کے لیے یہ نعمت کے طور پر دیے گئے تھے۔ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴾

(الاعراف: ۱۷۹)

''اور تحقیق ہم نے جہنم کے لیے ایسے بہت سے لوگ انسانوں اور جنوں میں سے پیدا کیے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے سمجھتے نہیں، اور آنکھیں ایسی ہیں جن سے دیکھتے نہیں، اور کان ایسے ہیں جن سے سنتے نہیں؛ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں، اور یہی لوگ غافل ہیں۔''

۴۔ ٹال مٹول:

بیکاری، آرام پسندی، کام کا خوف اور جی چرانا، کھیل تماشا اور خواہشِ نفس کے سامنے خود کو عاجز کر لینا، یہ وقت کے قاتل امور کسی بھی آفت اور بڑی مصیبت سے کم نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا، مَا تَنْتَظِرُوْنَ إِلَّا غِنًى مُطْغِيًا أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا، أَوْ كِبَرًا مُفَنِّدًا، أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا أَوْ الدَّجَّالُ شَرٌّ مُنْتَظَرٌ، أَوِ السَّاعَةُ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ .)) [1]

''چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ لیکن تم انتظار نہیں کرتے مگر سرکش بنا دینے والی تونگری کا، یا کسی برے مرض کا، یا عاجز کر دینے والے بڑھاپے کا، یا تیار شدہ موت کا، یا دجال کے فتنہ کا جس کا انتظار ہے، یا قیامت کا، اور قیامت کا عذاب بڑا ہی رسوا کن اور بہت ہی سخت ہے۔''

[1] المعجم الأوسط؛ برقم ۸۴۹۸۔ الترمذی؛ باب المبادرة بالعمل، برقم ۲۳۰۶۔ شعب الإیمان باب الحادی و سبعون، برقم ۱۰۵۷۲۔ أحمد.

۵۔ ادھورا کام:

بسا اوقات ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی انسان کسی کام کو بڑے جذبات اور حدت و شدت کیساتھ شروع کرتا ہے، مگر وہ اسے انجام تک نہیں پہنچا پاتا، بلکہ اسے نامکمل چھوڑنے میں ہی عافیت اور بہتری محسوس کرتا ہے۔ یقیناً یہ اس انسان میں عزیمت اور پختگیء ارادہ کی کمی ہے۔ جب انسان مکمل سوچ بچار کر لینے کے بعد کسی دینی یا دنیاوی کام کو درست نیت اور غرض سے شروع کرے، تو اسے چاہیے کہ اسے مکمل کر کے چھوڑے، تاکہ مطلوبہ ہدف حاصل ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی کام کو ادھورا چھوڑنے سے منع کیا ہے؛ فرمایا:

﴿ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴾ (محمد: ۳۳)

''اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

یعنی جب کوئی کام شروع کیا ہے تو اسے پورا کر کے رہو، جب تک اس میں کوئی شرعی قباحت اور برائی نہ ہو۔ اور فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا ﴾

(النحل: ۹۲)

''اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا۔''

مثال بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ جب محنت کا پھل پانے کا وقت آ جائے، اس وقت خود ہی اپنے کیے پر کلہاڑی چلا دینا یقیناً حماقت اور اپنے نفس کے ساتھ برا سلوک اور بڑا ظلم ہے۔

۶۔ فضول کام:

یعنی ایسے کام کرنا جن سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ اور نہ وہ کام مومن کے شایانِ شان ہوں، بیہودہ اور لغو کام، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے کام کرنے سے منع کرتے ہوئے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو ان کاموں سے بچ کر رہتے ہیں، فرمایا:

﴿ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾ (الفرقان: ۷۲)

"اور وہ لوگ جب کسی لغو بات پران کا گزر ہو، تو وہ عزت اور وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔"

اور کامیاب مومنین کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ (المؤمنون: ۳)

"اور وہ لوگ جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ .)) [1]

"کسی آدمی کے اچھے مسلمان کی علامت اس کا وہ چیز چھوڑ دینا ہے جو اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔"

۷۔ لمبی امید:

یہ ایسا اچھوت مرض ہے جس انسان کو لاحق ہوجائے اسے ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں زندگی سے بے جا پیار، دنیا سے محبت اور اس میں رغبت، اطاعت الٰہی میں سستی، آخرت سے بے رغبتی اور انجام کار سے غفلت و فراموشی، غفلت اور حقوق کی پامالی، نیک، اچھے اور مثبت کام میں ٹال مٹول اور آنے والے وقت تک کے لیے موخر کرنا سب امراض جنم لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے ہاں سب کا ایک مقررہ وقت ہے، جس سے ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ﴾ (الحجر ۳ تا ۵)

[1] موطأ إمام مالك، باب فضل الحياء؛ ح: ۹۴۸۔ الترمذي، باب فيمن تكلم بكلمة يضحك الناس، ح: ۲۳۱۸۔ سنن أبي داؤد، مقدمة.

"آپ انہیں کھاتا، نفع اٹھاتا اور جھوٹی امید میں مشغول چھوڑ دیجیے، وہ خود ابھی جان لیں گے۔ کسی بھی بستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر اس کے لیے مقررہ نوشتہ تھا۔ کوئی گروہ بھی اپنی موت سے نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے رہتا ہے۔"

☆ ﴿ وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ ﴾: امام قرطبی فرماتے ہیں: "دنیا کی حرص کرتے ہوئے اس پر گر جانا، دنیا کی محبت اور آخرت سے رُوگردانی۔" [1]

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس کا معنی لکھا ہے۔

"کسی چیز کے حاصل ہونے کی توقع رکھنا۔ اور اکثر اس کا استعمال ایسی چیزوں کے لیے ہوتا ہے، جس کا حاصل ہونا ناممکن ہو۔" [2]

شاعر کہتا ہے:

نہ پوری ہوئی ہیں امیدیں نہ ہوں
یوں ہی عمر ساری گزر جائے گی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثَلَاثَةَ الْأَعْوَادِ؛ فَغَرَسَ إِلَى جَنْبِهِ وَاحِداً، ثُمَّ مَشَى قَلِيْلاً، فَغَرَسَ الْآخِرَ، ثُمَّ مَشَى قَلِيْلاً، فَغَرَسَ الْآخِرَ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟ هٰذَا مَثَلُ ابْنِ آدَمَ وَأَجَلِهِ وَأَمَلِهِ، فَنَفْسُهُ تَتَوَّقُ إِلَى أَمَلِهِ، وَيَخْتَرِمُهُ أَجَلُهُ دُوْنَ أَمَلِهِ.)) [3]

"رسول اللہ ﷺ نے تین ٹہنیاں لیں، ایک کو اپنے پہلو میں گاڑ دیا، اور پھر کچھ چلے؛ تو دوسری ٹہنی گاڑ دی، اور پھر چند قدم چلنے کے بعد تیسری ٹہنی بھی گاڑ دی۔ اور پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ ابن آدم، اس کی اجل اور امیدوں کی مثال ہے۔ اس کا جی اسے خواہشات کی طرف لے کر جاتا ہے،

[1] تفسير قرطبي: ۱۰/ ۴.
[2] توقیف ۶۲.
[3] كتاب الزهد للوكيع: ۲/ ۴۳۷

جب کہ موت اس کی امیدوں کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔"

کسی عقلمند کا کہنا ہے: جس انسان کی امیدیں لمبی (امکانیات اور وسائل سے متجاوز) ہوں، اس کے عمل میں کمزوری آجاتی ہے۔ اور ہر آنے والی چیز قریب تر ہے۔"

کسی نے کہا: اگر تم موت اور اس کی تلخی کو دیکھ لو تو لمبی خواہشات اور غرور وتکبر سب کچھ بھول جاؤ۔" جب کہ ایک حکیم کا قول ہے: "لوگوں میں سب سے بد حال وہ شخص ہے جس کی معرفت بہت وسیع ہو۔ اور اس کی قدرت کم ہو، اور ہمت پست ہو، اور امیدیں لمبی ہوں۔"

٨۔ نا اُمیدی:

جیسے خواہ مخواہ کی لمبی اور جھوٹی امیدیں رکھنا مذموم اور نقصان دہ ہے، ایسے ہی اللہ کی رحمت سے ناامیدی بھی گناہ کبیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ کئی ایک برائیوں کے دروازے کھول دیتی ہے، اور کمر ہمت توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ بہت ہی کم برائیاں ناامیدی کے برابر ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ناامیدی کی بڑے سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَايْئَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ؀﴾ (یوسف: ٨٧)

"اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، سو بے شک کافروں کے علاوہ کوئی بھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتا۔"

ناامیدی گمراہی اور جہالت کے دروازے کھول دیتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ؀﴾ (الحجر: ٥٦)

"اور اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہوں کے علاوہ کوئی بھی ناامید نہیں ہوتا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش سے خود کو محفوظ سمجھنا، اس کی رحمت سے ناامیدی اور مایوسی ہیں۔"[1]

[1] نضرة النعيم/بحث اليأس.

لہٰذا ایک مومن کو چاہیے کہ اللہ کی رحمت پر مکمل امید رکھتے ہوئے اپنے امور کو سرانجام دینے کی کوشش کرے، ان اُمور کو ثمر آور کرنا اس ذاتِ بے نیاز کا کام ہے۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

ناامیدی کے من جملہ نقصانات میں سے چند ایک یہ ہیں:

- ❀ کفرانِ نعمت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے۔
- ❀ مایوسی ایمان میں کمزوری اور اللہ کی قدرت اور رحمت پر یقین نہ ہونے کی علامت ہے۔
- ❀ ناامیدی سے انسان کی دنیا اور آخرت کے لیے کی گئی محنتیں اور کاوشیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔
- ❀ ناامیدی انسان کے لیے ایک خاموش قاتل ہے۔ جو اس کی صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے۔
- ❀ ناامیدی انسان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کھلی ہوئی نشانی اور ایک بڑی دلیل ہے۔
- ❀ ناامیدی دنیا اور آخرت میں خسارے کا سبب بنتی ہے۔

٩۔ کل کا فریب:

لفظ کل ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ خواہ کل آنے والا ہو یا گذشتہ۔ کل رفتہ کو ہم کسی بھی طرح واپس لا نہیں سکتے۔ اور آئندہ کل کو ہم کل آنے سے پہلے پا نہیں سکتے۔ کیونکہ کل، کل ہی تو ہے، اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ بعض لوگ اس خیال سے کہ آنے والے وقت میں فراغت حاصل ہوگی، کام کا بوجھ ہلکا ہوگا، اور اس کے نتیجہ میں وہ کام کو بطریق احسن انجام دے پائیں گے؛ اپنے واجبات کی ادائیگی میں تاخیر کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ جیسے ہی انسان کی عمر بڑھتی ہے، اس کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا ہے، اس کے تعلقات بڑھ جاتے ہیں، اوقات تنگیٔ داماں کی شکایت کرتے ہیں۔ انسانی طاقت، قوت اور چستی میں کمی آجاتی ہے؛ صحت بھی ساتھ چھوڑنے لگتی ہے؛ واجبات اور مصروفیات سخت اور زیادہ ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے جو کام آج بہترین طور پر انجام پا سکتا تھا، کل اس کی رسم پوری کرنے سے عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

ہے طلسمِ دہر میں صد حشرِ پاداشِ عمل
آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہیں

واجب ہے کہ ہر انسان کوشش کر کے آج کے کام کو آج ہی ختم کرے۔ کیونکہ جو کام وقت پر آسانی سے کیا جا سکتا ہے، وہ ہفتوں اور مہینوں تک پڑا رہنے سے وبالِ جان، اور وحشت بن جاتا ہے؛ پھر اس کام کو نبھانے کے تصور سے بھی خوف محسوس ہوتا ہے؛ یہاں سے انسان کی ہمت ٹوٹنی شروع ہوجاتی ہے۔ اور حقیقت میں یہ ایسا بوجھ بن جاتا ہے جس کو بسہولت اٹھانے کی مشقت انسان سے کبھی نہیں ہوسکتی۔

مثال کے طور پر ایک مزدور کو روزانہ آٹھ گھنٹہ کے حساب سے کام کرنا ہے۔ اور کام کا معیار اور مقدار مقرر ہے۔ اگر یہ مزدور دس دن تک اس کام کو انجام نہ دے، تو دس دن کے بعد اسے یہی کام کرنے کے لیے کم از کم بارہ گھنٹے روزانہ کے حساب سے سولہ دن کی ضرورت ہوگی، جس کی تاب انسان میں نہیں ہے۔ اگر اس سے زیادہ مقدار بڑھ جائے تو ایسی تباہی ہے، جس کے احساس کی قبل از وقت ضرورت ہے؛ لیکن ایسا کرے گا کون؟

آپ کا دن آج کا دن ہے کیونکہ یہ آپ کے ہاتھ اور تصرف میں ہے۔ جب صبح کا نور روشن ہو تو شام کا انتظار کرنا فضول، اور جب شام ہوجائے تو صبح تک کی آس وتاخیر بے معنی۔ ہر کام کو اس کے وقت پر، اور میسر وقت میں آسانی سے کر گزرو؛ جو گزر گیا، اس پر افسوس کرنے اور ندامت کے آنسو بہانے کی ضرورت نہیں؛ اور کل کا انتظار نہ کرو، کل کل تو ہوگا مگر شاید اس کل کا انتظار کرنے والا نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ ﴾ (لقمان: ٣٤)

''کوئی جی یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی جی یہ نہیں جانتا کہ اسے کس سرزمین پر موت آئے گی۔''

اس میسر اور موجود زندگی کے ایک ایک پل کو برسوں پر پھیلا دو اور بھلائی کے کام اس

ذوق وشوق سے کرو گویا کہ آج کا دن ہی موقع ہے کچھ کرلیا جائے، اور کل حساب دینا ہے۔''

۱۰۔ وقت کو گالی دینا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾ (الانفال: ٥٣)

''اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کو جو اس نے کسی قوم پر انعام کی ہرگز بدلنے والے نہ تھے جب تک وہ لوگ خود اس کو بدل نہ دیتے۔''

وقت کا ساتھ نہ دینے کا شکوہ کرنا، اسے گالی دینا، ملامت کرنا، اور برا بھلا کہنا بھی ضیاعِ وقت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ یہ ایک ایسی غفلت ہے جس کے لیے بہت سے لوگوں کے ضمیر بیدار نہیں ہوتے۔ ان حرکات سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وقت ان کا بہت بڑا دشمن اور ان کی امیدوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن یہ قسمت کا مارا اس بات سے لاعلم ہے کہ زمانے کا - بلحاظ وقت ہونے کے - اس کی قسمت، نفع ونقصان، ترقی یا پسماندگی اور اچھائی یا برائی کے حاصل ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ وقت اسباب کے اختیار یا ترک کرنے کے ساتھ مربوط (بندھا ہوا) ہے۔ وقت کو گالی دینا راہِ حق سے دوری اور محرومی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ ، بِيَدِيَ الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ .)) ❶

''ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے، وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، اور میں ہی زمانہ ہوں، اور میرے ہی ہاتھ میں حکم ہے، اور میں ہی رات ودن میں ردوبدل کرتا ہوں۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ: انسان کا زمانے کو حوادثاتِ خیر وشر کی وجہ سے گالی دینا درحقیقت

❶ البخاري، باب: قوله تعالى ﴿يريدون أن يبدلوا كلام الله ....﴾ ح: ٧٠٥٣ـ مسلم، باب النهي عن سب الدهر، ح: ٦٠٠٠.

اس کے مدبر و متصرف کو گالی دینا ہے؛ کیونکہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی چیز میں کوئی ردو بدل یا کمی وزیادتی، یا خیر وشر نہیں ہو سکتے۔ پس جب زمانہ بھی اللہ ہی کے حکم سے چل رہا ہے تو پھر اس کو برا بھلا کہنا کیا معنی رکھتا ہے، وہ نہ نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا۔ اپنے کرتوتوں اور اعمال پر نظر ثانی کیجیے؛ اور اپنے گناہوں پر توبہ واستغفار کریں۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۱۔ جلد بازی:

جلد بازی خواہ خیر کے کام میں ہو یا کسی دوسرے کام میں، کسی طرح بھی اچھی نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو وحی کے پڑھنے میں جلد بازی کرنے سے منع کردیا؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯﴾ (القیامہ: ۱٦)

''اور اپنی زبان کو جلدی حرکت نہ دیجیے تاکہ آپ اسے حاصل کرنے میں جلدی کریں۔''

یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس وقت دیا جب آپ ﷺ قرآن جیسی بابرکت اور خیر والی کتاب حاصل کرنے کے لیے اسے جلدی جلدی پڑھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سمجھا دیا کہ اس قرآن کو آپ کے دل پر جمع کرنا، اور پھر آپ سے بیان کروانا ہماری ذمہ داری لہٰذا آپ جلدی نہ کریں۔

عام انسانوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ⑪﴾ (الاسراء: ۱۱)

''اور انسان ہے ہی بڑا جلد باز۔''

یعنی اس کی طبیعت میں جلد بازی ہے۔ وہ برائی مانگنے میں بھی ایسے جلدی کرتا ہے، جیسے طلب خیر میں جلد بازی کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلتَّأَنِّيْ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ .)) [1]

[1] مسند الشامیین / حسن؛ شعب الإیمان برقم ٤٣٦٧۔ السنن الصغری، باب التثبت في الحکم، ح: ٤٤٩٨۔ مسند اسحق بن راهویه برقم ٤٩٤.

'' سکون واطمینان اللہ کی طرف سے ہے، اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔''

امور کی انجام دہی اور حصول نتیجہ میں جلدی نہ کریں، بلکہ اپنے عمل کی پختگی اور مہارت کو دیکھیں؛ تاکہ اس کے دیرپا، مثبت اور زیادہ فوائد والے نتائج حاصل ہوں۔ اگر نتیجہ حاصل ہونے میں دیر بھی ہوگی، تو دیرآید درست آید کے مصداق ہوگی؛ اور نتیجہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔

❀ احادیث میں ہے کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے سوائے پانچ چیزوں کے:

۱: کھانا کھلانا جب کھانا تیار ہو جائے۔
۲: مردہ کی تیاری (تکفین وتدفین) میں جلدی کرنا جب وہ اس دنیا سے کوچ کر جائے۔
۳: کنواری کی شادی کرنا جب اس کا ہم پلہ رشتہ مل جائے۔
۴: قرض ادا کرنا جب اس کی ادائیگی واجب ہو جائے۔
۵: گناہ واقع ہونے کے فوراً بعد توبہ کرنا۔

۱۲۔ غیر ضروری ملاقاتیں:

ضیاعِ وقت کے امور میں سے غیر ضروری ملاقاتیں بھی ہیں۔ کبھی انسان نہ تو وقت کے قدردان ہوتے ہیں، اور نہ آداب سے آگاہ۔ ایسے میں ضروری ہے کہ انسان خود بھی صاحب بصیرت ہو، اور مہمان کی منزلت ومرتبت، اس کی ضرورت اور ملاقات کی نوعیت کے لحاظ سے اس کے لیے وقت نکالے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں ہمیں انتہائی دلنشین اور واضح تعلیمات دی ہیں؛ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ .)) [1]

'' جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے۔''

[1] موطأ إمام مالك، باب حق الضیافة ح: ۹٥۲۔ البخاري باب أکرام الضیف و خدمته إیاه ح: ٥٧٨٤۔ باب الحث علی إکرام الجار والضیف ح: ۱۸۳.

چونکہ تمام مہمان برابر اہمیت کے حامل نہیں ہوتے۔ بعض لوگ بہت اہم ہوتے ہیں، اور ان سے ملاقات بھی بہت ضروری ہوتی ہے، اور کئی ایک مسائل پر ان سے طویل نشست بھی درکار ہوتی ہے۔اس لیے اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا کہ مہمان کا آرام کیسے ہونا چاہیے؛ اور اس کے مقام ومرتبہ کا خیال کیسے کیا جائے؟۔فرمایا:

((أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ .)) ❶

''لوگوں سے ان کی منزلت (مقام) کے مطابق پیش آؤ۔''

غیر ضروری ملاقاتوں میں غیر ضروری ٹیلیفونک رابطے بھی شامل ہیں جن کی وجہ سے انسان کی قیمتی کمائی بھی ضائع ہوتی ہے، اور وقت بھی۔ اور انسانی وقار کا خاتمہ بھی اس سے ہوتا ہے، کیونکہ جب کسی سے آپ جتنے زیادہ بے تکلف ہوں گے، اس کے ہاں آپ کی قیمت اتنی ہی کم ہوجائے گی۔اس میں اللہ تعالیٰ کی ہر دو نعمتوں وقت اور مال کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا فون اور موبائل ایک نعمت ہے، اس نعمت کی قدر کی جائے، اسے اپنے لیے وبال جان نہ بنائیں۔

۱۳۔ غیر ضروری مواد کی بہتات:

یعنی وہ غیر ضروری مواد جس کے بار بار اِدھر اُدھر الٹ پلٹ کر رکھنے میں جگہ بھی تنگیٔ داماں کا اظہار کرتی اور وقت بھی بے تحاشا ضائع ہوتا ہے۔خواہ یہ معاملہ دفتری فائلوں کا ہو، گھریلو سامان کا ہو یا دیگر اشیاء خرید وفروخت کا۔ انسان کو چاہیے کہ ایسی تمام اشیاء کی چھان بین کرکے غیر ضروری سے ان سے نجات حاصل کرلے؛ اور اسکے ساتھ ہی وقت پر نظر رکھے کہ یہ وقت ہم سے کس چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔اس وقت میں ذاتی یا عوامی ضروریات کیا اور کس نوعیت کی ہیں۔ کام کی نوعیت سے کون سی چیز میل رکھتی ہے؟ ان ساری باتوں پر نظر رکھنے سے ایک تو ہم کئی پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں اور دوسرا ہمارا قیمتی وقت بچ سکتا ہے۔

❶ ابو داؤد، باب في تنزيل الناس منازلهم ح: ٤٨٤٢.

[۱۴]...... حسن انتخاب (ترجیحات)

کسی اچھے مدبر ومنتظم انسان کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے صحیح استعمال کرنے اور اپنا قیمتی وقت بچانے کے لیے اور اچھے سے اچھا انتخاب کرے۔ اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرة: ١٤٨)

''پس بھلائی کے کاموں میں سبقت حاصل کرو۔''

یہ حکم عام ہے، جو دینی اور دنیاوی ہر کام کو شامل ہے۔ جس میں بھی خیر ہو۔ اعمال اپنے نفع اور شرف کے لحاظ سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ اس کی مثال دنیاوی کاموں میں یوں لیجیے: ایک عطار ہے، اور ایک جوہری۔ دونوں کے کام اچھے ہیں؛ مگر جتنا فائدہ زرگر ایک سودے میں کماتا ہے، اتنا فائدہ عطار شاید کئی دنوں میں نہ کما سکے۔

دوسری مثال اعمال کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

((أَنْ تَغْدُوْ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ .)) ❶

''کہ تم صبح کو جاکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ایک آیت کا علم حاصل کرو یہ تمہارے لیے سو رکعت نفل نماز پڑھنے سے بڑھیا اور بہتر ہے۔''

آئندہ فصل میں کچھ ایسے کاموں کی تفصیل اور ان پر حسب استطاعت واطلاع ثواب کا بیان کیا جائے گا، تاکہ عمل کرنے والا پوری بصیرت، کمال محبت اور شوق کے ساتھ ان کو بجا لائے۔ مگر یہاں پر اجمالاً چند امور بلحاظ وقت بیان کیے جاتے ہیں:

اوقات میں افضل ترین کام سحر کے وقت قرآن کی تلاوت کرنا، نماز تہجد پڑھنا، اور توبہ

❶ سنن ابن ماجه، باب فضل من تعلم القرآن برقم ٢١٩ ۔ حسّنه المحدث.

واستغفار کرنا ہے۔ اذان کے وقت مؤذن کا جواب دینا اور دعا کرنا؛ نماز کے اوقات میں اس کی تیاری اور ہر طرح کی کوشش اور حرص کرنا کہ کیسے کاروبارِ زندگی سے متعلق افکار وخیالات کو ختم کرکے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی جائے۔ محتاج کی ضرورت کے وقت افضل عمل اس کی جانی و مالی ہر طرح کی ممکن مدد کرنا ہے۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں افضل مساجد کو لازم پکڑنا، اعتکاف، خلوت اور قرآن کی تلاوت ہے۔ اور کسی کی بیماری کے وقت افضل عمل اس کی عیادت کرنا ہے، اور مرنے پر اس کی نماز جنازہ میں حاضر ہونا، اور جنازہ کے ساتھ چلنا ہے۔" اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنے اوقات سے صحیح معنوں میں فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے ان ٹوٹے پھوٹے اعمال کو اپنی بارگاہ صمدیت میں شرف قبولیت سے نواز دے، آمین۔

[۱۴]...... حسن تدبیر وحسن سیاست

اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا طے ہوجائے، اور کام کو آپ نے چن بھی لیا ہے۔ ہدف کا تعین ہو چکا۔ اب اسے حاصل کرنے کے لیے دیکھنا ہے کہ زیادہ بہتر نتائج کیسے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اگر کسی تعمیراتی کام سے اس کی مثال لیں تو یہ بات فوراً ذہن میں آئے گی کہ اچھے انجینئر کا انتخاب اور اچھے ٹھیکیدار کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اچھے مزدوروں کا انتخاب ہو جو امانت داری سے کام کریں۔ اور اگر کام دینی نوعیت کا ہے؛ مثلاً کوئی عبادت ہے۔ تو دیکھنا ہوگا کہ کس صورت میں زیادہ اجر وثواب حاصل ہوگا۔ اور کس میں اپنے ذاتی فائدہ کے ساتھ عوام کا بھی بھلا ہے۔ اور کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اجر وثواب کیسے حاصل کیا جائے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کسی کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں، اس کی نماز کے برابر آپ کو بھی ثواب ملے گا۔ اگر کسی کو استغفار کی راہ پر لگا دیا تو اس کے برابر آپ کو بھی اجر ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا

يُنْقِصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئاً.)) ❶

"جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی، اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس بات کے ماننے والوں کے لیے ہے، اور ان میں سے کسی کے اجر میں کچھ بھی کمی واقع نہیں ہوگی۔"

حسن سیاست یہ ہے کہ انسان کسی بھی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مناسب اور اس کام کے اہل لوگوں کی تلاش کرے؛ اور ان سے حکمت وحسن اخلاق سے کام لے۔

حسن تدبیر یہ ہے کہ اس کام کے طریقہ کار قواعد وضوابط؛ شروط ومقتضی، محل وقوع، اہمیت، قدر وقیمت، نتائج، ثمرات؛ عواقب پر پہلے سے غور وفکر کرلے تا کہ اسے کم وقت میں زیادہ اور درست نتائج حاصل ہوں، اور اس کی صلاحتیں بلا وجہ ضائع نہ ہوں۔

❶ مسلم باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة برقم ۶۹۸۰.

فصل سوم:

کرنے کے کام

﴿وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾﴾ (المطففين : ٢٦)

''اور ایسے کاموں میں سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہیے۔''

اس فصل میں ایسے امور بیان کیے جا رہے ہیں، جن کا مقصد اپنے نفس کو فارغ اوقات میں ان اُمور کی تربیت دے کر عادی بنانا ہے۔ جیسے ہم جسمانی صحت اور نفس کے لیے مشق (ایکسر سائز) کرتے ہیں، ایسے ہی روحانی تربیت اور نفس کے لیے بھی مشق کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ان میں سے کئی اعمال کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ تاہم ان کا عادی ہو جانا انسان کے مستقبل کے لیے سودمند ہے۔ یہ امور جو ادا کرنے میں انتہائی سہل ہیں، اور ان پر بڑے اجر وثواب کا وعدہ بھی قرآن وحدیث میں آیا ہے۔ ساتھ ہی ان امور کے نہ کرنے کی صورت میں کن مشکلات اور برائیوں کا سامنا ہوگا حتی الامکان بیان کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے بیان سے مقصد اعمال صالحہ کا احاطہ یا سب اعمال کا بیان نہیں، بلکہ ایسے امور کا بیان ہے جن سے فراغت کے لمحات کو غنیمت بنا سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مبارک ذات ہمارے اوقات میں برکت عطا فرمائے، اور ہمیں ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے اس کی رضامندی کا حصول ممکن ہو۔

إِلَيْكَ وَجَّهْتُ يَا مَوْلَايَ آمَالِي
فَاسْمَعْ دُعَائِي وَارْحَمْ ضُعْفَ أَحْوَالِي
وَلَاتَكِلْنِي إِلَى مَنْ لَيْسَ يَكْلَؤُنِي
وَكُنْ كَفِيْلِي وَأَنْتَ الْكَافِلُ الْكَالِي

''اے اللہ! میں اپنی امیدیں تجھ سے ہی باندھتا ہوں۔ پس میری دعا کو سن

اور میرے کمزور احوال پر رحم کر۔ اور مجھے اس آدمی کے سپرد نہ کرنا جو میری نگرانی کا حق ادا نہ کرے۔ پس تو ہی میرا کارساز ہو جا، بے شک تو بہترین کفیل اور محافظ ہے۔''

اللہ سے تعلق:

کلمہ شہادت کے اقرار کے بعد اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ انتہائی اہم اور ضروری امر ہے۔ اس تعلق کے قیام کے لیے کئی ایک طریقے ہیں۔ مختصراً نیکی اور خداترسی کا ہر کام اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذریعہ ہے۔ لیکن ان میں نماز کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ نماز بندے اور رب، عابد اور معبود، ساجد اور مسجود کے درمیان گہرا رابطہ اور تعلق ہے۔ اگر یہ رابطہ منقطع ہو جائے تو زندگی کی گاڑی کسی بھی وقت مقصدِ حیات کی پٹڑی سے اتر کر کسی بڑے حادثہ کا شکار ہو سکتی ہے۔ اور انسان کسی بھی تباہی کے بڑے گڑھے میں گر سکتا ہے۔ اور اگر یہ رابطہ قائم و دائم ہو، تو دنیا کے ہر موڑ پر کامیابیاں قدم چومتی ہیں:

زمانہ بھر مخالف ہو فلک بھی ہو عدو میرا
بگڑتا نہیں کچھ یا رب! جو حامی ہے تو میرا

دنیا کا بہرور، قیامت کا نور، دنیا میں سعادت، آخرت میں نجات؛ دین کی اساس آخرت کے لیے اثاث؛ دنیا میں گنج گراں مایہ، رزق وراحت کی کنجی، چہرے کی بشاشت اور نور؛ آخرت میں کامیابی کا سرمایہ نماز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ؛ فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوْا، هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا نَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ

يَكُوْنُ سَائِرَ عَمَلِهٖ عَلَى ذٰلِكَ .)) ❶

”روز قیامت انسان سے سب سے پہلا سوال اس کے اعمال میں سے نماز کے متعلق ہوگا، اگر نماز درست ہوگی تو وہ کامیاب ہوگیا اور نجات پالی، اور اگر نماز میں کمی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دیکھو: میرے بندے کی کوئی نفل عبادت ہے؟ اس سے فرض میں رہ جانے والی کمی کو پورا کردیا جائے گا؛ اور پھر یہی معاملہ سارے اعمال کے ساتھ ہوگا۔“

سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا صحت جو بھی حالت ہو، نماز کی ہر حال میں حفاظت کریں۔ جو لوگ نماز ضائع کردیتے ہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم کی ایک خاص وادی ”غـــيّ“ نامی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝۵۹ ﴾ (مریم : ۵۹)

”ان کے بعد ایسے نالائق لوگ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کردیا، اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، ان کو عنقریب جہنم میں ڈالا جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلَّذِيْ تَفُوْتُهٗ صَلَاةُ الْعَصْرِ ، فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ .)) ❷

”جس کی نماز عصر چھوٹ گئی، گویا کہ اس کے اہل اور مال سب کچھ ضائع ہوگیا۔“

یہ تو اس شخص کا حال ہے جس کی ایک عصر کی نماز ضائع ہوگئی، اس آدمی کا کیا حال ہوگا جس نے ساری نمازیں چھوڑ رکھی ہیں؟ وہ خود ہی سوچ لیں۔

❶ الترمذی باب إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة /صحيح، برقم ٤١٣ ـ سنن النسائي باب المحاسبة على الصلاة برقم ٤٦٥.

❷ موطأ امام مالك باب جامع الوقوت، برقم ٢١ ـ ابوداؤد باب في وقت صلاة العصر، برقم ٤١٤ ـ سنن الترمذي باب السهو عن وقت صلاة العصر برقم ١٧٥.

انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ میچ دیکھنے اور کھیلنے میں، فلم بینی اور رات کو گپ شپ میں وقت ضائع کیا جاتا ہے کہ اکثر نمازیں بالکل ہی رہ جاتی ہیں، چہ جائے کہ مسجد میں باجماعت نماز کا اہتمام ہو۔ لہٰذا فارغ اوقات کا ہرگز مطلب یہ نہ لیا جائے کہ نماز کے قیام، حقوق کی ادائیگی، اور دیگر تمام کاموں سے بھی چھٹی مل گئی۔ حالانکہ اللہ کی محبت کا تقاضا اس کی یاد کی کثرت ہے:

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

❀ کوئی شک نہیں کہ ایسے فارغ اوقات میں کھیل کود اور تفریح کے لیے سفر کیے جاتے ہیں؛ یہ تفریح طبع نفس کا حق ہے، جیسا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان میں گزر چکا؛ مگر یہ بھول نہ جایئے کہ وہ کھیل ہرگز نہ کھیلیں جو زندگی کا ہی کھیل ہو؛ جس میں ہر اچھے اور برے کی تمیز ختم ہو جائے، اور اللہ کی ناراضگی مول لی جاتی ہو، اپنا قیمتی وقت اور سرمایہ ان امور میں ضائع ہوتا ہو۔ مثال کے طور پر شطرنج، نرد، ڈرافٹ بورڈ اور دیگر ان ڈور اور آوٹ ڈور گیمز جن میں وقت کا بے جا ضیاع ہوتا ہے؛ مثلاً: رات گئے تک ٹیبل ٹینس، کرکٹ، کبڈی، ہاکی اور دیگر میچ کھیلنا اور ان کے تماشائی بننا۔ ہر ایک کام کو اس کی حدود میں کیا جائے تو بہتر ہے۔

ایسے ہی مختلف الیکٹرونکس اور کمپیوٹر گیمز بھی وقت کی تباہی کا سبب ہیں۔ بعض اوقات ان گیمز کے عادی کو حالات تو اجازت نہیں دیتے، مگر وہ دوستوں کے ساتھ خوش طبعی کے لیے گھریلو امور سے لاپروائی برتتے ہوئے ان کاموں میں وقت ضائع کرتا ہے؛ جس کا نتیجہ گھریلو ناچاقی، خاندانی تباہی، معاشرتی اور سماجی تنزل وادبار کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

کاش کہ اس کے انجام کار پر نظر کی جاتی اور اس سے عبرت حاصل کی ہوتی لیکن وہ دل ونظر کہاں؟

فَلَيْتَكَ تَحْلُوْ وَالْحَيَاةُ مَرِيْرَةٌ
وَلَيْتَكَ تَرْضَى وَالأَنَامُ غِضَابُ
إِذَا صَحَّ مِنْكَ الْوُدُّ فَالْكُلُّ هَيِّنٌ
وَكُلُّ الَّذِيْ فَوْقَ التُّرَابِ تُرَابُ

"اے کاش کہ تم شیریں ہو جاؤ، کیونکہ زندگی بہت ہی کسیلی ہے؛ اے کاش کہ تم راضی ہو جاؤ کیونکہ دنیا والے بڑے ناراض ہے، جب تمہاری محبت درست اور سچی ہو تو ہر چیز آسان ہے؛ اور ہر وہ چیز جو مٹی پر ہے اس کو مٹی ہونا ہے۔"

اللہ عزوجل سے تعلق کے مختلف اسلوب، راہیں اور طریق کار ہیں، جن میں سے چند ایک کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ذکر:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾﴾ (الرعد: ٢٨)

"آگاہ رہو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾﴾ (الاحزاب: ٤١)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو، اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد میں مگن رہنے؛ نماز پڑھنے اور اس کا خوف رکھنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں جواں مرد کے خطاب سے نوازا ہے، فرمایا:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾﴾ (النور: ٣٧)

"وہ ایسے جواں مرد ہیں جن کو دنیا کے مشاغل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتے، اور نہ نماز کے قیام اور زکات کی ادائیگی سے غافل کر سکتے ہیں، اور وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن پلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔"

اور فرمایا:

﴿وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾﴾ (طٰہٰ: ١٣٠)

"اور رات میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو اور دن کے کناروں پر تاکہ تو راضی ہو جائے۔"

اس بحث کو دوسرے مباحث سے پہلے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان جتنے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے کام کرتا ہے وہ سب کے سب اس کی یاد کے مختلف وسیلے ہوتے ہیں۔ ذکر سے مراد اللّٰہ ھُوْ کی ضربیں لگانا نہیں ہے، کیونکہ یہ بہت بعد کے لوگوں کا ایجاد کردہ طریقہ ہے، جس کی دین میں کوئی اصل نسل نہیں۔ معرکۂ مادیت اور روحانیت کی کشمکش میں شیطان کے خلاف مومن کے انتہائی کارگر ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ذکر جتنا زیادہ ہوگا، اللہ سے تعلق اتنا ہی مضبوط ہوگا، اور اسی قدر انعامات واکرامات ملیں گے؛ جن میں:

پہلا اور بڑا اکرام گناہوں کی مغفرت کا اعلان ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾﴾ (الاحزاب: ٣٥)

"اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے

لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

دوسرا انعام: زندگی میں برکت اور اس کو کار آمد بنایا جانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ مَثَلُ الْحَيِّ وَ الْمَيِّتِ.)) ❶

”بے شک ان لوگوں کی مثال جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جو اللہ کا ذکر نہیں کرتے، زندہ اور مردہ کی ہے۔“

بندے کا اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنا ہی حصہ ہے جس قدر اس کا حصہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتا ہے، اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔“ ❷

اپنے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔“ ❸

اس ذکر کا اثر انسان کی ظاہری زندگی پر بھی ہونا چاہیے۔ قول اور عمل میں مطابقت سے ہی کامیابی ملتی ہے۔ بقول مولانا الطاف حسین حالیؔ:

یاد اس کی یہاں وردِ مدام اپنا ہے
خالی نہ ہو جو کبھی وہ جام اپنا ہے
کس طرح نہ لیجیے کہ ہے نام اس کا
کس طرح نہ کیجیے کہ کام اپنا ہے

❶ البخاری باب فضل ذکر اللہ عزوجل برقم ٦٤٠٧۔ مسلم باب استحباب صلاۃ النافلة في بيته برقم ١٨٥٩.

❷ صحيح/ المستدرك على الصحيحين كتاب الدعاء و التكبير والتهليل والتسبيح برقم ١٨٢٤. الجامع لشعب الإيمان فصل في إدامة ذكر الله برقم ٥٠٩.

❸ صحيح، ابن ماجه۔ المستدرك على الصحيحين كتاب الدعاء و التكبير والتهليل والتسبيح برقم ١٨٢٢۔ الترمذي فضل الذكر، برقم ٣٣٧٥.

ذکر کے لیے ضروری ہے کہ اس کے الفاظ اور طریقہ کار مسنون ہو تب اجر ملے گا ورنہ نہیں۔

تیسرا انعام: اللہ کا اپنے بندے کو یاد رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ (البقرہ: ١٥٢)

”تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، میرا شکر ادا کرو، اور ناشکروں میں سے نہ ہو جاؤ۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کچھ لوگ کسی جگہ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو آسمان سے فرشتہ اعلان کرتا ہے: ”اس طرح اٹھو کہ جیسے تمہاری مغفرت کردی گئی ہو؛ اور یقیناً تمہارے گناہ نیکیوں سے بدل دیے گئے ہیں۔“ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وصیت کو سمجھے، اور اس کے اعلیٰ اور قیمتی معانی میں فقاہت حاصل کی۔ حتی کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ”ایک آدمی اگر سو غلام آزاد کرتا ہے، (تو اس کا کتنا بڑا اجر ہے)؟ فرمایا: ”سو غلام کسی آدمی کے مال میں بہت بڑی چیز ہے۔ لیکن اس سے افضل یہ ہے کہ انسان دن رات ایمان کو لازم پکڑے رہے، اور تم میں سے کسی ایک کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔“ (احمد/ الزھد)

کسی بزرگ نے فرمایا: ”جن لوگوں کی زبانیں ذکرِ الٰہی سے تر رہتی ہیں، جب ان میں سے کوئی جنت میں جائے گا تو ہنس رہا ہوگا۔“ بقول خواجہ صاحب کہ وہ فرماتے ہیں:

میری زیست کا کیا حال پوچھتے ہو
نہ پیری نہ طفلی نہ اس میں جوانی
جو چند ساعتیں یادِ دلبر میں گزریں
وہی ہے وہی میری کل زندگانی

❶ احمد برقم ١٢٤٥٣/ صحيح۔ الأحاديث المختارة للضياء المقدسي برقم ٢٦٧٨۔ الجامع لشعب الإيمان برقم ٦٩٤، وزاد: ”قد بدّلت سيئاتكم حسنات۔“

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ننانوے (یعنی ایک کم سو) نام ایسے ہیں جس نے ان کو یاد کر لیا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' ❶

مطلب یہ ہے کہ ان پر ایمان رکھنا، ان کو یاد کرنا، اور ان کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کرنا، اور کائنات میں بکھرے ہوئے ان کے مظاہر اور جلووں پر غور وفکر کرنا ایمان بڑھنے کا سبب بنتا ہے۔ ایسے ہی موقع کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ سے ان اسماء کے وسیلہ سے سوال کرنا، مثال کے طور پر: رزق طلب کرتے وقت یوں کہے: ''اے اللہ تعالیٰ آپ رزاق ہیں، اور رزاق آپ کا نام ہے، لہٰذا اپنے اس اسم کے وسیلہ سے میری روزی میں برکت عطا فرما۔''

ہر ایک کو موت کا اک دن پیام آئے گا
خدا کا نام لیتے جاؤ کام آئے گا

نماز کا قیام:

اسلام میں نماز کی بہت بڑی عظمت ہے، گویا نماز رفیع الشان ذکر اور اعلیٰ منزلت کی حامل ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان میں شہادتین کے اقرار کے بعد، دوسرا اہم ترین رکن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: ... وَإِقَامَ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ.)) ❷

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ...... اور نماز کو درستی سے ادا کرنا، زکوۃ دینا......''

❀ نماز دین کا ستون، ام العبادات، اور سب سے افضل اطاعت ہے۔ اس لیے کتاب وسنت میں نماز کو درست طور پر ادا کرنے، اس کی حفاظت، اور اس کو با قاعدہ اور بروقت

❶ البخاری باب إن لله مائة اسم إلا واحدة ، برقم ٧٣٩٢۔ مسلم باب أسماء الله تعالیٰ و فضل من أحصاها برقم ٢٦٧٧.

❷ البخاری باب الإيمان وقول النبی ﷺ بني الإسلام على خمس برقم ٨۔ مسلم في كتاب الإيمان باب أركان الإسلام ودعائمه العظام رقم ١٦.

ادا کرتے رہنے کے لیے بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرہ: ٢٣٨)

''اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، اور خاص کر عصر کی نماز کی۔''

واجب ہے کہ انسان فرض نماز باجماعت مسجد میں ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝﴾ (البقرہ: ٤٣)

''نماز قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو، اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔''

اہمیت نماز:

نبی ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی:

((اَلصَّلَاةُ، اَلصَّلَاةُ، وَاتَّقُوا اللهَ فِيْمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.)) ❶

''نماز کا، نماز کا، اور اپنے غلاموں کے حقوق کا خیال رکھنا۔''

بے نماز ان سب سے برا ہے؛ کہ عقل اور شعور کی نعمت ہوکر، قرآن و حدیث سن کر بھی اس کا دل اللہ کی یاد کے لیے نرم نہیں پڑتا، جبکہ کائنات کی ہر چیز، بغیر کسی وعظ ونصیحت کے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ﴾ (الحج: ١٨)

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز ہیں سب آسمانوں اور زمینوں والے، اور سورج وچاند، اور ستارے، پہاڑ و درخت، جانور، اور بہت سے انسان، اور بہتیرے انسان ایسے ہیں جن کے لیے عذاب ثابت ہو چکا ہے۔''

❶ ابو داؤد باب في حق المملوك برقم ٥١٥٨۔ ابن حبان ، باب مرض النبی ﷺ برقم ٦٦٠٥.

آنسو ہوں کہکشاں ہوں ستارے ہوں پھول ہوں
کوئی بھی تیری یاد سے غافل نہیں ملا

تارک نماز روز قیامت کس ذلت، رسوائی اور خوف سے دوچار ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝﴾ (القلم: ٤٢، ٤٣)

”جس دن پنڈلی کھولی جائے گی، اور وہ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے، وہ اس کی طاقت نہ رکھیں گے۔ نگاہیں نیچی ہوں گی، اور ان پر ذلت اور خواری چھارہی ہوگی، یہ سجدہ کے لیے اس وقت بلائے جاتے تھے، جب وہ صحیح سالم تھے۔“

اس وقت کتنی ہی حسرت اور ندامت ہوگی جب ترک نماز کی حالت میں موت آئے گی؟ اس سے پہلے اپنے رب کے ہاں توبہ کرلو کہ جب تم یہ کہو: ”اے میرے رب مجھے اس دنیا میں لوٹا دے، تاکہ میں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جاکر نیک اعمال کرسکوں؛ جواب ملے گا: ہرگز نہیں۔“ (مؤمنون: ۹۹تا۱۰۰)

❀ اس سے پہلے کہ جب یہ کہو:

﴿يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝﴾ (الفجر: ٢٤)

”ہائے افسوس! میں نے آخرت کی زندگی کے لیے کوئی عمل بھیجا ہوتا“

افسوس کے ان لمحات سے قبل بھرپور تیاری کیجیے، وقت امتحان بہت قریب ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نماز سے انسان کو کیا ملتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے:

اب کھلا راز درِ دوست پر سجدہ کرکے
آسمانوں کی بلندی تو کوئی دور نہیں

نوافل سے اللہ تعالیٰ کا تقرب:

نوافل انسان کو محبت کے بعد محبوب کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”جو میرے ولی سے دشمنی رکھے، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ فرض کردہ اعمال سے بڑھ کر کسی چیز سے میری قربت حاصل نہیں کرسکتا، اور میرا بندہ نوافل ادا کرکے میری قربت حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور جب میں محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ چھوتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں ضرور اس کو دیتا ہوں، اور اگر میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے اپنی پناہ دیتا ہوں“

اس حدیث میں کامیاب لوگوں کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا، فرائض ادا کرنے والا، اور اس کی حدود پر رک جانے والا۔

۲: اللہ تعالیٰ کا محبوب، فرائض کے بعد نوافل سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے والا۔

جن نوافل سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے بہت اقسام کے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو فرائض سے زیادہ ہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج، عمرہ وغیرہ۔ (نفل نماز عام حالات میں بہتر ہے، افضل علم حاصل کرنا ہے)۔

نوافل میں تہجد کو ایک خاص مقام اور فضیلت حاصل ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر اس کی شان کے لائق نازل ہونے، اجابت دعا اور توبہ کی قبولیت کا ہے۔ اس وقت انسان کو قربت کا وہ اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے کہ بقول شاعر:

واقف ہو اگر لذت بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار

اللہ اللہ! ہم جن کے وارث ہونے کے دعویدار ہیں، ان کی حالت کیا تھی؟ کسی بزرگ

کے متعلق منقول ہے کہ آخری وقت میں لوگ ان سے ملنے کے لیے گئے تو ان کو نماز کی حالت میں پایا۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ آپ اس قدر تکلیف کی حالت میں بھی اتنی پر مشقت عبادت کرتے ہیں آخر کیوں؟ تو فرمانے لگے: اب نامہ اعمال بند ہونے کا وقت آ گیا ہے، اس لیے آخری عمل نماز کو بنا رہے ہیں۔ اگر انسان کو یہ یقین کامل ہو جائے کہ مرنے کے بعد تمام اعمال منقطع ہو جائیں گے، تو انسان کبھی بھی عمل سے منہ نہ موڑے۔ کیونکہ آخرت کی زندگی تو بنتی ہی عمل سے ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

روزہ رکھنا:

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ الصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَ الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾ ﴾ (الاحزاب: ٣٥)

"روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں، اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ نے روزہ دار کے جنت میں داخل ہونے کے لیے خاص دروازہ بنا رکھا ہے جس سے روزہ دار کے علاوہ کوئی بھی داخل نہ ہوگا۔ سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ ، وَيُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ ؟ فَيَقُوْمُوْنَ ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ

يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ .))❶

"بے شک جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ہے ریان، اس دروازے سے روزِ قیامت صرف روزہ دار داخل ہوں گے، اور ان کے ساتھ کوئی اور داخل نہ ہوگا، آواز لگائی جائے گی، روزہ دار کہاں ہیں؟ پس روزہ دار اس دروازہ سے داخل ہوں گے۔ جب آخری روزہ دار داخل ہوگا تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، اس کے بعد کوئی داخل نہ ہوگا۔"

اور فرمایا:

"روزہ جہنم کی آگ سے ایسی ڈھال ہے جس طرح تم میں سے کسی ایک کی ڈھال میدان قتال میں ہوتی ہے۔"❷

روزہ رکھنے پر انعام:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ زَحْزَحَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا .))❸

"کوئی انسان جب اللہ کے لیے ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ ﷻ اس سے جہنم کی آگ کو ستر برس کے فاصلے پر دور کر دیتے ہیں۔"

روزہ رکھنے سے شہوت کم ہوتی ہے، اور اصلاحِ نفس کا موقع ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ

---

❶ البخاري باب الريان للصائمين برقم ١٧٩٧ ـ ومسلم باب فضل الصيام برقم ١١٥٢
❷ سنن النسائي باب ذكر الاختلاف على محمد بن أبي يعقوب في حديث أبي أمامة في فضل الصوم برقم ٢٢٣١ ـ صحيح ابن خزيمة باب ذكر الدليل على أن الأمر بصوم الثلاث برقم ٢١٢٥ ـ احمد برقم ١٧٩٠٩.
❸ سنن النسائي باب ثواب من صام يوماً في سبيل الله عزوجل برقم ٢٢٤٤ ـ ابن ماجة باب في صيام يوم في سبيل الله برقم ١٧١٨.

أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرَجِ .))❶

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ شادی کرے، کیونکہ یہ نظر کو جھکا دیتی ہے، اور شرم گاہ کے لیے بہتر حفاظت گاہ ہے۔"

اپنے نفس کو نفلی روزے کا عادی بنائیں۔ ان میں پیر اور جمعرات کا روزہ، ہر عربی مہینے کی تیرہ، چودہ، اور پندرہ تاریخ کا روزہ؛ عرفہ والے دن کا روزہ، عرفہ کے روزے کی وجہ سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یوم عاشورا، یعنی دس محرم کا روزہ۔ اس کی وجہ سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور شوال کے چھ روزے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ ، مَاضِيَةً وَّمُسْتَقْبِلَةً ، وَصَوْمُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءِ يُكَفِّرُ سَنَةً مَاضِيَةً .)) ❷

"عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، ایک گذشتہ سال اور ایک آئندہ سال، اور عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ ایک سال ماضی کے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

وقت کو غنیمت جانئے، ایک دن کا روزہ گناہوں کی معافی اور عذابِ جہنم سے نجات کا سبب بن سکتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے کہ ہماری ملاقات مسجد کے کواڑ کے پاس ایک آدمی سے ہوئی۔ اس نے سوال کیا، یا رسول اللہ! قیامت کب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" فرماتے ہیں: گویا کہ اس آدمی نے اس چیز کو سخت سمجھا۔ پھر اس نے کہا: "اے اللہ کے رسول:

❶ البخاری باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة برقم ١٨٠٦۔ مسلم باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه برقم ٣٤٦٦.

❷ مسلم باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر برقم ٢٨٠٣ بألفاظ مختلفة ۔ وهذه ألفاظ من مسند أحمد برقم ٢٢٥٨٨ ۔ مصنف عبد الرزاق باب صيام يوم عرفة برقم ٧٨٢٨

میں نے اس کے لیے نہ تو بہت زیادہ نمازیں تیار کی ہیں، نہ روزے، اور نہ صدقات۔ لیکن اتنا ہے کہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: "تم اسی کے ساتھ ہو جس سے تم محبت کرتے ہو۔"❶

منزل ملی ، مراد ملی ، مدعا ملا
سب کچھ ملا مجھے جو تیرا نقش پا ملا

اللہ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی توحید کو مضبوطی سے تھاما جائے؛ توحید میں کسی قسم کا خلل نہ آنے پائے۔ اور اس کے ہر حکم میں اس کی اطاعت کی جائے، اس کی حرام کردہ اشیاء سے بچا جائے۔ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے وہ ناراض ہوتا ہو، اور ایسے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے جن سے وہ خوش ہوتا ہو۔ اور اس کی رضا کو ہر ایک کی محبت اور رضا پر ترجیح دی جائے۔ آپ کی اتباع ہی جنت کی ضمانت ہے؛ بقول شاعر:

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

محبت رسول اللہ ﷺ کا تقاضا ہے کہ آپ کے قول و فعل و سنت سے محبت اور آپ کی اطاعت کی جائے، اور آپ کی اطاعت و محبت کو ہر ایک کی اطاعت اور محبت پر مقدم کیا جائے، یہی کامیابی اور جنت کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران: ۳۱)

"آپ فرمادیجیے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت و تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

❶ صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب: علامة حب الله عز و جل، ح: ٥٨٢٥۔ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب: المرء مع من أحب، حديث: ٤٨٨١؛ صحيح الجامع: ٦٦٨٩.

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ .)) ❶

"اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اسے اپنی اولاد، اپنے والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔"

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

(الحشر: ۷)

"جو کچھ تمہیں اللہ کے رسول دے دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔"

اور فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

"بے شک تمہارے نبی کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ حیات ہے۔"

حسن کردار و عمل، تدبر و تصرف، اخلاق و تعامل، حسن سیاست و قیادت، حسن امامت و شجاعت ہر لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کامل بلکہ اکمل ہے۔ آپ ﷺ کی بات، کام کاج، اور طرز زندگی کو آنے والوں کے لیے ایک ماڈل اتھارٹی کی حیثیت حاصل ہے، جو کہ کامیابی کی ضمانت ہے۔ اور جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ اللہ کے حکم سے امت کو بہتری کی تعلیم دینے کی غرض سے کیا ہے، اس میں آپ کی ذاتی رائے کا دخل نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے نبی! آپ کہہ دیجیے:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ

❶ متفق علیہ۔ بخاری کتاب الإیمان، باب حب رسول اللہ ﷺ من الإیمان، ح: ۱۵۔ مسلم کتاب الإیمان، باب: وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ، ح: ۷۸۔

بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

(الانعام: ۱۵۳)

"اور یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، تمہیں اس چیز کی وصیت (یعنی تاکیدی حکم) کی جاتی ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔"

اس سے یہ مقصود نہیں کہ فراغت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت کی جائے، اور فراغت ختم تو یہ محبت اور اطاعت بھی ختم۔ نہیں ہرگز نہیں؛ بلکہ ان اوقات میں محبت کے طریقے، آداب اور فضائل سیکھے جائیں، ان کاموں کا خود کو پکا عادی بنایا جائے؛ اور آنے والے مرحلہ عمل میں اس کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کیا جائے؛ تاکہ جان چلی جائے مگر یہ محبت ہاتھ سے نہ جائے، اور یہی کامیابی کا اصل راز ہے، اس محبت میں عالم یہ ہو کہ:

حاصل عمر نثار سر یارے کردم شادم
از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم شادم

اور بقول اردو شاعر کے:

جان ہی دے دی آج ہم نے پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ .)) ❶

"جو کوئی میری سنت سے اعراض برتے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

اس محبت کی ظاہری نشانی بھی خود آپ ﷺ نے بیان کی، فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ .))

❶ بخاری باب الترغیب فی النکاح برقم ٤٧٧٦، مسلم باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إليه برقم ٣٤٦٩.

''اللہ کی قسم! کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہوجائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔'' (صحیح بخاری)

بقول شاعر:

محبت جو ان کی عطا ہوگئی ہے
یہ دنیا بھی جنت نما ہوگئی ہے

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .)) ❶

'' تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔سو تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت لازم ہے، اس کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ و۔اور اپنے آپ کو نئے کام ایجاد کرنے سے بچاؤ، بیشک ہرنئی ایجاد بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اس حدیث میں منہج کی صاف وشفاف وضاحت ہے کہ کسی کیلئے اختلافِ علماء کو حجت بناکر ترکِ سنت یا ایجادِ بدعت کی اجازت ہرگز نہیں؛ بلکہ سب پر اتباعِ سنت واجب ہے۔

آپ ﷺ کی قولی اور فعلی سنتیں اپنانے اور آپ کے بتائے ہوئے طریق کار پر چلنے میں وہ لطف ہے جس کی کیفیت کا احساس ہونے کے لیے بھی ایمانی ذوق کا ہونا ضروری ہے؛ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

❶ [illegible] شرح مشكل الآثار للطحاوي برقم ۲۲۳ [illegible] صحيح

تیرا پسینہ ہے عطر آگیں تیرا تکلم ہے نشاط افزا
تیرے شگوفوں پہ ہورہی ہے نثار مشکِ ختن کی خوشبو
ہزار کلیاں چٹک چٹک کر بصد مسرت یہ کہہ رہی ہیں
کہاں یہ نفحاتِ عود وعنبر کہاں وہ تیرے چمن کی خوشبو

یہ بہترین موقع ہے کہ ہم غور کریں کہ ہماری خواہشات کس حد تک تعلیماتِ نبوی ﷺ کے تحت ہیں؟ کہیں بیکاری اور بے روزگاری کے غم ،فراغت کی خوشی اور کام کی ذمہ داری نبھانے میں ہم سے حدودِ شریعت کی پامالی تو نہیں ہورہی؟

صلہ رحمی:

انسان پر واجب بڑے اور اہم ترین حقوق خونی رشتہ داروں کے ہیں۔جن کا ادا نہ کرنا قطع رحمی ہے۔یہ ایسا جرم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد پھیلانے سے تعبیر کیا ہے؛ فرمایا:

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ ﴾ (محمد: ۲۲)

'' تم سے بعید نہیں کہ اگر تمہیں استقرار مل جائے تو تم زمین میں فساد بپا کرو، اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے ،اور ان کو سماعت سے محروم کردیا اور ان کی آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔''

والدین اور اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک ؛ بڑوں کا ادب ؛ اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت؛ مریض کی عیادت؛ پریشان حال سے تعزیت؛ اور قطع رحمی والے کے ساتھ رابطہ بڑھانا اسلام کی سنہری تعلیمات میں سے ہیں۔اس سلوک کے سب سے پہلے مستحق ہمارے والدین ہیں۔حقوق اللہ کے بعد سب سے بڑا حق ان کا ہے،فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا

يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ﴾

(الاسراء: ۲۳، ۲۴)

"اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، اور والدین کے ساتھ احسان کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے کوئی ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، اور نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ ادب اور احترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا، اور دعا کرتے رہنا کہ اے ہمارے رب: ان پر ایسے رحم کر جیسا انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔"

رسول ﷺ سے پوچھا گیا کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ .)) ❶

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی۔"

والدین کی خدمت دنیا میں برکت اور رحمت کے حصول کا سبب ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ عُمْرَ الرَّجُلِ بِبِرِّهٖ وَالِدَيْهِ .)) (مشکوٰۃ)

"بے شک اللہ تعالیٰ انسان کی عمر اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے بڑھاتے ہیں۔"

❀ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ اچھے سلوک کے بدلہ میں اچھا سلوک کیا جائے، اور برا سلوک کرنے پر دوری اختیار کی جائے، بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ جو آپ سے قطع تعلق کرے

❶ البخاری باب الیمین الغموس برقم ۶۲۹۸ ۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم باب الإيمان والنذور برقم ۷۸۰۸ ۔ جامع الترمذي باب عقوق الوالدين برقم ۱۹۰۱ ۔

آپ اس سے رابطہ کو استوار کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِي ، وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا .)) ❶

"صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلہ کے طور پر برابر کا سلوک کرے، صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جب اس سے قطع تعلقی کی جائے تو وہ تعلق کو جوڑے اور صلہ رحمی کرے۔"

شاعر کہتا ہے:

أَوَ مَا عَلِمْتَ أَخَا الْعَلَا نُوْرَ الْكَلِمِ

رِضْوَانُ رَبِّ النَّاسِ فِيْ صِلَةِ الرَّحِمِ

"اے بلندی کے طلبگار! کیا تجھے کلمات کی روشنی معلوم نہیں ہے کہ لوگوں کے رب کی رضامندی صلہ رحمی میں ہے۔"

گلے ملتے ہی جتنے گلے تھے سب بھول گئے

وگرنہ ہمیں یاد تھیں شکایتیں کیا کیا

صلہ رحمی پر انعام:

جس طرح قطع رحمی گناہ اور ناپسندیدہ کاموں میں سے ہے، ایسے ہی اللہ ﷻ نے اس کے مقابلہ میں صلہ رحمی پر بڑے انعام رکھے ہیں۔ ان میں:

پہلا انعام: ...... انسان کی عمر میں برکت اور خیر کی توفیق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ أَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ .)) ❷

❶ البخاری باب ليس الواصل بالمكافيء برقم ۵۹۹۱ ۔

❷ رواه البخاري باب من أحب البسط في الرزق برقم ۲۰۶۷ ۔ مسلم باب صلة الرحم و تحريم قطعيتها برقم ۶۶۸۸ ۔

"جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت دی جائے اور اس کی عمر میں برکت ڈالی جائے پس اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔" (متفق علیہ)

علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

"اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تھوڑے سے وقت میں وہ کام کر گزرتا ہے جو دوسرے اس سے کئی گنا زیادہ وقت میں نہیں کر سکتے۔"

دوسرا انعام:......جنت کی گارنٹی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوْا السَّلَامَ ، وَأَطْعِمُوْا الطَّعَامَ ، وَصِلُوْا الْأَرْحَامَ ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ .)) [1]

"اے لوگو! سلام کو عام کرو، اور کھانا کھلاؤ، اور صلہ رحمی کرو، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت نماز پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

تیسرا انعام:......لوگوں میں مقبولیت، قدر میں اضافہ، اور اللہ جل جلالہ سے تعلق کا قیام ہے۔ حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ ، وَ تَقُوْلُ : مَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ .)) [2]

"رحم اللہ تعالیٰ کے عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور وہ کہتا ہے: "جو مجھے توڑے، اللہ اسے توڑ دے، اور جو مجھے جوڑے اللہ اسے جوڑ دے۔"

چوتھا انعام:......صلہ رحمی سے صفا قلب ممکن ہے: کیونکہ اس میں اپنی محبت، اپنا بغض، بخشش اور روکنا، بات چیت اور خاموشی سب کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بنانا ہے۔ جو

[1] المستدرك على الصحيحين للحاكم كتاب الهجرة برقم ٤٢٨٣ ـ ابن ماجة باب إطعام الطعام برقم ٣٢٥١ ـ سنن الترمذي بدون ذكر الباب برقم ٢٤٨٥ / صحيح.

[2] مسلم باب صلة الرحم و تحريم قطعيتها برقم ٦٦٨٣.

کمال ایمان کی نشانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَعْطَى لِلّٰهِ ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ ، وَأَحَبَّ فِي اللّٰهِ ، وَأَبْغَضَ فِي اللّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ .)) [1]

"جو اللہ کے لیے کسی کو کچھ دے، اور اللہ کے لیے ہی روک لے، اور جو اللہ کے لیے ہی محبت کرے، اور اللہ کے لیے ہی بغض رکھے، تحقیق اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔"

کدورت کب جگہ پاتی ہے دل میں صاف طینت کے
نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ﴾ (النسآء: ٣٦)

"اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور قریبی رشتہ داروں، اور یتیموں کے ساتھ، اور قرابت کے ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ، اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ .)) [2]

"جبریل علیہ السلام مجھے مسلسل پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتی کہ میں نے گمان کیا کہ اسے وارث بنا دیا جائے گا۔"

[1] صحيح الجامع: ٥٩٦٥ ـ المستدرك على الصحيحين، كتاب النكاح، ح: ٢٦٢٤ ـ سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب: الدليل على زيادة الإيمان و نقصانه، ح: ٤٠٨٢ ـ سنن الترمذي، كتاب الذبائح، أبواب صفة القيامة والرقائق و الورع عن رسول الله ﷺ، ح: ٢٥٠٥.

[2] متفق عليه البخاري باب الوصية بالجار برقم ٥٦٦٨ ـ مسلم في البر والصلة والآداب باب الوصية بالجار والإحسان إليه رقم ٢٦٢٤.

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کی دلیل اور ان کی محبت کے حصول کا ذریعہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کو قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ سَرَّہٗ أَنْ یُحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ فَلْیُصَدِّقْ حَدِیْثَہٗ إِذَا حَدَّثَ ، وَلْیُؤَدِّ أَمَانَتَہٗ إِذَا أُئْتُمِنَ ، وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ .)) ❶

''جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کریں، پس چاہیے کہ وہ جب بولے تو سچی بات کرے، اور جب اسے امانت سپرد کی جائے تو امانت کو ادا کرے، اور جب کسی کا پڑوس اختیار کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک ایمان کامل کی علامت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ .)) ❷

''جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صِلَۃُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ یَعْمُرْنَ الدِّیَارَ ، وَیَزِدْنَ فِي الْأَعْمَارِ .)) ❸

''صلہ رحمی، حسن خلق، اور اچھا پڑوس بستیوں کو آباد کرتے اور عمر کو بڑھاتے ہیں۔''

ابن شبرمہ نے اپنے کسی دوست کی بہت بڑی ضرورت پوری کی، وہ بدلہ کے طور پر کچھ

❶ الجامع لشعب الإیمان برقم ۱۵۳۳ .

❷ متفق علیہ۔ البخاری باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ برقم ۵۶۷۳۔ مسلم فی الإیمان باب الحث علی إکرام الجار والضیف وفی اللقط باب الضیافۃ و نحوھا برقم ۴۸ .

❸ الجامع لشعب الإیمان برقم ۷۹۶۹۔۶/ ۲۲۶۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر برقم ۵۰۰۱ .

ہدیہ لے کر حاضر ہوا، پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا: آپ نے جو میرے ساتھ بھلائی کی ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔ فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے، اپنا مال لے لو۔ جب اپنے بھائی سے کسی ضرورت کا سوال کرو۔ اور وہ اس کے لیے اپنے نفس کو تکلیف دینا گوارا نہ کرے؛ تو نماز کے لیے وضو کرو، اور اس پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھو، اور اسے مردوں میں شمار کرو (کیونکہ اس کی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں)۔'' ❶

یہ سنہری موقع ہے کہ فراغت کے ان اوقات میں صلہ رحمی اور پڑوسی کا حق ادا کیجیے: خواہ وہ اقربا کی زیارت کر کے ممکن ہو یا بذریعہ فون اور خط ان کے حال و احوال دریافت کر کے۔ بذات خود زیارت کے لیے جانا زیادہ بہتر ہے۔ اطاعت الٰہی کے کاموں میں ہر قدم چلنے پر نیکی ملتی ہے۔ براہ راست ملنے سے دلوں سے کدورتیں دور ہوتی ہیں، اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ تعلقات مضبوط اور مستحکم ہوتے ہیں۔ شاید کہ فراغت کے یہ لمحے پھر نہ مل سکیں۔

مقدس سفر:

سیلاب رنگ و نور طلوع سحر میں ہے
تابندہ کہکشاں تیری گردِ سفر میں ہے

یہ بھی خالقِ کائنات کی قدرت کا حسین منظر ہے کہ اس نے انسانی ضروریات کو روئے زمین پر پھیلا دیا ہے۔ ایسا بھی ممکن تھا کہ یہ تمام ضروریات ایک جگہ جمع کر دی جاتیں، مگر ایسا نہ ہوا، اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ سفر میں نکلنے والا لوگوں اور علاقوں کے اجتماعی، علاقائی، ثقافتی، ماحولیاتی اختلاف کو دیکھ کر ان میں غور و فکر کرے، تا کہ مومن کا ایمان اللہ تعالیٰ پر مضبوط ہو، اور کافر کے سامنے راہ ہدایت واضح ہو، جس کے بعد ایمان لانے والا بصیرت کے ساتھ ایمان لائے، اور کفر پر قائم رہنے والے پر حجت پوری ہو جائے۔

مقدس سفر سے مراد ایسے سفر ہیں جن سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول، خدمتِ دین اور خلق خدا کا فائدہ ہو۔ یہ سفر بہت قسم کے ہو سکتے جن پر چلنے والے کا ہر قدم پر رحمت الٰہی

❶ احیاء العلوم الدین ۲/ ۱۹۵

استقبال کرتی ہے۔ان میں سے چند سفر یہ ہیں:

رزق حلال کے لیے سفر :.....اگر سفر کا مقصد رزقِ حلال کا حصول ہے تو عین عبادت ہے۔ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (المزمل: ٢٠)

''اور دوسرے لوگ جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں، اللہ کا رزق اور اس کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ⑮﴾ (الملك: ١٥)

''وہ اللہ جس نے زمین کو تمہارے لیے پست کردیا، تاکہ تم اس کی راہوں پر چلو، اور اس کے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

ہمارے رسول اللہ ﷺ نے خود شام کی طرف تجارتی سفر کیے۔آپ نے تجارت میں شراکت بھی کی۔آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام کے تجارت کے لیے سفر کسی بیان کے محتاج نہیں۔

قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر :.....علماء امت نے عقیدہ کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بڑے اہم اور حیرت انگیز نکات اٹھائے ہیں۔چنانچہ اس بات پر بحث کی ہے کہ: انسان پر سب سے پہلے کون سی چیز واجب ہوتی ہے؛ کیا وہ پہلے اسلام قبول کرے؟ یا پہلے کائنات میں غور وفکر کرے تاکہ وہ توحید کو علم اور بصیرت کی بنیاد پر قبول کرے۔پھر اس مسئلہ کی بنیاد پر ان میں یہ بحث بھی مشہور ہے کہ ایک انسان کو اگر اتنی مہلت نہیں ملی کہ وہ کائنات میں قدرت کی نشانیوں پر غور کرکے ایمان لاسکتا، اس کا آخرت میں کیا بنے گا؟ اس مسئلہ سے نکلنے والے باقی مسائل اپنی جگہ پر۔لیکن ایک چیز کا پتہ چل گیا کہ چند منٹ اگر اللہ

کی قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کے مل جائیں، تو ان کی کیا قیمت ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان پر سب سے پہلا واجب کلمۂ توحید کا اقرار اور اللہ پر ایمان لانا ہے۔اور اس کے بعد کائنات میں غور وفکر کرے تاکہ اس کا ایمان مضبوط اور دل مطمئن ہو۔یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر سختی سے رد کیا ہے کہ ان کے کان، آنکھیں اور دل ان کو کچھ بھی کام نہ آئے، کیونکہ انہوں نے ان سے قدرتِ الٰہی کی عظمتوں کا پتہ لگانے کا کام کبھی نہیں لیا۔فرمایا:

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ﴾ (الاعراف: ١٧٩)

''ان کے دل ایسے ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، اور آنکھیں ایسی ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور کان ایسے ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی نشانیوں پر چند منٹ کے لیے غور وفکر کرنا نہایت کارآمد اور نفع بخش ہوسکتا ہے۔مصروف ترین ایام کی گردش اور ان کے پرتکان اعمال میں انسان کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ زمین وآسمان کی پیدائش، اس کے نظام، خود انسان کی پیدائش اس کے آغاز، اور ہر زندہ چیز کے انجام پر غور وفکر کرے۔انسان کے لیے عبرت کا ایک موقف اور موقع ضرور ہونا چاہیے۔یہ اتنی بڑی کائنات اور اس میں موجود مخلوقات اور پھر کائنات کی ہر ایک چیز خالقِ حقیقی وجود اور اس کی توحید کی گواہ ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ان چیزوں کو دیکھنے والے کے دل میں خالق کی عظمت وکبریائی اور قدرت وحکمت کا شعور بیدار ہوتا ہے۔جس کے سامنے انسان سرِ تسلیم خم کرتا ہے، اور اس کے ساتھ اپنی لو لگانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔کیونکہ اب انسان کی عقل سے جہالت کے پردے چھٹ جاتے ہیں، اور فطرتِ سلیم خالق کی عظمت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس کے سامنے اپنے عجز ونیاز مندی اور اس کی جناب میں اپنی حاجت مندی کا اظہار کرنے کے لیے بے بس وبے چین ہوجاتی ہے۔ایسے سفر کے قصد میں مختلف بستیوں کا

نظارہ اور ان کے انجام سے عبرت پکڑ کر انابت الی اللہ بھی شامل ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ٤٨)

"کیا وہ اللہ کی تخلیقات میں غور نہیں کرتے کہ چیزوں کے سائے دائیں اور بائیں مڑتے ہوئے اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں، اور وہ اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ٧٩)

"کیا وہ غور نہیں کرتے کہ پرندے کیسے آسمانوں کی فضا میں تابع فرمان ہیں، اور اللہ کے علاوہ ان کو کوئی نہیں پکڑ کر رکھتا، بے شک اس میں مومنین کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔"

دلائل توحید پر تدبر: ...... اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اہل عقل موحدین کی ایک بڑی صفت یہ بیان کی ہے:

﴿ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ ﴾ (آل عمران: ١٩١)

"وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بلا وجہ نہیں پیدا کیا، پس تیری شان بلند ہے۔"

کارخانۂ قدرت میں موجود ہر ایک چیز زبان حال سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ ان کا خالق ومالک، مدبر ومتصرف، اور ان پر قادر مطلق صرف ایک اللہ ہے! اگر اس نظام میں کسی غیر کا ذرا بھر بھی دخل ہوتا تو یہ نظام درست طور پر جاری نہ رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ ﴾ (الانبیاء: ٢٢)

"آپ فرمادیں: اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہوتا، تو زمین وآسمان کا نظام تباہ ہوجاتا۔"

رب القدوس نے جا بجا امور کائنات اور آیات بینات میں غور وفکر کی دعوت دی ہے، تاکہ مسئلہ توحید سمجھ آسکے۔ کسی شاعر نے اس مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

لاکھ ناداں سہی اتنے بھی تو ہم کور نہیں
کہ چمن دیکھ کر ذکرِ چمن آرا نہ کریں

اللہ تعالیٰ امور کائنات پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْۗءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاۗءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ (النمل: ٦٠تا ٦٥)

"بھلا بتاؤ تو سہی کس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اور تمہارے لیے آسمانوں سے پانی کس نے برسایا؟ پھر اس سے بارونق اور ہرے بھرے باغات اگائے۔ تمہارے لیے ہرگز ممکن نہ تھا کہ تم ان باغات کے درختوں کو اگا

سکو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟، بلکہ وہ لوگ راہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا، اور اس کے درمیان نہریں جاری کردیں، اور اس کے لیے پہاڑ بنائے، اور دو سمندروں کے درمیان روک بنادی، کیا اس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟، بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں۔ کیا وہ جو بے کس کی پکار کو اس کے پکارنے پر سنتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اور اس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، اس اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہیں دکھاتا ہے اور اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے بہت بلند و برتر ہیں۔ کیا وہ جو مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، اور پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا، اور جو تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے روزی دیتا ہے، کیا اس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ آپ فرمادیں: اس پر کوئی اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ آپ فرمادیں: آسمانوں اور زمینوں کا غیب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور نہ وہ اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ انہیں کب دوبارہ اٹھایا جائے گا۔''

ان آیات کے ایک ایک لفظ پر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ کائنات کا اتنا جچا تلا نظام، اور اس کی درست درست گردش؛ پھر ان تمام چیزوں کا انسان کے لیے فائدہ مند ہونا، یقیناً ایک رب کی طرف سے بہت بڑا انعام اور ایک مقصد کی دعوت ہے۔ وہ دعوت یہ ہے:

جانور پیدا کیے تیری رضا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
کھیتیاں سر سبز ہیں تیری غذا کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے، اور تو خدا کے واسطے

لوگوں کی حالت دیکھ کر غور وفکر کرنا چاہیے کہ ایک ہی والد کے دو بیٹے ہیں، دونوں کی شکل وطبیعت، مزاج ونسل میں فرق کے علاوہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بہت زیادہ امیر وکبیر ہوتا ہے، اور دوسرا دَر دَر کا فقیر:

کسی کو تاج سلطانی کسی کو دھکے در در کے
میرے مولا تیری مرضی جدھر چاہے ادھر کردے

کبھی اس سیر وتفریح میں یہ غور کیا کہ بارش اور برف پہاڑوں پر برستی ہے، یہ مشقت وہاں کے لوگ سہتے ہیں، مگر سارا سال پگھل پگھل کر دریاؤں کی صورت میں میدانی علاقوں میں پہنچ کر وہاں کی زمین سیراب کرتی ہے، غلے اگتے ہیں، اور ملکوں میں پھیل جاتے ہیں، اس طرح سب کی روزی کا بندوبست اللہ کرتے ہیں۔

اہل عقل کو یہ نظامِ الٰہی اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ ان نعمتوں کو غلط استعمال نہ کیجیے؛ اگر اللہ چاہے تو اپنی یہ نعمتیں چھین بھی سکتا ہے۔ اس فرصت کو غنیمت جان کر تیاری کرو، اور اللہ کا شکر ادا کرو جس کے یہ انعامات ہیں۔ بقول شاعر:

تَرَحَّلْ عَنِ الدُّنْيَا بِزَادٍ مِنَ التُّقٰى
فَعُمْرُكَ أَيَّامٌ تُعَدُّ قَلَائِلُ

''اس دنیا سے کوچ کرتے ہوئے تقویٰ کا زاد راہ لے لو، آپ کی زندگی کے گنتی کے چند دن رہ گئے ہیں۔''

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش اور ان تمام مراحل کا اجمالاً ذکر کیا جن سے انسان نطفہ سے لے کر موت تک گزرتا ہے۔ اور ان پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی، کہ جب یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کو بدل ڈالے تو انسان کے بس میں کچھ بھی نہیں کہ وہ اس کا متبادل پیش کر سکے، یا اس تبدیلی کو روک سکے۔ اگر انسان اتنا بے بس ہے تو چاہیے کہ وہ ایک غالب قوت والے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہوئے اپنے تمام امور اس کے سپرد کردے، اور اس اللہ کا مطیع وفرمانبردار ہو جائے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾﴾ (الوقعہ: ۵۸ تا ۷۳)

”کیا تم دیکھتے ہو جو منی تم ٹپکاتے ہو، کیا تم اس سے انسان کو پیدا کرتے ہو یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے ہی تم میں موت کو مقدر (معین) کر دیا ہے اور ہم اس سے ہارے ہوئے نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تمہارے جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں اس طرح نئے سرے سے پیدا کر دیں کہ تمہیں اس کی خبر ہی نہ ہو۔ تمہیں یقیناً پہلی پیدائش معلوم ہی ہے پس تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ کیا تم دیکھتے ہو جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو، کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اسے اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر دیں اور تم حیرت میں باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا ہے، بلکہ ہم محروم ہی رہ گئے۔ بتاؤ یہ پانی جو تم پیتے ہو، کیا اسے بادلوں سے تم نے اتارا ہے یا ہم اسے نازل کرتے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اس کو کڑوا کسیلا بنا دیتے، پس تم شکر گزاری کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ آگ جسے تم جلاتے ہو، کیا تم نے اس کا درخت اگایا ہے یا ہم نے اسے اگایا ہے؟ ہم نے اسے نصیحت حاصل کرنے

کا سبب اور مسافر کے لیے فائدہ کی چیز بنایا ہے۔“

حالی نے اس کو کتنے ہی حسین انداز میں قلم بند کیا ہے:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب؟

قدرت کی نیرنگیوں کے واقعات آئے روز اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع سے ہم تک پہنچتے رہتے ہیں جن پر غور وفکر و تدبر انسان پر ہدایت کی راہیں کھول دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ عبد الحمید کشک رحمہ اللہ کا ہے۔ جو ایک نابینا عالم اور بیباک خطیب تھے۔ ایک روز منبر پر چڑھے اور جیب سے کھجور کا ایک چھلکا نکالا؛ جس پر بہت ہی خوبصورت کوفی رسم الخط میں قدرتی طور پر لفظ ”اللہ“ موٹا لکھا ہوا تھا، لوگوں کو دکھایا، اور یہ شعر پڑھ کر خود بھی روئے اور حاضرین کو بھی رُلا دیا:

أُنْظُرْ لِتِلْكَ الشَّجَرَةِ ذَاتَ الْغُصُوْنِ النَّضِرَةِ
مَنْ ذَا الَّذِيْ أَنْبَتَهَا وَزَانَهَا بِالْخَضِرَةِ
ذَاكَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ قُدْرَتُهُ مُقْتَدِرَةٌ

”اس ٹہنیوں والے سرسبز درخت کو دیکھئے۔ اس کو کس نے پیدا کیا اور ہریالی سے مزین کر دیا، وہ وہی اللہ ہے جس کی قدرت ہر ایک پر کارگر ہے۔“

کسی اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں
یا معدن و کوہ ودشت و دریا دیکھوں

ہر جا تیری قدرت کے ہیں لاکھوں مظہر
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (لقمان : ۱۱)

"یہ اللہ کی مخلوق ہے، مجھے دکھاؤ جو اس کے علاوہ ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے، بلکہ ظالم لوگ صاف گمراہی میں ہیں۔"

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

"ہر ایک چیز میں ایک نشانی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک اللہ ایک ہے۔"

احسانات الٰہی اور نعمتوں کا مشاہدہ:

انسان کے پاس تمام موجود نعمتیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ انسان احسان کا اسیر اور غلام ہے۔ جب انعام، مہربانی اور نوازش اس کے دل و دماغ میں سرایت کر جاتے ہیں، تو اسے اس (منعم حقیقی) انعام کرنے والے کے ساتھ محبت پر مجبور کرتے ہیں؛ فرمایا:

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ (النحل : ۵۳)

"اور تم پر جو بھی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ (لقمان : ۲۰)

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ بے شک اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی

نعمتیں تم پر بہا دی ہیں۔"

اللہ کریم نے سورت رحمان میں کئی نعمتوں کا تذکرہ کر کے بار بار فرمایا:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ (الرحمٰن)

"اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔"

ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں استعمال کر کے اس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ جس سے ان نعمتوں کو بھی بقا و دوام نصیب ہوگا، اور اللہ کے عذاب و پکڑ سے بھی بچ جائیں گے؛ فرمایا:

﴿لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ (ابراھیم : ۷)

"اگر تم میری شکر گزاری کرو گے، میں تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر میری نعمتوں کی ناشکری کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔"

زمین کی سیر و سیاحت اگر حصول عبرت کے لیے کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے عقل اور دل کے پردے ہٹا دیتے ہیں، اور ہدایت کی راہیں روشن ہو جاتی ہیں۔ فرمایا:

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ (الحج : ۴۵)

"کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی، جو ان کے دل ان باتوں کو سمجھ لینے والے ہوتے، یا کانوں سے ہی ان باتوں کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

کفار کے انجام اور قدرت کی نشانیوں میں تدبر:

جہاں میں ایک اللہ کے پرستاروں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی بھی کمی نہیں رہی جو ن

صرف اللہ کے باغی، بلکہ اللہ اور اس کے انبیا کے دشمن، اور سرکش رہے۔ ایسے لوگوں پر بھی اللہ نے اپنا احسان کیا کہ ان میں رسول اور نبی بھیجے تا کہ وہ انہیں حق بات سمجھائیں، اور ایک اللہ کی بندگی کرنے کی دعوت دیں۔ جن لوگوں نے یہ دعوت قبول کر لی، وہ کامیاب ہو گئے، اور جنہوں نے اس کا انکار، اور سرکشی کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف سزائیں دیں۔ چنانچہ کسی کو سمندر میں غرق کیا گیا تو کسی کو طوفان سے ہلاک کیا، کئی لوگوں پر آسمان سے پتھروں کی بارش کی، اور کئی ایک تیز آندھی کی نذر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت: ٤٠)

”تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔“

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان ہلاک ہونے والوں کو آنے والوں کے لیے عبرت کا سامان کر دیا، تا کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے باز آ جائیں؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝﴾ (الانعام: ١١)

”آپ فرما دیں: زمین کی سیر کرو، اور دیکھو نہ ماننے والوں کا انجام کیسا ہوا۔“

اور مجرموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝﴾ (النمل: ٦٩)

”کہہ دیجیے! زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ مجرمین کا انجام کیسا ہوا۔“

ایک مقام پر بڑے بڑے صاحبِ جاہ و منزلت لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝﴾ (النمل: ٥٢)

”یہ ان کے گھر ہیں اوندھے پڑے ہوئے، ان کے گناہ کرنے کی وجہ سے، بے شک اس میں اہل علم کے لیے نشانیاں ہیں۔“

آخرت کی یاد:

سیر و سیاحت کے مقاصد میں سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر، اور انابت الی اللہ بھی شامل ہے۔ سیدنا عزیر علیہ السلام کا گزر جب ایک ویران بستی سے ہوا تو انہوں نے فوراً دوبارہ اٹھائے جانے: اس کے انجام، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قبضہ پر غور و فکر کرتے ہوئے کہا:

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ﴾ (البقرہ: ٢٥٩)

”اور جب ان کا گزر ایک بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگے: ”اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کی موت کے بعد کیسے زندہ کریں گے۔“

عام لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ کوئی بھی انسان اس دنیا فانی کی لذتوں اور عشرتوں میں کھو کر اور انجام سے غافل رہ کر اپنا وقت ضائع نہ کر دے۔ بلکہ ایک لمبی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے تیاری کرے، یہی اصل سرمایۂ حیات ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (العنکبوت: ٢٠)

”کہہ دیجیے! زمین میں چلو پھرو اور دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس

خلق کو ابتدائی طور پر پیدا کیا، پھر وہی اللہ ان کو دوبارہ پیدا کریگا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

قبروں کی زیارت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾﴾ (عبس : ٢١، ٢٢)

''پھر اسے موت دی اور اسے قبر میں پہنچادیا گیا، اور پھر جب وہ چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کردے گا۔''

اور فرمایا:

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾﴾ (التکاثر)

''تمہیں زیادہ (سامانِ دنیا) کی چاہت نے غافل کردیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں اور عنقریب تم اپنا انجام جان جاؤ گے۔''

اور فرمایا:

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾﴾ (طٰه : ٥٥)

''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اور اسی میں ہم تمہیں لوٹاتے ہیں، اور اسی سے ایک بار پھر نکالیں گے۔''

آخرکار قبر ہی وہ ٹھکانہ ہے، جس میں ہر ایک شخص کو ایک نہ ایک وقت جانا ہے۔ مگر انسان اس قبر کی سختی اور ہولناکی سے بہت ہی غافل ہے۔ اگرچہ قبر پر: ''آخری آرام گاہ'' ''مرقد منورہ'' وغیرہ کے الفاظ لکھ دیے جاتے ہیں۔ مگر کیا واقعی اس قبر کو آرام گاہ اور مرقد منورہ بنانے کی کبھی کوشش بھی کی تھی۔ کبھی اس اندھیر کوٹھڑی کی سختیوں کا خیال دل میں آیا؟!

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةَ .)) ❶

''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کر رکھا تھا، اب تم ان کی زیارت کو جایا کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے۔''

جوشؔ نے دنیا کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

جا گورِ غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت
کھل جائے گی تجھ پہ تری دنیا کی حقیقت
عبرت کے لیے ڈھونڈ کسی شاہ کی تربت
اور پوچھ کدھر ہے وہ تیری شانِ حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے
اے کاسۂ سر بول تیرا تاج کہاں ہے؟

قبر دیکھنے میں بظاہر تو مٹی کا ایک ڈھیر ہے۔ مگر اس تنہائی کے گھر کے اندر حسرت اور عذاب ہے۔ اندر کیڑے مکوڑے، بچھو، سانپ اور آگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الْقَبْرُ إِمَّا رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ، أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ .)) ❷

''قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔''

قبر ہر وقت آواز لگاتی ہے: اے دنیا کو آباد کرنے والے! تم ایسا گھر آباد کر رہے ہو

---

❶ مسلم باب استئذان النبي صلى الله عليه و سلم ربه عز و جل في زيارة قبر أمه برقم ١٠٦ ۔ مسند احمد برقم ١٢٣٦.

❷ الترمذي بدون ذكر الباب / حسن برقم ٢٥٦٢.

جس کو عنقریب زوال آنے والا ہے۔ اور تم نے اس گھر کو خراب کر دیا جس کی طرف تم کو بہت جلد ہی پلٹ کر جانا ہے۔ تم نے ایسے گھر بنائے جن کی منفعت اور رہائش دوسروں کے لیے ہیں، اور ایسے گھر کو خراب کر دیا جس کے سوا تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

یہ دنیا سبقت لے جانے کی جگہ ہے۔ جہاں اعمالِ خیر کا ذخیرہ کیا جاتا ہے، اور اچھائی کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ اور قبر عبرت کی جگہ ہے، جہاں بادشاہ بھی جاتا ہے، اور گدا بھی۔ کتنے ہی بڑے بڑے نامی گرامی آئے، مگر اللہ کا نام رہا، باقی سب کچھ فنا ہو گیا، اور جو رہ گیا ہے، فنا ہو جائے گا؛ بقول شاعر:

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

اس سے پہلے کہ زمین آپ کو اور ہمیں کھا جائے بس غور کا ایک لمحہ چاہیے کہ اس اندھیری کوٹھڑی میں جانے کے لیے ہماری کیا تیاری ہے، جہاں اس ساری زندگی کا اور اس کے لمحہ لمحہ کا سوال ہوگا؟

علم کا حصول:

انسان پر اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے انعامات میں سے ایک علم کی عنایت ہے۔ علم کے شرف، اس کی قدسیت، اور اعزاز کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مقصد و منصب نبوت و رسالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ (الجمعة: ٢)

"وہ اللہ تعالیٰ جس نے ان پڑھ لوگوں میں رسول بھیجا؛ جو ان ہی میں سے تھا، وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتا، اور ان کا تزکیہ نفس کرتا، اور انہیں

کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا۔ بے شک اس سے قبل وہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

اور فرمایا:

﴿ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ (المجادلہ: ١١)

"بے شک اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ عطا کرتے ہیں تم میں سے ایمان والے لوگوں کو، اور جن کو علم میں درجہ نصیب ہوا ہو، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہیں۔"

نورِ علم سے ہی انسان اپنے رب کو پہچانتا اور اچھے اور برے کی تمیز، اور گمراہی سے ہدایت حاصل کرتا ہے۔ بس اس مقصد کے لیے علم حاصل کرنا کہ رب کی معرفت، اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی گزارنا معلوم ہو جائے ہر انسان پر واجب ہے، اور یہ ایک ایسا مقدس عمل ہے جس پر دنیا میں ہی جنت کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ.)) [1]

"جو ایسی راہ پر چلا جس میں وہ علم تلاش کر رہا تھا، اللہ ﷻ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں۔"

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا، أَيْ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ مَادُمْتُمْ صِغَارًا))

"سردار بننے سے قبل علم حاصل کرو، یعنی جب تک تمہارے بچپن کی عمر ہے علم سیکھتے جاؤ

---

[1] مسلم باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن برقم ٧٠٢٨۔ المستدرك للحاكم كتاب العلم ب... ٣٠٠۔ ابن حبان باب الزجر عن كتبة المرء السنن مخافة ...... برقم ٨٤۔

یعنی اس سے قبل کہ تم بڑے آدمی بنو، اور لوگوں کی نظریں تم پر لگیں، اور تمہیں اس بات سے حیاء آنے لگے کہ اب تم کسی سے تعلیم حاصل کرو؛ یا کسی کو اپنا استاذ بناؤ۔ اور انانیت اور تکبر کی وجہ سے پھر اس وجہ سے جاہل کے جاہل ہی رہ جاؤ۔'' ❶

اسلام کی خصوصیت ہے کہ یہ ربانی دین ہے۔ جس کا معنی ہے: اللہ کی طرف سے نازل شدہ۔ سو کتاب اللہ جو آسمانوں سے نازل ہوئی ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہونے کی وجہ سے بھی ربانی ہے، اور جو اس کتاب کی تدریس و تعلیم میں مشغول ہیں وہ بھی منشاء الٰہی کے مطابق، اس کے احکامات، اور مقاصد کو سمجھنے کے لیے اپنی کوششیں صرف کرنے کی وجہ سے ربانی ہیں۔ آسان الفاظ میں ربانی کا معنی ہے: اللہ والا، جس کا تعلق اللہ سے ہو اور مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو۔ اور یہ انعام و شرف راہِ علم میں ہی ملتا ہے؛ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمران : ۷۹)

''تم سارے اللہ والے بن جاؤ، بسبب اس کتاب کے سیکھنے کے اور سکھانے کے۔''

کہتے ہیں دل کی زندگی چار چیزوں میں ہے: علم، تقویٰ، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا ذکر۔ اور دل کی موت چار چیزوں میں ہے: جہالت، اللہ کی نافرمانی، دھوکہ کھا جانا؛ اور غفلت۔

علم سیکھنے کا ثواب:

کسی بھی چیز کی پختگی اور عمدگی اس کی بنیاد پر منحصر ہے۔ اعمال صالح کی بنیاد اخلاص کے بعد علم نافع پر ہے۔ علم جتنا زیادہ اور پختہ ہوگا اس کا فائدہ بھی اتنا ہی زیادہ اور عام ہوگا۔ حتی کہ انسان کے علم کی وجہ سے چرند پرند اور دیگر مخلوقات کو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، اس پر وہ بھی اس عالم کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

❶ النصاحب / عبد العزيز العقيل ص ٦١.

((وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضاً بِمَا يَصْنَعُ ، وَإِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتّٰى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَاراً وَّلَا دِرْهَماً ، وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ .)) ❶

''اور بے شک فرشتے طالب علم کے فعل سے رضامندی کی وجہ سے اس کی راہوں میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں، اور بے شک عالم کے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب مغفرت کی دعا کرتے ہیں، یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر میں اس کے لیے دعا کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چاند کی فضیلت باقی تمام ستاروں پر، اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء وراثت میں نہ تو درہم چھوڑتے ہیں، اور نہ دینار، انہوں نے تو صرف علم کو اپنے بعد وراثت میں چھوڑا ہے۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا نصیب (سرمایہ) پالیا۔''

نبی کریم ﷺ نے سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((أَنْ تَغْدُوْ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ .)) ❷

''یہ کہ تم صبح کو جا کر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ایک آیت کا علم حاصل کرو، یہ تمہارے لیے سو رکعت نفل نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔''

❶ ابو داود باب الحث على طلب العلم برقم ٣٦٤٣ ـ ابن ماجة باب فضل العلماء و الحث على طلب العلم برقم ٢٢٣ ـ الترمذي باب فضل الفقه على العبادة برقم ٢٦٨٢.

❷ ابن ماجة باب فضل من تعلم القرآن و علمه برقم ٢١٩ ـ ضعيف؛ مصنف عبد الرزاق باب تعليم القرآن و فضله برقم ٥٩٩٢.

اور اگر کوئی طلبِ علم میں مرجائے، تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے جنت میں انبیا کے قریب مقام عطا کریں گے۔ حدیث میں آتا ہے:

((مَنْ جَاءَهُ أَجَلُهُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لَقِيَ اللّٰهَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ إِلَّا دَرَجَةُ النُّبُوَّةِ .)) ❶

''جس انسان کی موت اس حالت میں آئی کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے اور انبیا کے درمیان صرف درجۂ نبوت کا فرق ہوگا۔''

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

تَغَرَّبْ عَنِ الْأَوْطَانِ فِي طَلَبِ الْعُلَاءِ
وَسَافِرْ فَفِي الْأَسْفَارِ خَمْسُ فَوَائِدِ
تَفْرِيجُ هَمٍّ وَّاكْتِسَابُ مَعِيْشَةٍ
عِلْمٌ وَّآدَابٌ وَّصُحْبَةُ مَاجِدِ

''رفعتوں کی تلاش میں غریب الدیار ہوجائیے، اور سفر کیجیے، سفر کرنے میں پانچ فوائد ہیں۔ غم جاتا رہتا ہے، اور معیشت بہتر ہوتی ہے، علم، ادب، اور بزرگوں کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔''

کتاب بینی:

حصولِ علم کے لیے پہلی اور بنیادی شرط کتاب بینی کا شوق ہے۔ اگر انسان کو کتاب سے دلچسپی نہیں تو علم کا حصول محض ایک خواب ہے۔ یہ کتاب کی عظمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک واضح دلیل اور کھلی ہوئی ہدایت بنا کر آسمانوں سے نازل کیا، اور متعدد آیات میں کتاب کی کئی کئی صفات بیان کیں؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

❶ رواه الطبراني في الأوسط برقم ٩٤٥٤؛ عن ابن عباس۔ سنن الدارمي برقم ٣٥٤۔ ضعيف۔ سلسلة الأحاديث الضعيفة برقم ٥١٥٦

﴿ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾

''ہم نے آپ (ﷺ) پر کتاب اتاری جو ہر چیز کا حال بیان کرتی ہے، اور یہ ہدایت و رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لیے۔''

اور پھر کتاب کا بوجھ برداشت کرنے کے لیے بھی ان لوگوں کو منتخب کیا جو اپنے زمانہ کے سب سے افضل اور عالی ہمت لوگ تھے؛ اور جن کی سیرت مطہرہ پر اس کتاب کے نزول سے پہلے کسی کو کوئی اعتراض ہی نہیں تھا۔ اور اعتراض کا سبب کتاب پر ان کا حسد بنا۔

روزانہ مطالعہ اور کتاب بینی کا شوق انسان کا بہترین مشغلہ اور روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ کتاب جیسا بہترین ساتھی کوئی نہیں کاش کہ اس کی قدر معلوم ہو جائے۔ شورش کاشمیری لکھتے ہیں: ''قبر سا واعظ تنہائی سا بے ضرر اور کتاب سا مخلص دوست کوئی نہیں۔''

احمد شوقی کہتے ہیں:

أَنَا مَنْ بَدَّلَ بِالْكُتُبِ الصِّحَابَا
لَمْ أَجِدْ لِيْ وَافِيًا إِلَّا الْكِتَابَا

''میں وہ آدمی ہوں جس نے اپنے ساتھیوں کو کتاب سے بدل دیا، اور میں نے اپنے لیے کتاب سے بڑھ کر کسی کو وفادار نہیں پایا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

أَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنْيَا سَرْجُ سَابِحٍ
وَخَيْرُ جَلِيْسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ

''دنیا کی سب سے باعزت جگہ تیز گھوڑے کی پشت ہے۔ اور زمانے کا سب سے بہترین ہم نشین کتاب ہے۔''

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے وقت کو بڑے عجیب طریقے سے ضائع کررہے ہیں۔ اگر راتوں کو دیر تک بیدار رہتے ہیں تو وقت ایسی باتوں میں گزار

ہیں کہ جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ اور اگر کتاب پڑھیں گے تو ایسی کتاب ہوگی جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ (جیسے ہمارے دور کے نوجوان آج کل رات ڈائجسٹ اور رسالے پڑھنے میں گزار دیتے ہیں)۔ اور دن کو سو کر گزارتے ہیں۔ صبح اور شام کو یا تو نہروں پر (ساحل سمندر پر) ہوتے ہیں، یا بازاروں میں۔ ان لوگوں کی مثال ان لوگوں کی ہے جو کشتی میں سوار تو ہوں، مگر ان کو یہ پتہ نہ ہو کہ اس کشتی کا رخ کس طرف ہے، کیا یہ کنارے بھی پہنچے گی یا غرق ہوگی۔ ایسے لوگوں کو کون عقلمند کہہ سکتا ہے؟ پس اے میرے بھائی! عقل اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اسے گنوا نہ دیجیے۔ اور اسے کام میں لاتے ہوئے اپنے وقت کو قیمتی بنائیں، اور وقت ختم ہونے سے قبل نیکی کمانے کی سعادت سے سرفراز ہو جائیں۔"

ماہرین کی نظر میں مطالعہ:

بے کاری و فراغت کو کام میں لانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ فرائض وسنن ادا کیے جائیں، اور امورِ دین سے تعلق رکھنے والی مفید اور بامقصد کتابوں جیسے سیرت النبی ﷺ اور تاریخِ صحابہ کا مطالعہ کیا جائے۔ بعض اہل دانش نے مطالعۂ کتب کے بارے میں کہا ہے:

"مطالعہ" دل و جان پر اثر انداز ہونے والی چیز ہے، شرحِ صدر کا باعث بنتا ہے، دل کو پاکیزگی، زبان کو فصاحت و روانی دیتا ہے، اس میں قوتِ قلب کا سامان ہے، بلیغ اشارے ملتے ہیں، اختلافات کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے، کتاب کا مطالعہ بکثرت فائدہ کا باعث ہوتا ہے اور اس پر معمولی محنت وخرچہ آتا ہے مگر نتائج بڑے پیارے اور قابلِ تعریف ہوتے ہیں، کتاب ایسی گفتگو کرنے والی چیز ہے جو بولتے ہوئے تھکتی نہیں اور یہ ایک ایسی دوست ہے جو ساتھ نہیں چھوڑتا اور ایسا ساتھی ہے جو بات کرنے میں کسی تحفظ و لحاظ کو پیشِ نظر نہیں رکھتا، کتاب ایسی ترجمان ہے جو ماضی کی عقل ونقل کا ترجمہ کرتی ہے، سابقہ امتوں کے حالات اور ان کی دانائیوں کو ہم تک پہنچاتی ہے، وہ یادیں جنہیں دماغوں نے مار دیا ہے یہ کتابیں انہیں زندہ کر دیتی ہیں، اور زمانے نے جن چیزوں کو پرانا کر دیا ہوتا ہے یہ مطالعۂ

کتب انہیں تازہ کر دیتا ہے۔"

رونقِ حیات اور کتاب:

زندگی کا حقیقی اور خوبصورت روپ کتاب ہے۔ کتاب ہمیشہ سے بلند پایہ اور اعلیٰ معیار کی زندگی کی علامت رہی ہے۔ علم کی سب سے روشن تنویر اور ہمیشہ رہنے والی چیز کتاب ہے۔ ایک معاشرہ اور اس کے افکار ونظریات، سوچ وبچار، رسم ورواج، ان کی قوت وسلطنت، ان کا جلال وجمال، ان کی دولت وحشمت اور دیگر امور ختم ہو کر ایک قصۂ پارینہ، اور ایک خوابِ سابقہ بن جاتے ہیں؛ نقوش ذہن سے مٹ جاتے ہیں؛ یادیں ماند پڑ جاتی ہیں؛ حافظے تھک ہار کر جواب دے دیتے ہیں؛ موجودہ دور کی ایجاد کمپیوٹر سے علم حذف ہو سکتا ہے، ڈسک خراب ہو سکتے ہیں۔ وائرس اس سب کو یک لمحہ میں تہس نہس کر سکتا ہے؛ مگر کتاب ان تمام یادوں کو سمیٹ کر رکھتی ہے۔ بڑے بڑے لوگ زمانے میں آئے اور چلتے بنے، دنیا کی تمام تر رعنائیاں اور ان کا جاہ ومرتبہ ان کے ساتھ چلا گیا؛ لیکن ایک چیز باقی رہ گئی وہ ہے کتاب جس کو زوال نہیں آئے گا۔؛ اور یقیناً کتاب کو بھی کبھار اس وقت زوال آتا ہے جب قوموں کو اللہ تعالیٰ کسی چیز پر بہت بڑی سزا دے، اور آئندہ ان کا نام لیوا بھی کوئی نہ رہے۔ اور یہی کتاب کا معجزہ ہے۔ کتاب ہی اصل زندگی ہے، اور یہی زندگی کا خلاصہ ہے۔

تلاوتِ قرآن اور تدبر:

قرآن تمام علوم میں اشرف اور معظم ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے تفکر وتدبر کے لیے اتارا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص: ۲۹)

"یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے، بہت بابرکت ہے۔ تاکہ اس کی آیات میں غور وفکر کیا جائے۔ اور اہلِ عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔"

اور فرمایا:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴾ (محمد : ٢٤)

''کیا وہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں۔''

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت اور اس میں تدبر وتفکر کو مومنین کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے لیے شفا قرار دیا تھا، اور اس میں ہمارے تمام مسائل کا حل تھا، مگر ہم نے اسے قسموں اور تعویذوں کے لیے خاص کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾

(یونس : ٥٧)

''تحقیق تمہارے پاس آ چکی ہے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دل کی بیماریوں کی شفا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ .)) [1]

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

شاعر کہتا ہے:

كَلَامُ اللّٰهِ رَبِّي ذِي الْجَلَالِ
يُؤَانِسُنِي بِسَاجِيَةِ اللَّيَالِي
إِذَا كَانَ الْإِلٰهُ مَعِي أَنِيْسِي
وَيَهْجُرُنِي الْجَلِيْسُ فَلَا أُبَالِي

''یہ میرے رب اللہ بڑے جلال والے کا کلام ہے؛ جو میرے لیے وحشت کی راتوں میں مونس وغمخوار ہے۔ جب اللہ میرے ساتھ میرا مونس ہو، اگر میرے ہم نشین مجھے چھوڑ بھی دیں، تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔''

[1] رواه البخاري باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه برقم ٥٠٢٧.

انسان کی سب سے بڑی سعادت مندی، اور شرح صدر کا اہم ترین سبب کتاب اللہ کا
گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنا ہے۔ اور اصل مقصود تدبر وتفکر کرنا ہے۔

جو کوئی اس بات کو پسند کرتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو، اسے چاہیے کہ وہ کتاب
اللہ کی تلاوت کرے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''وہ لوگ جو تم سے پہلے گزر چکے ان کا
عقیدہ یہ تھا کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے ان کی جانب چٹھیاں ہیں، پس وہ راتوں
کو اس میں تدبر کرتے تھے، اور دن کو اس کے معانی کو تلاش کرتے تھے۔'' (علم حاصل
کرتے، تفسیر سیکھتے تھے) روزِ قیامت قاری قرآن کو اس کی صلاحیتِ تلاوت کے مطابق جنت
کی منازل ملیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إِقْرَاْ، وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ، كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ حَرْفٍ تَقْرَؤُهَا .)) [1]

''قرآن کے قاری سے کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا، اور جنت کے درجے چڑھتا جا، اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، جس طرح دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا، اور تیری منزل اس آخری حرف پر ہے جو تو پڑھے گا۔''

اور فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا ، وَلَا أَقُوْلُ لَكُمْ "الم" حَرْفٌ : وَلٰكِنَّ ,اَلْفٌ حَرْفٌ ، وَلَامٌ حَرْفٌ ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ .)) [2]

''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے، اور یہ نیکی دس کے برابر ہے، اور میں نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے؛ بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف ہے۔''

[1] ابو داؤد باب استحباب الترتيل في القراءة برقم ١٤٦٤، الترمذي ح برقم ٢٩١٤.

[2] الترمذي باب ما جاء فيمن قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر برقم ٢٩١٠.

قرآن سے محبت اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی دلیل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ الْقُرْآنَ فَهُوَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔)) [1]

''جس نے قرآن سے محبت کی وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔''

لہٰذا کوئی تفسیر جیسے مختصر ابن کثیر، احسن البیان، مختصر طبری لے کر لفظ بلفظ پڑھ ڈالیں، ایمان اور عمل میں اضافہ ہوگا۔

كُنْ فِيْ أُمُوْرِكَ كُلِّهَا مُتَمَسِّكًا
بِالْوَحْيِ لَا بِزَخَارِفِ الْهَذَيَانِ
وَتَدَبَّرِ الْقُرْآنَ إِنْ رُمْتَ الْهُدٰى
فَالْعِلْمُ تَحْتَ تَدَبُّرِ الْقُرْآنِ [2]

''اپنے تمام امور میں وحی کو مضبوطی سے پکڑیے نہ کہ خوبصورت بیہودہ گوئی کو۔ اور اگر تمہیں ہدایت کی تلاش ہے تو قرآن کے معانی میں تدبر کیجیے، کیونکہ علم قرآن میں تدبر کرنے میں ہے۔''

قرآن مجید تو سارا ہی خیر و برکت اور رحمت ہے، لیکن اس میں بعض جگہیں ایسی ہیں جن کی خاص فضیلت وارد ہوئی، عام فائدہ کے پیش نظر اسے بیان کرنا سودمند ہوگا۔

سورت ملک، آخرت کا سامان:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((سُوْرَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهِيَ إِلَّا ثَلَاثُوْنَ آيَةً خَاصَمَتْ عَنْ صَاحِبِهَا حَتّٰى أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ، وَهِيَ تَبَارَكَ۔)) [3]

[1] الطبراني في الكبير برقم ٨٦٥٧۔ ومجمع الزوائد ٧/ ١٦٥۔ جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلي ١/ ٣٦٤ والحديث الثامن الثلاثون۔ والجامع لشعب الإيمان برقم ٢٠٤٠ بدون ذكر رسوله.

[2] اشارات في الطريق ١٢.

[3] مسند احمد. المعجم الأوسط للطبراني برقم (٣٦٥٤)۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم تفسير سورة ملك برقم(٣٨٣٨)۔ الجامع لشعب الإيمان برقم: ٢٥٠٨.

''قرآن میں ایک سورت ہے وہ صرف تیس آیات ہیں (قیامت والے دن) وہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی، یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کردے، اور وہ ہے ''تبارک۔''

یہ سورت حفظ کرنا اور سونے سے قبل اس کا پڑھنا دنیا اور آخرت میں فائدہ مند ہوگا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطاب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا واقعہ سنایا ہے:

''مولانا امرتسری رحمہ اللہ آپریشن کے لیے ہسپتال میں داخل تھے، سرجن ان کو بیہوشی کا انجکشن لگانے کے لیے آیا، مولانا نے کہا: ڈاکٹر صاحب! مجھے موقع دیں، میں سورت ملک پڑھ لوں، کیونکہ میں نے جب سے یہ حدیث پڑھی ہے کہ جب کوئی انسان سورۃ ملک پڑھ کر سوتا ہے، وہ صبح تک اللہ کی امان میں رہتا ہے، اور اگر مر گیا تو سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔ ڈاکٹر نے کچھ دیر انتظار کیا، ابھی سورت ختم نہیں ہوئی کہ اس نے انجکشن لگا دیا۔ لیکن اس ہندو ڈاکٹر نے بعد میں اس بات کی گواہی دی کہ مولانا کی زبان اس وقت تک برابر چلتی رہی، جب تک ان کا وظیفہ پورا نہیں ہوگیا۔''

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اس کے علاوہ موقع اور وقت کی مناسبت سے فراغت کو غنیمت جانتے ہوئے آخری پارہ، یا آخری دس سورتیں، یا چھوٹی آیات والی سورتیں جیسے سورت رحمٰن اور سورت نجم، اور دیگر سورتیں بھی یاد کی جا سکتی ہیں، جن کا حفظ کر لینا آسان بھی ہے اور سراسر خیر و برکت کا باعث بھی۔ اور جو یاد کیا جائے حتی الامکان انسان اسے روزانہ دہرائیں تاکہ بھولنے نہ پائے۔

سورۃ البقرہ کی آخری آیات:

جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے کہ آسمانوں سے ایک آواز سنی۔ جب آسمان کی طرف دیکھا تو کہا: آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو آج سے پہلے کبھی بھی نہیں کھلا۔ پھر دوبارہ آسمانوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''آج وہ فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ وہ فرشتہ آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا، اور کہا:

((أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ ، أُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ مِنْ قَبْلِكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَ خَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهَا إِلَّا أُعْطِيْتَهُ .)) ❶

''آپ کو دو نوروں کی خوشخبری ہو جو صرف آپ ﷺ کو دیے گئے ہیں آپ ﷺ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہیں دیے گئے، وہ ہیں سورت فاتحہ اور بقرہ کی آخری آیات؛ ان میں سے کوئی حرف بھی نہیں پڑھو گے مگر اس کے مطابق دیے جاؤ گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہوتا، جہاں سورت بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہو۔''

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَذِكْرِيْ عَنْ مَسْأَلَتِيْ أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ .)) ❷

''جس کو قرآن کی تلاوت اور میرے ذکر کی مشغولیت نے مجھ سے مانگنے سے روک دیا، میں اسے مانگنے والوں سے بہتر دیتا ہوں۔''

---

❶ صحیح مسلم باب فضل الفاتحة و خواتیم سورة البقرة برقم (۱۹۱۳)۔ المستدرك للحاكم باب أخبار في فضائل القرآن جملة برقم (۲۰۵۲)۔ سنن النسائي باب فضل فاتحة الكتاب برقم (۹۱۲)۔ (تفسير قرطبي)

❷ الترمذی / حسن بدون ذكر الباب برقم (۲۹۲٦).

ترکِ قرآن پر سزا:

سب سے بڑی رسوا کن اور ذلت آمیز سزا یہ ہوگی کہ قیامت کو محمد ﷺ کا اپنی امت پر قرآن کو پس پشت ڈال دینے کا دعویٰ ہوگا، اور وہ کہیں گے:

﴿يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝﴾ (الفرقان: ۳۰)

''اے میرے رب! میری اس قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔''

واقعہ معراج والی حدیث میں ہے: ''آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے، انہوں نے مجھے بیدار کیا، اور مجھ سے کہا: چلو، میں ان دونوں کے ساتھ چلا گیا۔ ہمارا گزر ایک آدمی پر ہوا وہ لیٹا ہوا تھا، اور اس کے سر پر ایک آدمی پتھر کی ایک سل لیے کھڑا تھا، وہ اس سل کو اس کے سر پر گراتا، جس سے سر کچل جاتا، اور پتھر آگے لڑھک جاتا، جب اس کا سر واپس اپنی حالت پر آجاتا، دوسرا آدمی جا کر وہ پتھر پھر لاتا، اور اس کے سر پر دے مارتا۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا: ''یہ دو کون لوگ ہیں، اور ان کا کیا ماجرا ہے، انہوں نے کہا: ''یہ وہ آدمی ہے، جو قرآن پڑھتا تھا، اور اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اور دوسرا آدمی فرض نماز سے سو جاتا تھا۔''

ترکِ قرآن کی بعض شکلیں:

ترکِ قرآن کی کئی ایک صورتیں ہیں جن کا ذکر کیے بغیر چارہ نہیں۔

۱: قرآن پر ایمان لانا، اس کا سننا، اور اس کی طرف میلان اور اس کی محبت کا ترک کر دینا۔

۲: قرآنی تعلیمات پر عمل کو ترک کر دینا، اور اس کے حلال وحرام کردہ امور کی پروا نہ کرنا۔

۳: قرآن کو اپنا حاکم اور رہنما نہ ماننا، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا اور اس کی دلیلیں لفظی ہیں، ان سے علم حاصل نہیں ہوتا۔

۴: قرآن سے اپنے جسمانی اور روحانی امراض کی شفا حاصل کرنا ترک کر دینا، اور غیر سے شفا حاصل کرنا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا بنا کر نازل کیا ہے:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (بني اسرائيل : ٨٢)

"اور ہم نے قرآن نازل کیا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مومنین کے لیے۔"

۵: قرآن کے معانی میں تدبر اور تفکر کو ترک کر دینا کہ ہمارا رب اس قرآن کے نازل کرنے سے ہمیں کیا کہنا چاہتا ہے۔

حفظ حدیث:

کسی سے جب محبت ہوتی ہے، تو اس کے اقوال اور افعال سے بھی محبت کی جاتی ہے۔ ان کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کی یادوں سے دل بہلایا جاتا ہے۔ احادیث رسول یعنی رسول اللہ ﷺ کے مدون اقوال وافعال وہ سرمایہ ہیں جن کے تذکرہ اور یاد سے ہم رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کو پا سکتے ہیں۔ اور حدیث رسول اللہ کا یاد کرنا مسلمان کے لیے بہترین تفریح اور دل لگی کا سامان ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اللہ کے ہاں اور عام معاشرہ میں جو شرف وعزت ملتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ .)) ❶

"اللہ تعالیٰ اس آدمی کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری حدیث سنی اور اسے یاد کر لیا، اور ایسے ہی لوگوں تک پہنچایا جیسے اس نے سنا تھا۔ پس کتنے ہی وہ لوگ جن کو بات پہنچائی جائے وہ حدیث سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔"

خود بھی اور اپنی اولاد کو احادیث یاد کرانے کا اہتمام کیجیے، اور کوئی ایک مختصر کتاب جیسے اربعین نووی، اربعین جہاد، زاد الطالبین، حصن المسلم کا انتخاب کیجیے۔ اور آخری کتاب بہت بہتر ہے۔

❶ الترمذي باب الحث على تبليغ السماع برقم (٢٦٥٨)۔ سنن ابن ماجة باب الخطبة يوم النحر برقم (٣٠٥٦)۔ المستدرك للحاكم كتاب العلم برقم (٢٩٤).

دعوت دین:

امت مسلمہ کو جس وجہ سے دوسری امتوں پر برتری اور سبقت حاصل ہے، وہ ان کے ذمہ انبیاء والا کام ہے۔ لوگوں کو دعوتِ توحید وسنت دینا، اعمالِ صالحہ کی طرف بلانا، برائیوں پر روک ٹوک، اور منع کرنا اس امت کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی کی وجہ سے مسلمان بہترین امت ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران : ١٠٤)

"تم میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔"

ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے بقدر وسعت علمی تبلیغ دین کا مکلف ٹھہرایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً .)) ❶

"میری طرف سے کسی کو ایک آیت بھی یاد ہو تو اسے آگے پہنچاؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے دین کی دعوت دینے والے کو بہترین آدمی قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۳﴾ (فصلت : ٣٣)

"اس سے بڑھ کر اچھی بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا اور خود نیک اعمال بجالائے، اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔"

ہر طبقۂ حیات میں امر بالمعروف اور تعلیم وتعلم کے کام پر مامور ایک جماعت کی موجو
پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

❶ صحيح البخاري باب ما ذكر عن بني اسرائيل برقم (٣٤٦١).

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْآ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾

(التوبة: ۱۲۲)

''پس کیوں نہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت کے لوگ جائیں تا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں، اور اپنی قوم کے لوگوں کو جب وہ لوٹ کر آئیں تو ڈرائیں تا کہ وہ ڈر حاصل کریں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا.)) [1]

''جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی، اس کے لیے اس پر تمام عمل کرنے والوں کے اجور کے برابر اجر ہے، اور ان میں سے کسی ایک کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اور جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا، اس کے لیے اس کا گناہ ہے، اور اس کے پیچھے چلنے والوں کا گناہ ہے، اس میں سے کسی کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

شاعر کہتا ہے:

إِنْ هَدَى الرَّحْمٰنُ شَخْصاً وَاحِداً
بِكَ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ بَحْرِ دُرَرٍ
وَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ
مَا بَدَا لِلشَّمْسِ أَوْ نُوْرِ الْقَمَرِ

[1] مسلم باب من سنّ سنة حسنة أو سيئة من دعا إلى الهدى أو الضلالة برقم (۶۹۸۰)، سنن الترمذي باب فيمن دعا إلى الهدى فاتبع أو إلى الضلالة برقم (۲۶۷۴).

''اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر ایک آدمی کو ہدایت دے دیں، یہ تمہارے لیے سمندر کے موتیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ اللہ کے ہاں تمہارے لیے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا ہو، یا جس پر چاند کی روشنی پڑی ہو۔''

دیکھیں کہ آپ نے اس کارِ خیر میں کتنا حصہ لیا ہے؟

دعوت دین کا فائدہ:

دعوت حق میں اقوام کی بقا اور نجات کا راز، امن وسلامتی، اور ہر قسم کی خیر و برکت ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴾

(هود: ۱۱۷)

''اللہ تعالیٰ ہرگز کسی بستی کو ہلاک کرنے والے نہیں جب تک کہ بستی والے اصلاح کا کام کرتے ہوں۔''

انبیا کے وارث اور ان کی دعوت کو پھیلانے والے کی وجہ سے مسلمان بہترین امت ہیں۔ اور یہ شرف اسی وقت مل سکتا ہے جب ہم یہ ذمہ داری نبھائیں گے۔ فرمایا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

''تم بہترین امت ہو تمہیں نکالا گیا ہے لوگوں کے لیے، تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

ترک دعوت کا نقصان:

باہم لڑائیاں؛ ناچاقی، اللہ کی رحمت اور برکت سے دوری؛ امن وامان کا خاتمہ اور ہر کی مصیبت کا سامنا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں نااتفاقی، لڑائی جھگڑے کی ایک بڑی وجہ دعو دین کو چھوڑ دینا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (المائدۃ: ۷۸، ۷۹)

"بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے، منع نہ کرتے تھے، اور جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً بہت ہی برا تھا۔"

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات پڑھ کر فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الْمُسِيْءِ وَلَتَطْرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا ، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أَوْ يَلْعَنَكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ .)) ❶

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے، برائی سے منع کرو گے اور خطا کار کی اصلاح کرو گے، اور غلط کار کو ہاتھ سے پکڑ کر راہ راست پر لاؤ گے، اور حق بات پر ایک دوسرے کی نصرت کرو گے؛ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے بعض کے دلوں کو بعض پر دے مارے گا، اور تم پر ایسے لعنت کرے گا جیسے بنی اسرائیل پر لعنت کی تھی۔"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلٰى جِبْرِيْلَ أَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِأَهْلِهَا ، قَالَ:فَقَالَ:يَا رَبِّ! إِنَّ فِيْهِ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ

❶ ابو داؤد باب الأمر والنهي برقم (٤٣٣٨)۔ سنن الترمذي باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر برقم (٢١٦٩)۔

عَيْنٍ ، قَالَ: فَقَالَ: اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَإِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ لِيْ سَاعَةً قَطُّ .)) ❶

"اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی: کہ فلاں فلاں بستی کو الٹ دو۔ جبریل نے کہا: یا اللہ! ان میں تیرا ایسا بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ پروردگار نے کہا: ہاں! اس بستی کو اس شخص پر اور اس کے رہنے والوں پر الٹ دو، اس لیے کہ ان بستیوں میں علی الاعلان گناہ ہوتا رہا، مگر اس کے ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔"

تہذیب نفس:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کا مکلف ٹھہرایا ہے، فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝﴾ (الاعلی)

"وہ انسان کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھتا رہا۔"

انسان کا نفس عام طور پر گناہ کی طرف میلان رکھتا اور گناہ کرنے کا حکم دیتا ہے، اس لیے بھی نفس کی اصلاح بہت ضروری ہے، اللہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ﴾ (یوسف: ۵۳)

"بے شک نفس تو گناہ پر ابھارنے والا ہے ہی، مگر جس پر میرا رب رحم کر دے۔"

تقدیم نفس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی اصلاح پر زیادہ قادر اور اس کا پ
جواب دہ ہے۔ حقیقت میں نفس کی شر پسندی سے انسان گناہوں کے پہاڑ تلے دب جاتا ہے
مگر کامیاب ہے وہ انسان جس نے اپنے نفس پر اپنے خالق کو نگہبان اور محافظ جان لیا،
اس کی اصلاح کر لی، بقول شاعر:

❶ المعجم الأوسط ضعيف (برقم ٧٦٦١) ٧/٣٣٦۔ السلسلة الضعيفة برقم (١٩٠٤)۔

إذا ما خلوت بريبة في ظلمة
والنفس داعية إلى الطغيان
فاستحي من نظر الإله وقل لها
إن الذي خلق الظلام يراني

"جب اندھیرے میں کسی گناہ کا موقع ملے، اور نفس تمہیں سرکشی (گناہ) کی دعوت بھی دیتا ہو، تو اللہ کی نظر سے حیا کر، اور اپنے نفس سے کہہ دے: بے شک جس نے اندھیرے کو پیدا کیا ہے وہ (مجھے) دیکھ رہا ہے۔"

اصلاح نفس ہی کامیابی کی ضمانت، اور عروج کی نشانی ہے؛ ورنہ اس جہاں میں کیا کچھ نہیں، بقول شاعر:

عليك بتقوى الله إن كنت غافلاً
ويأتيك الأرزاق من حيث لا تدري
فكيف تخاف الفقر والله رازق
فقد رزق الطير والحوت في البحر
ومن ظن أن الرزق يأتي بقوة
فما أكل العصفور شيئاً من النسر

"اگر تم غافل ہو تو تم پر اللہ ﷻ کا تقویٰ اختیار کرنا لازم ہے، تمہارے پاس (تقویٰ کی بدولت) رزق وہاں سے آئے گا جہاں سے تمہارا گمان بھی نہ ہو۔ اور تم کیسے فقر سے گھبراتے ہو، جبکہ اللہ ہی روزی رساں ہے۔ وہ پرندوں کو اور مچھلی کو سمندر میں روزی دیتا ہے۔ اگر کسی کا گمان ہو کہ رزق قوت سے حاصل ہوگی، تو وہ جان لے کہ اگر ایسا ہوتا تو چڑیا کو ایک دانہ بھی نہ ملتا۔"

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
کیا گردوں تھا تو ہے جس کا ٹوٹا ہوا تارا

تربیت اولاد:

اولاد کی زندگی بنانے اور بگاڑنے میں والدین کا کردار بنیادی ہوتا ہے۔ ہر بچے کو اللہ فطرت سلیمہ پر پیدا کرتے ہیں، جسے اس کے والدین کی تربیت بگاڑتی یا بناتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما من مولود إلا ويولد على الفطرة، فأبواه يهودانه، وينصرانه، ويمجسانه.)) ❶

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے؛ سو اس کے والدین اس کو یہودی، عیسائی، اور مجوسی بنادیتے ہیں۔"

بچوں اور اہل خانہ کی تربیت کے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ب تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحریم)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی آل واولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: ((أكرموا أولادكم وأحسنوا آدابهم فإن أولادكم هدية إليكم.)) ❷

"اپنی اولاد کے ساتھ اچھا اور کرم کا معاملہ کرو، اور ان کو اچھے آداب سکھاؤ، بے شک تمہاری اولاد اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ایک تحفہ ہے۔"

اولاد کے ساتھ بڑی شفقت والفت: ان پر کرم ومحبت کا مطلب اور ان کے حقو صحیح معنوں میں ادائیگی ان کو دینی علم وعمل سکھانا اور تربیت دینا ہے، تاکہ وہ صحیح دین سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

❶ البخاري باب ما قيل في أولاد المشركين برقم (١٣٨٥) مسلم باب معنى كل مولود يو الفطرة وحكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين برقم (٦٩٢٦).

❷ ابن ماجة باب بر الوالد والإحسان إلى البنات برقم ٣٦٧١.

"اپنی اولاد کو جب سات سال کے ہو جائیں نماز پڑھنے کا حکم دو، اور اگر دس سال کی عمر میں نماز ادا نہ کریں تو ان کو سزا دو، اور اسی عمر میں ان کو علیحدہ علیحدہ بستر میں سلانا چاہیے۔" ❶

اچھی اخلاق اور جسمانی تربیت والدین اور کنبے کے سربراہ و سرپرست کی ذمہ داری ہے۔ بڑے بھائی؛ اور چچا (تایا) والد کے قائم مقام ہیں۔ بہن؛ اور خالہ (پھوپھی) جو کہ والدہ کی قائم مقام ہے ان کی ذمہ داری بھی (والدین کے نہ ہونے کی صورت میں) والدین جیسی ہے۔ والدین نہ ہونے کی صورت میں یہ ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ انہیں قصص انبیاء، سیرتِ نبویؐ، سیرت صحابہ، اور واقعات تابعین سے آگاہ کیجیے تاکہ وہ ان کے نقش قدم پر چل سکیں۔ بچوں کی تربیت کرکے آنے والی نسل کو پروان چڑھانا ہے، اس امت کے مستقبل کو سنوارنا ہے جو عرصہ دراز سے حقیقی تبدیلی کی منتظر ہے؛ جو کہ ہماری ذمہ داری ہے؛ اور آنے والی نسلوں کا ہم پر قرض ہے۔ شاعر کہتا ہے:

لَا بُدَّ مِنْ صُنْعِ الرِّجَالِ ... وَمِثْلُهُ صُنْعُ السِّلَاحِ
وَصِنَاعَةُ الأَبْطَالِ عِلْمٌ ... قَدْ دَرَاهُ أُوْلُو الصَّلَاحِ
مَنْ لَمْ يُلَقَّنْ أَصْلَهُ ... مِنْ أَهْلِهِ فَقَدَ النَّجَاحَ
لَا يُصْنَعُ الأَبْطَالُ إِلَّا ... فِي مَسَاجِدِنَا الْفِسَاحِ
فِي رَوْضَةِ الْقُرْآنِ فِي ... ظِلِّ الأَحَادِيْثِ الصِّحَاحِ
شَعْبٌ بِغَيْرِ عَقِيْدَةٍ ... أَوْرَاقٌ يُذَرِّيْهِ الرِّيَاحُ
مَنْ خَانَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ... يَخُوْنُ حَيَّ عَلَى الْكِفَاحِ

"لازمی طور پر مردوں کی تیاری ایسے ہونی چاہیے، جیسے اسلحہ پیدا کرنے کی۔ اور ہیرو پیدا کرنے کا علم باصلاحیت لوگ جانتے ہیں۔ اور جو کوئی فن کو، اصل اہل فن سے نہیں سیکھتا، وہ کامیابی سے دور رہتا ہے۔ اور ہماری ان کشادہ مسجدوں کے

❶ أبو داؤد باب متى يؤمر الغلام بالصلاة برقم(٤٩٥): صحيح.

باہر ہیرو نہیں پیدا کیے جا سکتے، بلکہ ہیرو تو قرآن کے باغیچوں اور صحیح احادیث کے سائے میں تیار ہوتے ہیں۔ اور بغیر عقیدہ کے قوم کی مثال ان پتوں کی ہے جنہیں ہوائیں ادھر ادھر اڑاتی پھرتی ہیں۔ اور جو کوئی حي على الصلاة (نماز کی طرف آنے) میں خیانت کرتا ہے، وہ حق (جہاد میں سرفروشی) کی طرف آنے میں بھی خیانت کرتا ہے۔"

اولاد آپ کے پاس اللہ کی سپرد کردہ امانت ہے، آپ نے اس امانت کا کتنا خیال کیا، صرف کھانا کھلانا، اور دیگر ضروریات پورا کرنا ہی شفقت نہیں، بلکہ ان سے اصل محبت آنے والے بڑے عذاب سے بچانا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ ، يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ .)) ❶

"ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کسی رعایا پر نگہبان بنا دیتا ہے، اور وہ مرتا ہے، اور جس دن وہ مرتا ہے وہ اپنی رعایا سے دھوکہ کرتے ہوئے مرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتے ہیں۔"

والد غور کرے کہ اس نے حقوق اولاد اور اپنے واجبات کی ادائیگی میں کتنی امانت داری سے کام لیا؟

خشت اول گر نہد معمار کج ... تا ثریا مے رود دیوار کج

صالحین کی صحبت ومحبت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ

❶ متفق عليه البخاري باب من استرعي رعية فلم ينصحه برقم (٧١٥٠) مسلم باب استحقاق الو الغاش لرعيته النار برقم (٣٨٠).

فُرُطًا ﴿۲۸﴾ (الکہف: ۲۸)

"اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اُس کی خوشنودی کے طالب ہیں اُن کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگی دنیا کے طلبگار ہو جاؤ، اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔"

انسان کے ہم نشین و ہم مجلس اس کے عادات و کردار کی پہچان ہوتے ہیں۔ محفل کا یہ اثر اس پر باقی رہتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ شَيْءٌ أَصَابَكَ مِنْ رِيْحِهِ ، وَمَثَلُ الْجَلِيْسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيْرِ ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْ سَوَادِهِ أَصَابَكَ مِنْ دُخَانِهِ .)) [1]

"اور اچھی صحبت کی مثال کستوری والے کی ہے، اگر آپ کو اس سے کچھ بھی نہ ملا، تب بھی خوشبو ضرور آپ کو پہنچے گی۔ اور بری مجلس کی مثال بھٹی والے کی ہے، اگر آپ کو اس کی سیاہی نہ لگی تو دھوئیں سے ضرور تکلیف ہوگی۔"

اور فرمایا:

((اَلرَّجُلُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلْ .)) [2]

"انسان اپنے ہمراہی کے دین پر ہوتا ہے، پس چاہیے کہ وہ دیکھے کس کو ہمراہ کیے ہے۔"

اس معنی میں دیگر کتب میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ

[1] أبو داؤد باب من يؤمر أن يجالس برقم (٤٨٤١) صحيح.

[2] أبو داؤد باب من يؤمر أن يجالس برقم (٤٨٤١) صحيح۔ سنن الترمذي بدون ذكر الباب برقم (٢٣٧٨)۔ المستدرك للحاكم كتاب البر والصلة برقم (٧٣١٩).

نے بہت خوبصورت انداز میں کہا:

جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

عربی شاعر کہتا ہے:

فَتَشَبَّهُوْا بِالْكِرَامِ إِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا
مِثْلَهُمْ إِنَّ التَّشَبُّهَ بِالْكِرَامِ فَلَاحٌ

"بزرگوں کی مشابہت اختیار کرو، اگرچہ تم ان جیسے نہیں ہو، کیونکہ بزرگوں کی مشابہت اختیار کرنے میں کامیابی ہے۔"

اُردو کے شاعر نے بھی اس میں اپنا حصہ یوں ڈالا ہے:

مستی کے لیے بوئے مے تلخ ہے کافی
میخانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

لقمان حکیم کی نصیحت:

جناب لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اے میرے بیٹے! ایسی قوم کی مجلس میں بیٹھنا جو اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہوں: اگر تو اہل علم ہوگا، ان کا علم تجھے نفع دے گا، اور اگر جاہل ہوگا، وہ تجھے علم کی بات سکھائیں گے؛ اور ان پر جو رحمتیں اور رزق نازل ہوگا، اس میں تیرا بھی حصہ ہوگا، اور ایسی قوم کے ساتھ مت بیٹھ جو اللہ کو یاد نہیں کرتے، کیونکہ اگر تو عالم ہوگا تو تجھے تیرا علم نفع نہیں دے گا، اور اگر جاہل ہوگا، تو تیری جہالت کو اور زیادہ کر دیں گے، اور اگر ان پر لعنت یا اللہ کی ناراضگی نازل ہوئی تو تیرا شمار بھی ان میں ہوگا۔" [1]

[1] سنن الدارمي، باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، برقم ٣٨١.

صحبت صالحین، ان کے کلام سے فوائد اور نکات ایسے نوٹ کرنا، جیسے عمدہ پھل چنا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ فرماتے ہیں:

''میری خاطر محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہوگئی ہے۔ اور ان کے لیے بھی جو میری خاطر مجلس آراستہ کرتے ہیں۔ اور ان کے لیے بھی جو میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔''❶

اور فرمایا:

''ایمان کا مضبوط ترین رشتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور دشمنی رکھی جائے۔''❷

مسلمان کا اپنے بھائی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے محبت سچے ایمان، اور حسنِ خلق کا مظہر ہے۔ اس ڈھال سے اللہ تعالیٰ قلب مومن کی حفاظت اور اس میں ایمان کو مضبوط کرتے ہیں، تاکہ نہ تو وہ کمزور ہو اور نہ بھٹکنے پائے۔ جنید بغدادی رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''بھلائی کا خزانہ تین باتوں میں ہے:

۱: اگر اپنے دن کو ایسی چیز میں نہ لگا سکو جس میں تمہارے لیے بھلائی ہو تو ایسی چیز میں بھی نہ لگاؤ جس میں تمہارے لیے برائی ہو۔

۲: اگر تم نیک اور صالحین کی صحبت نہیں اختیار کر سکتے تو برے اور شریر لوگوں کی صحبت بھی اختیار نہ کرو۔

۳: اور اگر تم اپنے مال کو ایسی چیز میں خرچ نہیں کر سکتے جس میں اللہ کی رضامندی ہو تو ایسی چیز میں بھی خرچ نہ کرو جس میں اللہ کی ناراضگی ہو۔''❸

---

❶ مشکوٰۃ۔ المعجم الکبیر برقم ۱۵۰۔ موطا، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ برقم ۱۷۱۱۔ صحیح ابن حبان باب الصحبۃ و المجلس برقم ۵۷۵۔ مسند احمد بن حنبل برقم ۲۲۰۳۰۔

❷ شعب الإیمان، باب الدلیل علی أن الطاعات کلها من الإیمان برقم ۱۳۔ مسند ابن ابی شیبۃ برقم ۳۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبۃ برقم ۷۰۔ وفی باب ما ذکر عن نبینا ﷺ برقم ۳۴۳۳۸۔

❸ الزهد، للبیهقی/ ۲۹۰۔

اہل حق کی صحبت کے فائدے:

اہل علم زہاد اور اہل ورع و تقویٰ کی صحبت چھ چیزوں سے چھ چیزوں کی طرف دعوت ہے:

۱: شک سے یقین کی طرف۔

۲: ریا سے اخلاص کی طرف۔

۳: غفلت سے ذکر کی طرف۔

۴: دنیا میں رغبت سے آخرت میں رغبت کی طرف۔

۵: تکبر سے تواضع کی طرف۔

۶: بری صحبت اور افعال سے اچھے کاموں اور نصیحت کی طرف۔

اللہ کے لیے محبت پر انعام:

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کی مجلس میں فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَا)) ❶

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے جلال سے محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔''

---

❶ المعجم الکبیر للطبرانی برقم ۳۴۳۴۔ سنن الترمذی باب الحب فی اللہ برقم ۲۳۹۰۔ علامہ ابوبکر الجزائری نے ''منہاج المسلم'' میں حدیث یوں درج کی ہے مگر ان الفاظ میں مجھے نہیں ملی: ((إِنَّ حَوْلَ الْعَرْشِ مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَلَيْهَا قَوْمٌ لِبَاسُهُمْ نُوْرٌ وَوُجُوْهُهُمْ نُوْرٌ لَيْسُوْا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ، وَلٰكِنْ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ، قَالُوْا: صِفْهُمْ لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ، الْمُتَجَالِسُوْنَ فِي اللّٰهِ، الْمُتَزَاوِرُوْنَ فِي اللّٰهِ.)) ((بے شک اللہ تعالیٰ کے عرش کے ارد گرد نور کے منبر ہیں جن پر ایسے لوگ ہیں جن کا لباس بھی نور کا ہے، وہ نہ تو انبیا ہیں، اور نہ شہداء، لیکن انبیا اور شہدا ان پر رشک کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی صفات ہمارے لیے بیان کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے، اللہ کے لیے آپس میں مل بیٹھنے والے، اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے کی زیارت کو جانے والے))۔

لوگوں سے میل جول:

انسان فطرتی طور پر اجتماعیت پسند ہے۔ وہ اکیلا نہیں رہ سکتا۔ اس لیے اس فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کے کچھ دوست واحباب ہوں، جن کے ساتھ انس والفت پیدا ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ موجودہ دور میں ایک انسان اس پر ہنگام اور گنجان آباد معاشرہ کا ممبر بھی ہو، اور وہ صرف اللہ والوں کی مجالس تلاش کرتا رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجلس مطلوب ہے، لیکن عام لوگوں کے ساتھ برتاؤ بھی ایک ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک انسان اپنے ہی نفس کو تمام امور میں کھپاتا رہے، اور وہ دوسروں سے کوئی مدد نہ لے۔ اور نہ وہ اپنے نفس کا حق ادا کرے اور نہ معاشرے کے حقوق ادا کرے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہماری اس عالی شان اور روشن تاریخ میں بہت عمدہ مثالیں اور رہنمائی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود کفار ومشرکین، یہود ونصاریٰ کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔ اور ان کی زندگی ہی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اگر اچھے لوگ اپنی کٹیا اور گھر تک محدود ہو جائیں گے تو بھلائی کیسے پھیلے گی؟ حدیث میں ہے:

((اَلَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ .))❶

"جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے، اور ان کی تکلیف پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے بہتر ہے، جو لوگوں سے میل جیل نہیں رکھتا، اور نہ ان کی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔"

اس میل جول کا قاعدہ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، فرمایا:

((خَالِطِ الْمُؤْمِنَ بِقَلْبِكَ ، وَخَالِطِ الْفَاجِرَ بِخُلُقِكَ .))

"مومن کے ساتھ اپنے دل سے میل جول کیجیے، اور فاجر کے ساتھ حسن اخلاق سے میل جول کیجیے۔"

❶ مسند احمد برقم ۲۳۰۹۹؛ الترمذی بدون ذکر الباب، برقم ۲۵۰۷۔ سنن ابن ماجة باب الصبر على البلاء برقم ۴۰۳۲/ صحيح

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

...

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

متفرق نیک اعمال:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝﴾ (الكهف: ۱۰۷)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور نیک عمل کیے، ان کے لیے بطور مہمانی کے جنت فردوس تیار کی گئی ہے۔"

اور فرمایا:

﴿جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ﴾ (مريم: ٦١)

"وہ ہمیشہ ہمیشہ کی جنت ہے جس کا رحمان نے اپنے بندوں سے غیب میں وعدہ کر رکھا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾ (النحل: ٩٧)

"اور جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، ہم اسے بہترین زندگی دیں گے۔"

اچھے اعمال کرنے سے نہ صرف انسان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، بلکہ سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰي لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ (هود: ١١٤)

"نماز قائم کیجیے دن کے اطراف پر، اور رات کے ایک حصہ میں، بے شک بھلائیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، اور یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے۔"

اللہ کسی محنت کرنے والے کی محنت کو کبھی بھی ضائع نہیں کرتے، اس بڑے انعام کے ساتھ ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر مغفرت کا وعدہ کیا ہوا ہے، مزید ترغیب کے لیے اس پر جنت کی گارنٹی بھی دی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ (المائدہ: ٩)

"اللہ کا ان لوگوں کے ساتھ وعدہ ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔"

جب انسان اپنے گناہ سے ڈرے، نیک اعمال بجالائے، اور اپنے نفس کو بھلائیوں کا عادی بنادے، اس صورت میں گزرا ہوا گناہ اس کے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴾ (الرحمٰن: ٤٦)

"اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا؛ دو جنتیں ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ.)) [1]

[1] الترمذي، باب طول العمر للمؤمن برقم ٢٣٢٩۔ حسن صحيح؛ جامع الصحيح بمبر ٣٢٩٧۔ السنن الكبرى للبيهقي باب طوبى لمن طال عمره وحسن عمله برقم ٦٧٦٣۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم كتاب الجنائز برقم ١٢٥٦۔

"لوگوں میں بہترین انسان وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو، اور اس کے اعمال اچھے ہوں۔"

فرصت کے ان لمحات کو غنیمت جانیے، اور اپنا میزان عمل بھاری کرنے کے لیے عمل کیجیے۔ دیکھنا کہیں وقت کھو نہ جائے۔

دولت نے کہا مجھ سے ہے عزت جہاں
فرمایا ہنر نے میں ہوں عزت کا نشاں
عزت بولی غلط ہے دونوں کا بیاں
میں بھید ہوں حق کا جو ہے نیکی میں نہاں

اس انقلاب زمانہ کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے:

شَبَابٌ وَشَيْبٌ وَافْتِقَارٌ وَثَرْوَةٌ
فَلِلّٰهِ هٰذَا الدَّهْرُ كَيْفَ تَرَدَّدَا
إِذَا أَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقٰى
وَلَاقَيْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا
نَدِمْتَ عَلٰى أَنْ لَا تَكُوْنَ كَمِثْلِهٖ
وَأَنَّكَ لَمْ تَرْصُدْ لِمَا كَانَ أَرْصَدَا

"جوانی اور بڑھاپا، فقیری اور تونگری۔ ارے اللہ کے لیے بتاؤ تو سہی یہ گردشِ زمانہ کیسی ہے؟ اگر تم تقویٰ کے زادِ سفر کے بغیر کوچ کرو گے، اور موت کے بعد ان لوگوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا تھا۔ اس بات پر ندامت ہوگی کہ تو ان جیسا کیوں نہیں ہوسکا۔ اور تو نے اس چیز کے لیے تیاری ہی نہیں کی، جس کے لیے انہوں نے تیاری کی تھی۔"

گناہوں سے اجتناب:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا

فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ (النساء: ۱٤)

"اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی، اور اس کی حدوں کو پامال کرے گا، اسے جہنم کی آگ میں داخل کیا جائے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا، اور اس کے لیے ہے رسوا کن عذاب۔"

گناہ سے دل خراب ہو جائے تو پھر انسان ہرگز نہ دنیا میں فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ آخرت میں کوئی صلہ ملے گا، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾﴾

(الشعراء: ۸۸، ۸۹)

"جس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، مگر جو صحیح دل کے ساتھ اللہ کے ہاں حاضر ہوا۔"

شاعر کہتا ہے:

رَأَيْتُ الذُّنُوبَ تُمِيتُ الْقُلُوبَ
وَقَدْ يُورِثُ الذُّلَّ إِدْمَانُهَا
وَتَرْكُ الذُّنُوبِ حَيَاةُ الْقُلُوبِ
وَخَيْرٌ لِنَفْسِكَ عِصْيَانُهَا

"ہم نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں، اور بیشتر اوقات گناہوں میں مست رہنا ذلت کا سبب بنتا ہے۔ اور گناہ چھوڑنے میں دلوں کی زندگی ہے۔ اور آپ کے نفس کے لیے گناہوں کی نافرمانی کرنا بہتر ہے۔"

توبہ و استغفار:

انبیا کے علاوہ کوئی بھی گناہ سے پاک اور معصوم نہیں ہے۔ انسان کو انسان اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھول جانے والا اور بہت جلد مانوس ہونے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ.)) [1]

[1] مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی/ صحیح۔

"بنی آدم سب کے سب خطا کار ہیں، اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔"

استغفار میں اللہ کی رحمت کا بڑا ہی حسین پہلو ہے، اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں نیکیاں بھی ملتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات بھی نصیب ہوتی ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾﴾

(المائدہ: ۷٤)

"کیا وہ اللہ کی طرف رجوع اور استغفار نہیں کرتے، اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

ایک اچھے اور خوفِ خدا رکھنے والے انسان کی صفت یہ ہے کہ وہ گناہ پر اصرار نہیں کر[تا] بلکہ فوراً توبہ اور ترکِ گناہ سے اپنے اللہ کو راضی کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

"اور وہ لوگ جب کوئی برائی کا کام کر گزرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو گناہوں کا بخشنے والا ہو، اور وہ اپنے فعل دانستہ طور پر پر اصرار نہیں کرتے۔"

پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم میں روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔" [1]

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ

[1] البخاری باب استغفار النبی ﷺ برقم ۵۹٤۸.

بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ، وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُ لَهُمْ .)) ❶

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم بالکل ہی گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تم کو اس دنیا سے لے جائے گا، اور تمہاری جگہ ایسی قوم لے آئے گا، جو گناہ بھی کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس پر معافی بھی مانگیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیں گے۔''

اس سے مراد ہمیں گناہوں کی اجازت دینا نہیں: بلکہ یہ بتانا ہے کہ گناہ کرنا اتنا قبیح جرم نہیں، جتنا اس گناہ پر توبہ نہ کرنا بڑا جرم ہے۔ جبکہ انسان سے بشری تقاضے کے تحت گناہ کا ہونا ایک عام سی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عذاب سے نجات کے لیے دو نعمتوں سے نوازا: ایک محمد ﷺ کا وجودِ مقدس، اور دوسرا خود مومنین کا استغفار کرنا۔ فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝﴾ (الانفال: ٣٣)

''اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دیں گے جب تک آپ ان میں موجود ہوں، اور اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک وہ استغفار کرتے رہیں۔''

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ تو اپنے مقام پر پہنچ گئے، اور استغفار ہم میں قیامت تک کے لیے باقی ہے۔''

ایک بزرگ نے تقریر کرتے ہوئے بڑی ہی عجیب اور فائدے کی بات کہی، فرمایا: ''اللہ تعالیٰ انسان کو گناہ کی وجہ سے جہنم میں داخل نہیں کرے گا، بلکہ اس وجہ سے جہنم میں داخل کرے گا کہ اس نے توبہ کیوں نہیں کی۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت متقین کی صفات یوں بیان کی ہیں:

﴿لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

❶ مسلم باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة برقم ٧١٤١۔ مسند أحمد بن حنبل برقم ٢٦٢٣.

فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝﴾ (آل عمران: ١٥، ١٧)

''متقین کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی؛ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اور ان کے لیے پاکیزہ بیویاں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جو دعا کرتے ہیں: یا رب! بے شک ہم ایمان لائے، پس ہمارے گناہ معاف فرمادے، اور ہمیں عذاب جہنم سے بچالے۔ جو اہل صبر، سچ کے پیکر، اور فرمانبردار ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کرنے والے ہیں۔''

توبہ کا فائدہ:

اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں، فرمایا:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ (الفرقان: ٧٠)

''مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا، اور نیک اعمال کیے، پس انہی لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ بڑے ہی بخشنے والے اور مہربان ہیں۔''

حدیث میں ہے:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ .)) ❶

❶ ابن ماجة باب حق المرأة على زوجها برقم ١٨٥١/صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي باب [illegible] القاذف برقم ٢١٠٧٢.

’’گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہے ہی نہیں۔‘‘

توبہ نصوح سے مراد وہ توبہ ہے، جس کے بعد وہ گناہ نہ کیا جائے، اور جس کا حق مارا ہو، اسے ادا کیا جائے۔ گناہ کے ہونے پر افسوس اور ندامت ہو، اور آئندہ کیلئے گناہ نہ کرنے کا پکا عزم ہو۔

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

دنیاوی فائدہ:

توبہ کے دنیاوی فوائد بے شمار ہیں۔ یہاں پر ان کا شمار اور گنتی ممکن نہیں؛ بس اس جانب ترغیب دلانے کے لیے ایک اشارہ مقصود ہے۔ ان فوائد میں اہم فائدہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی، معاشرتی امن کے قیام میں اپنی ذمہ داری سے عہد برآن ہونا، اور آخرت کے خوف سے ذاتی اصلاح ہے۔ کیونکہ سچی توبہ کے لیے بنیادی شرائط میں سے ایک لوگوں کے غصب کردہ حقوق کا واپس کر دینا ہے۔ ورنہ توبہ اور نا قابل قبول ہے۔

من جملہ فوائد میں سے: رزق میں آسانی وفراوانی، مشکلات سے نجات، اور مصائب سے چھٹکارا، خوش گوار، پر اطمینان، اور آرام دہ زندگی گزارنا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ (هود: ٣)

’’اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو، اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، وہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک مقررہ وقت تک بہترین ساز وسامان سے نوازے گا، اور ہر ایک بھلائی کرنے والے کو بھلا بدلہ دے گا۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَـنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجاً، وَمِنْ كُلِّ

هَمٍّ فَرَجاً وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.)) [1]

’’جس نے استغفار کو اپنا معمول بنالیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ، اور ہر غم سے چھٹکارا کا سامان کر دیتے ہیں، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔‘‘

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَنْ رُزِقَ الشُّكْرُ لَمْ يُحْرَمْ مِنَ الزِّيَادَةِ، وَمَنْ رُزِقَ الدُّعَاءُ لَمْ يُحْرَمْ الإِجَابَةُ، وَمَنْ رُزِقَ التَّوْبَةُ لَمْ يُحْرَمْ الْعَفْوُ، وَمَنْ رُزِقَ الصَّبْرُ لَمْ يُحْرَمْ الأَجْرُ، وَمَنْ رُزِقَ الِاسْتِغْفَارُ لَمْ يُحْرَمْ مِنَ الْمَغْفِرَةُ.))

’’جس کو شکر کی نعمت سے نوازا گیا، وہ اور زیادہ ملنے سے محروم نہیں رہے گا، اور جس کو دعا کی توفیق دی گئی، وہ قبولیت سے محروم نہیں رہے گا، اور جس کو صبر سے نوازا گیا وہ اجر سے محروم نہیں رہے گا، اور جس کو استغفار کی توفیق دی گئی، وہ بخشش سے محروم نہیں رہے گا۔‘‘

توبہ کی شرائط:

توبہ کی قبولیت کے لیے کچھ شرطیں اور اہم ترین بنیادی امور ہیں، جن کو پورا کئے [illegible] توبہ قبول نہیں ہوتی؛ وہ شرائط حسب ذیل ہیں:

۱۔ توبہ اس کا وقت ختم ہونے سے پہلے کی جائے۔ وقت مدت دو طرح کی ہے۔ خا[illegible] مدت، جو ہر انسان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ مدت سانس اکھڑنے سے پہلے [illegible] ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ

[1] ابو داؤد، باب في الاستغفار برقم ۱۵۲۰۔ سنن ابن ماجة باب الاستغفار برقم ۳۸۱۹۔ السنن الک[illegible] باب ما يستحب من كثرة الاستغفار في الخطبة برقم ۶۲۱۴۔ ضعيف۔

الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْـٰٔنَ ﴾ (النساء: ١٨)

"ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں ہے جو گناہ کرتے رہیں، جب موت کا وقت آجائے، اور پھر کہیں اب توبہ کرتا ہوں۔"

۲: اور عام وقت سورج مغرب سے طلوع ہونے کے ساتھ ہی ختم ہوجائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.)) ❶

"جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کرلی، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔"

توبہ قبول ہونے کے لیے پانچ شرطیں ہیں:

۱: اخلاص: یعنی صدق دل سے توبہ کی جائے، صرف زبانی دعویٰ نہ ہو۔

۲: اقلاع: جس گناہ سے توبہ کی جارہی ہے، اسے فوراً چھوڑ دیا جائے، اسی میں لگا نہ رہے۔

۳: عدم رجوع: اس بات کا پکا عزم ہو کہ آئندہ کے لیے یہ گناہ دوبارہ نہ کیا جائے گا۔

۴: ندامت: انسان اس گناہ کے ہوجانے پر خوش نہ ہو، بلکہ دل میں گہری ندامت ہو کہ جو گناہ ہوگیا، اسے نہیں ہونا چاہیے تھا، کیونکہ یہ اللہ کی نافرمانی کا کام ہے۔

۵: ابراءِ ذمہ: یہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہے۔ یعنی اگر کسی کا حق مارا ہے، یا کسی پر ظلم کیا ہے تو اسے حق ادا کیا جائے، یا وہ معاف کروایا جائے۔

صدقہ:

صدقہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے رزق حلال میں سے کچھ مال حسب استطاعت اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے حصول کے لیے فقراء و مساکین پر خیرات کردے۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت اور ایمان کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

❶ مسلم باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه ح ٧٠٣٦ ـ ابن حبان باب التوبة برقم ٦٢٩.

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ ﴾ (البقرة: ٢٧٦)

"اللہ تعالیٰ سود کو ختم کرتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار کو پسند نہیں فرماتے۔"

صدقہ و خیرات کرنا یا ایسا کرنے کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین کاموں میں سے ایک ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء: ١١٤)

"اور ان کی بہت ساری سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے، مگر جو کوئی صدقہ کرنے کا حکم دے، یا نیکی کا، یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا کام کرے، اور جو کوئی یہ اللہ کی رضامندی کے لیے کرے گا، عنقریب اس کو ہم بہت بڑا بدلہ دیں گے۔"

آپ ﷺ نے صدقہ و خیرات کا اجر و ثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَخَتَمَ لَهُ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) ❶

"جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کیا؛ اور اسی پر اس کا اختتام ہوا؛ وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

آپ ﷺ احوال قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سات قسم کے لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے، جس دن اس کے سائے کے بغیر کوئی اور سایہ نہ ہوگا...... ایک وہ آدمی جس نے اللہ کی راہ میں صدقہ دیا، اور اس صدقہ کو چھپایا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو

❶ احمد برقم ٢٣٣٢٤ ـ قال شعيب الأرناؤوط: صحيح لغيره.

کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے......“❶

آیئے! ان فارغ اوقات کو کارآمد بنائیں؛ معذور، بیوہ، یتیم اور بے سہارا کی خبر گیری کریں جن کا کوئی پرسان حال نہیں؛ اپنی جیب سے اور اہلِ ثروت سے ایسے لوگوں کے ساتھ تعاون کروائیں جن کا اللہ کے بغیر کوئی سہارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مدد گار کی ایسی جگہ پر مدد کریں گے جہاں وہ چاہتا ہو کہ میری مدد کی جائے؛ حدیث ہے:

((كَانَ اللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ .)) ❷

”اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندہ کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔“

صدقات پر انعام:

انسان کا کوئی بھی جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے، کبھی بھی ضائع نہیں جاتا۔ بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی بدلہ دیتے ہیں، اور آخرت میں بھی اس کے لیے اجر وثواب کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے۔ مگر اس کا احساس ظاہری آنکھ سے نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بصیرت وسمجھ ملنے کی دعا کی جانی چاہیے۔ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے پر انسان کو کیا کچھ ملتا ہے یہ ایک طویل موضوع ہے جس میں سے چند ایک نکات کا تذکرہ صرف اپنے قارئین کی دلچسپی اور ترغیب کے لیے ذکر کیے جارہے ہیں۔

نیکی اور بھلائی میں آسانی:

صدقات پر اللہ تعالیٰ سب سے پہلا انعام یہ عطا فرماتے ہیں کہ اس انسان کے لیے نیکی اور بھلائی کی راہیں کھول دیتے ہیں، اور خیر واحسان کے کاموں میں آسانی پیدا کردیتے

❶ رواه البخاري، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة؛ برقم ٦٢٩ ۔ مسلم باب فضل اخفاء الصدقة برقم (١٠٣١)

❷ مسلم باب فضل الإجتماع على تلاوة القرآن برقم ٧٠٢٨۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم كتاب [illegible] برقم ٨١٥٩۔ سنن أبي داؤد باب في المعونة للمسلم برقم ٤٩٤٨.

ہیں جن کے کرنے سے انسان کے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝﴾

(الليل: ٥۔٧)

”سو جس نے عطیہ دیا، اور اچھی بات کی تصدیق کی، پس ہم اس کے لیے بھلائی کو آسان کردیں گے۔“

پورا پورا بدلہ:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے، وہ بغیر کسی کمی یا نقصان کے پورے کا پو[...]ل جاتا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝﴾

(البقرہ: ٢٧٢)

”اور جو بھی بھلی چیز تم خرچ کرو، وہ تمہیں پوری پوری دی جائے گی، اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

یہی نہیں کہ انسان کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ انسان کے اخلا[...] اور اس کی نیت (دل کے بھید) کو جانتے ہیں، اور اس کی نیت کے مطابق ایک نیکی کا بدلہ [...] سے لیکر سات سو نیکیوں اور اس سے کئی گنا زیادہ سے نوازتے ہیں۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

جہنم کی آگ سے نجات:

اس سخت آگ سے نجات کے لیے معمولی سا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی اہ[...] رکھتا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((إِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ .)) ❶

”اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ خواہ آدھی کھجور سے کیوں نہ ہو۔“

ایک دوسری روایت میں ہے: ”صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ (غضب) کو ایسے مٹا

❶ البخاري باب اتقوا النار ولو بشق تمرة والقليل من الصدقة برقم (١٤١٥)۔ مسلم باب الحث [...] الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة وأنها حجاب من النار برقم (٢٣٩٤).

دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔"

بہترین بدلہ:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ﴾ (سبا: ۳۹)

"جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ عنایت فرمائیں گے۔"

انسان تو اس قدر خرچ کرتا ہے جتنا اس کی فقر و مسکنت؛ قوت اور استطاعت کے لحاظ سے مناسب ہے، اور اللہ اس کا بدلہ ایسے عطا فرماتے ہیں جیسے شانِ الٰہی کے شایان ہے۔

گناہوں کی مغفرت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾

(التغابن: ۱۷)

"اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو گے، وہ اسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا، اور تمہاری مغفرت کر دے گا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلصَّلَاةُ نُورٌ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِيءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ۔ وَالْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ)) ❶

"نماز ایک نور ہے، اور روزہ ایک ڈھال ہے۔ اور صدقہ خطاؤں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔"

❶ سنن الترمذي باب ما ذكر في فضل الصلاة برقم ٦١٤۔ الجامع لشعب الإيمان برقم ٦٦١٠۔ مسند ابي يعلى برقم ١٩٩٩۔ صحيح۔

ملائکہ کی دعا:

اللہ تعالیٰ کی معزز و مکرم مخلوق فرشتے اور دیگر مخلوقات بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے خیر و برکت کی دعائیں کرتی ہیں، حدیث میں آتا ہے:

((أَنَّ مَلَكاً فِي السَّمَاءِ يَدْعُو فِي كُلِّ سَاعَةٍ اَللّٰهُمَّ أَعْطِ كُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفاً وَاعْطِ كُلَّ مُمْسِكٍ تَلَفاً۔)) ❶

"ایک فرشتہ آسمانوں میں ہر وقت یہ دعا کرتا ہے یا اللہ! خرچ کرنیوالے کو بہترین بدلہ عطا فرما دے، اور بخیل یعنی خرچ نہ کرنے والے سے یہ نعمت تلف کر لے۔"

یتیم کی کفالت:

وہ بچہ جس سے اللہ تعالیٰ نے باپ کی شفقت کا سایہ چھین لیا ہو وہ یقیناً ہم سب کے پیار و محبت کا مستحق ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا۔)) ❷

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے۔ یہ فرما کر آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا، اور ان کے درمیان خلا پیدا کیا۔"

نفسا نفسی اور مادی قدروں کے اس دور میں جب مختلف جگہوں پر مصائب اور مظالم بپا ہیں۔ ہزاروں بیوائیں، اور یتیم بچے رل رہے ہیں۔ عیسائی اور دیگر لا مذہب ادارے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ان معصوموں کو شکار کر رہے ہیں۔ کئی ایک خود اپنی مجبوری کی وجہ سے ان کی گود میں گر رہے ہیں۔ یہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ بہت ساری مسلم دینی تنظیمیں اور جماعتیں

❶ البخاري باب قول الله تعالى ﴿فاما من أعطى واتقى وصدق بالحسنى فسنيسره لليسرى﴾...... برقم (١٤٤٢)۔ مسلم باب في المنفق والممسك برقم (٢٣٨٣)۔

❷ البخاري باب فضل من يعول يتيماً برقم (٦٠٠٥)۔

بھی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں، اور بھر پور منظم انداز میں کام ہو رہا ہے۔ آپ اپنے گھر بیٹھ کر دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی تنظیم کے ذریعے یتیم اور بیوہ کی کفالت کا ذمہ لے سکتے ہیں۔ عامل اور کفیل کے لیے برابر کا اجر ہوگا۔

تنگدست کی مدد کرنا:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَنَّ رَجُلاً مَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ ، فَقِيلَ لَهُ : مَا كُنْتَ تَعْمَلُ؟ قَالَ: "إِنِّي كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ ، فَكُنْتُ أَنْظِرُ الْمُعْسِرَ ، وَ أَتَجَوَّزُ فِي السِّكَّةِ ، أَوْ فِي النَّقْدِ ، فَغُفِرَ لَهُ .)) ❶

''بے شک ایک آدمی مرا، اور جنت میں داخل ہوا۔ اس سے پوچھا گیا: تمہارا عمل کیا تھا؟ کہا: میں لوگوں سے لین دین میں تنگدست کو مہلت دیتا تھا، اور اس سے نقد یا مقابل لینے میں نرمی کرتا تھا اس کی مغفرت کر دی گئی۔''

جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے کمزور بھائی کی مدد کرے گا تو اللہ کے ہاں اس کے لیے اجر عظیم ہے۔ حدیث میں ہے:

((كَانَ اللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ .)) ❷

''اللہ تب تک اپنے بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَقَالَ مُسْلِماً أَقَالَ اللّٰهُ عِثْرَتَهُ .)) ❸

❶ مسلم باب فضل إنظار المعسر برقم (٤٠٧٨).
❷ مسلم /صدقه کی بحث میں تخریج گزر چکی ہے۔
❸ ابو داؤد باب في فضل الإقالة برقم (٣٤٦٢)۔ مستدرك الحاكم كتاب البيوع برقم (٢٢٩١)۔ صححه الباني.

''جس نے کسی مسلمان کو بیچا ہوا سامان واپس کرنے پر واپس کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیں گے۔''

ہم لوگ اگر اپنے نفس کے لیے اللہ جل شانہ سے امان چاہتے ہیں تو یہ وقت غنیمت ہے، اسے غربا اور مساکین کی خبر گیری میں لگائیں:

ہے یہ بھی عبادت ، جز دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

حیوانات کے ساتھ شفقت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ، اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ .)) ❶

''رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرتے ہیں، تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَنَزَلَ بِئْراً فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ: "لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ بِي۔ فَمَلأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ۔ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْراً؟ قَالَ: ((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبٍ أَجْرٌ .)) ❷

❶ الترمذي (١٨٩٦) كتاب الذبائح، أبواب البر و الصلة باب: ما جاء في رحمة للمسلمين: صحيح۔ ابو داؤد (٤٣١١) كتاب الأدب ، باب الرحمة.
❷ صحيح البخاري باب فضل سقي الماء برقم ٢٣٦٣.

''ایک آدمی کہیں جارہا تھا کہ اسے بہت سخت پیاس محسوس ہوئی۔ وہ کنوئیں میں اترا، اور اس سے پانی پیا۔ پھر وہ باہر نکلا تو اس نے ایک کتا دیکھا، جو پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا تھا اور کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ تو اس نے کہا: '' اسے بھی ویسے ہی تکلیف ہورہی ہے جیسے مجھے ہورہی تھی۔ سو اس نے اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ میں پکڑ کر اوپر چڑھا، اور کتے کو پلایا۔ (یہاں تک کہ وہ سیراب ہوگیا) اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور اس انسان کی مغفرت کردی۔''

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ ، لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ .))❶

''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے۔''

نیز فرمایا: ''ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں چلی گئی، اس نے بلی کو بند رکھا یہاں تک کہ وہ مرگئی، اس نے جب اس بلی کو بند کرلیا نہ اسے پانی پلاتی تھی، اور نہ کھانا دیتی تھی، اور نہ اسے آزاد چھوڑتی کہ وہ زمین سے کیڑے مکوڑے کھا کر گزارا کرلے۔'' (مسلم)

بس چند لمحوں کی محنت ایک آدمی کو جنت میں لے گئی اور دوسرے کو جہنم میں۔ بس یہ لمحات کی قدر دانی ہے۔ اگر آپ کا پسندیدہ مشغلہ شکار کرنا یا جانور پالنا ہے، یا آپ ان اوقات کی مناسبت سے جنگلات وغیرہ کی سیر کرنا چاہتے ہیں، تو جانوروں کے متعلق تعلیماتِ نبوی کا خیال رکھیں۔

راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا:

❶ صحیح البخاری(٦٩٦٣) کتاب التوحید ؛ باب قوله تبارك و تعالی : ﴿قل إدعوا الله أو ادعوا الرحمن﴾ ومسلم(٤٣٨٤) كتاب الفضائل ؛باب : رحمته ﷺ الصبيان و العيال وتواضعه و فضل ذلك.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلاً يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ ، كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ .)) ❶

''میں نے جنت میں ایک آدمی کو دیکھا جو ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ ایسا صرف راستہ سے ایک درخت کے کاٹنے کی وجہ سے تھا، جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔''

ایک موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے عظیم ترین فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ نَفَّسَ كُرْبَةً عَنْ مُسْلِمٍ مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَ مَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسَرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الآخِرَةِ .وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ)) ❷

''جس کسی نے اس دنیا کی تکالیف میں سے ایک تکلیف کسی مسلمان سے دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف اس سے دور کردیں گے، اور جس نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کی، اللہ تعالیٰ اس وجہ سے دنیا اور آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا کردیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔''

اور فرمایا:

((اَلإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَةً ، أَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ،

❶ مسلم باب فضل إزالة الأذى عن الطريق برقم (٦٨٣٧).
❷ مسلم باب فضل الإجتماع على تلاوة القرآن برقم ٧٠٢٨۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم كت... الحدود برقم ٨١٥٩۔ سنن أبي داؤد باب في المعونة للمسلم برقم ٤٩٤٨.

وَ أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ ، وَالْحِيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيْمَانِ .)) ❶

''ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ درجے ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ درجہ ''لا إلٰہ إلا اللّٰہ'' کا اقرار ہے؛ اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، اور حیا، ایمان کا ایک حصہ ہے۔''

دیکھئے! کتنے ہی مسلمان مختلف تکالیف میں مبتلا ہوں گے، ان کے لیے آسانی پیدا کریں۔ راہ سے مراد صرف چلنے والی راہ اور پگ ڈنڈی ہی نہیں ہے، بلکہ دین کی راہ، حسن خلق، اور بھی بہت ساری چیزیں مراد ہو سکتی ہیں۔

گر نقش قدم تیرے مشعل نہ بنے ہوتے
راہرو بھی لٹا ہوتا رہبر بھی لٹا ہوتا

جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ:

اصل کامیابی اور ناکامی آخرت کی ہے۔ وہاں انسان اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ ضائع کرنے پر افسوس کرے گا۔ دنیا میں اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ اللہ سے جنت مانگنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ یہ لمحات فراغت جو میسر ہیں، انہیں اپنے کام میں لائیں؛ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کریں، اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَتِ الْجَنَّةُ :اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَتِ النَّارُ :اَللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ .))❷

''جس نے تین بار اللہ سے جنت مانگی، تو جنت کہتی ہے: یا اللہ! اسے جنت میں

❶ مسلم، الجامع بشعب الإيمان باب ذكر الحديث الذي ورد في شعب الإيمان برقم ٢ ـ صححه الألباني في السلسلة الأحاديث الصحيحة برقم ١٧٦٩ ـ)

❷ الترمذي باب صفة أنهار الجنة برقم (٢٥٧٢)۔ سنن ابن ماجة باب صفة الجنة برقم (٤٣٤٠)۔صححه الألباني في صحيح و ضعيف الجامع الصغير برقم ١١٢٢٠ .

داخل کردے، اور جس نے تین بار جہنم کی آگ سے پناہ مانگی، تو جہنم کہتی ہے: یا اللہ! اسے آگ کے عذاب سے بچا لے۔''

غور کیجیے! آپ بیٹھے بیٹھے کتنی بار اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ طلب کر سکتے ہیں۔ چند لمحات کی محنت کو آخرت کے لیے ذخیرہ کیجیے۔

جہاد فی سبیل اللہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (العنکبوت: ٦٩)

''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہ کی طرف ضرور ہدایت دیں گے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔''

جہاد میں دین کی سربلندی، مضبوط اسلامی مملکت کا قیام، کفر کے غلبہ کا توڑ، وفتنہ و اور شر کا خاتمہ ہے، اور انسانی بقاء، اور سلامتی کا ضامن ہے۔ بندوں کی غلامی سے نجات حا کر کے صرف اور صرف ایک معبود برحق کی غلامی نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، اور بلاد اسلامیہ کی سرحدوں کی نگرانی کرنا، اور اگر معرکہ بپا ہو ج تو دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنا، اور بھاگنے سے اجتناب کرنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ .)) ❶

''تم دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، اور جب تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو صبر کرو، اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''

بقول شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ:

❶ متفق علیہ۔ بخاری باب کان النبی ﷺ إذا لم یقاتل أول النهار أخر القتال (٢٩٦٥)۔مسلم باب كراهية تمني لقاء العدو والأمر بالصبر عند اللقاء برقم (٤٦٤٠).

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

جہاد کا فائدہ:

جہاد دخول جنت کے لیے بندوں کا امتحان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝﴾ (آل عمران: ١٤٢)

''کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو تم میں سے جو جہاد کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر کرتے ہیں۔''

جملہ اقسام جہاد میں سے جہاد بالنفس کا مرتبہ بہت عمدہ اور انتہائی اہم ہے۔ خود کو اخلاق وحلم کا نمونہ بنا کر اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے وقف کر دیں۔ مسلمانوں کو اسلام پر کاربند رہنے کی اور غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں؛ یہ بھی جہاد ہے۔ لیکن میرے دوست اس موقع پر ہم آپ سے جس جہاد کے طلبگار ہیں، وہ اسلحہ اٹھانے والا، اور جنگی فنون کی مہارت کا جہاد نہیں، بلکہ یہ جہاد بالنفس ہے، جو جہاد کے اعلیٰ اور عمدہ مراتب میں سے ہے۔ جہاد بالنفس کے چار مراتب ہیں:

1: علم دین حاصل کرنا، جس کے بغیر کسی خوش بختی اور کامیابی کا تصور ممکن نہیں۔
2: اس علم کے مطابق عمل کرنا، کیونکہ عمل کے بغیر علم گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔
3: اس کی دعوت اور تعلیم دینا، تاکہ علم چھپانے والوں میں اس کا شمار نہ ہو۔
4: دعوت کی راہ میں پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنا۔

اپنے نفس کی تربیت اور اچھی بات سے جہاد سے کریں۔ اور لوگوں کو اسلام پر کاربند رہنے کی اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔

نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا؟
بڑے موذی کو مارا نفسِ امارا کو گرا مارا

فصل چہارم:

دنیاوی امور میں مہارت

جھپٹنا ، پلٹنا ، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝﴾ (النجم: ٣٩، ٤٠)

''اور یہ کہ انسان کے لیے اتنا ہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے، اور عنقریب وہ اپنی کوششیں دیکھ لے گا۔''

اور فرمایا: ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا﴾ (الانعام: ١٣٢)

''اور ہر ایک کے لیے اس کے مطابق درجات ہیں جو کچھ اس نے کیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَلَا تَعْجِزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا؛ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.)) [1]

''اور اس چیز کی حرص کر جو تجھے نفع دے، اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، اور خود کو عاجز نہ کر، اور اگر تمہیں کوئی پریشانی لاحق ہو تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا، اور ایسے کرتا؛ بلکہ کہو: اللہ نے مقدر میں لکھا تھا، جو اللہ نے چاہا سو ہو گیا۔ سو بے شک ''اگر مگر'' کہنا شیطان کے دروازے کھولتا ہے۔''

[1] مسلم باب في الأمر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله ...... برقم(٦٩٤٥).

اس حدیث میں چند ایک باتیں قابل توجہ ہیں:

❀ نفع مند چیز کے حصول کے لیے حرص، کوئی چیز بیٹھے بیٹھے حاصل نہیں ہو جائے گی، بلکہ اس کے لیے کام کرنا پڑے گا۔

❀ اللہ تعالیٰ سے مدد کی طلب، اور دعا؛ وہی طاقت وتوانائی کا اصل سرچشمہ ہے، اس کی رضامندی کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

❀ انسان خود کو عاجز یا کمزور نہ سمجھے، اور نہ اپنی صلاحیتوں کو گنوا دے، بلکہ ہر حال میں جتنی صلاحیت اور قوت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اسے عزم و جزم کے ساتھ بروئے کار لا کر جانب منزل محو سفر رہے۔

❀ اگر کوئی چیز کوشش کے باوجود حاصل نہ ہو سکے تو اپنی تدبیر اور کوشش کو نہیں کوسنا چاہیے، اور نہ اپنے نفس پر شکوہ کرنا چاہیے، ہائے افسوس اور تقدیر پر شکوہ کرنے کی بجائے انسان کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہتے ہوئے معاملہ اسی کے سپرد کر دے، اور کہے: جو اللہ نے تقدیر میں لکھا تھا وہی ہوا، میری کوشش کا ثمر آور ہونا اللہ کو منظور نہیں تھا۔ یہی ایک سچے مومن کی شان ہے۔

❀ اپنے کیے پر افسوس اور سابقہ وقت اور تدبیر کو برا بھلا کہنا ایمان میں کمی کی علامت ہے، اور اس سے شیطان کے لیے دروازے کھلتے ہیں، اور وہ انسان کے دل میں اللہ کی ذاتِ اقدس کے متعلق بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

انسان کتنا بھی دین دار اور عالم باعمل کیوں نہ ہو، دنیا میں رہنے کے لیے اسے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف خود محنت کی، بکریاں چرائیں، تجارت کی، مزدوری کی، اپنے کام اپنے ہاتھ سے کیے، بلکہ لوگوں کے کام بھی آئے، اور انہیں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (القصص: ٧٧)

''اور دنیا میں سے اپنے حصہ کو بھلا نہ دیجیے۔''

ایک حدیث میں عمل کی اہمیت بیان کرنے کے لیے یوں فرمایا گیا ہے:

((مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَذِكْرِي عَنْ مَسْأَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِينَ.)) [1]

''جس کو قرآن کی تلاوت اور میرا ذکر (یاد) مانگنے سے دور رکھیں، میں اسے اس سے افضل اور بہتر دیتا ہوں جو میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔''

اس حدیث پر غور کریں: عمل کی اہمیت کتنے واضح الفاظ میں بیان کی گئی ہے، کہ بجائے فقط دعا پر انحصار کرنے کے انسان کو عمل کرنا چاہیے، جس میں کامیابی اور فلاح کا راز مضمر ہے۔

میدان عمل اور اعمال کا موضوع بہت مختلف، متنوع اور طویل ہے۔ یہاں مقصود صرف اتنا ہے کہ دنیاوی امور میں مہارت حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے لازم اور ان کے شایانِ شان ہے۔ کوئی قوم اس وقت تک دنیاوی ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کو اپنے امور دنیا میں مہارت تامہ حاصل نہ ہو؛ اور انسان وقت کے ساتھ ساتھ نہ چلے۔ ایسے نہیں ہو سکتا کہ ہم عصری تقاضوں سے بے بہرہ ہو کر ان ہی سابقہ روایات کا اہتمام کریں جن کا وجود ہی اب باقی نہیں رہا، یا جو اس دور میں کسی بھی طرح کارگر نہیں ہو سکتیں۔ مولانا حالی رحمہ اللہ نے کامیاب لوگوں کی صفات کو یوں الفاظ بند کیا ہے، فرمایا:

جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ پڑے زد تو بچ کر نکل جاتے ہیں وہ
ہر ایک سانچے میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ
ہر ایک وقت کا مقتضا جانتے ہیں
زمانے کے تیور وہ پہچانتے ہیں

جب تک مسلمان علوم وفنون میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے ان کے نصیب کا سورج بامِ عروج پر تھا۔ جب انہوں نے سستی ولاپرواہی، غفلت وبے اعتنائی، بیزاری وبے رغبتی کا مظاہرہ شروع کیا تو ان کا زوال شروع ہوا۔ دنیا میں کتنی ہی چیزیں ایسی ہیں جن کے موجد

[1] الترمذی/ بدون ذکر الباب، حسن: ٢٩٢٦.

مسلمان علما اور سائنس دان ہیں۔ مسلمان قوم میں اللہ تعالی نے بڑی صلاحیتیں رکھی ہیں، صرف انہیں منظم اور مناسب طریقہ سے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

نہیں ہے نا امید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

کوئی بھی کام کرنے میں جب تک کوئی شرعی یا اخلاقی ممانعت اور تکلیف نہ ہوتو کوئی عیب نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے ہر کام کے لیے ان افراد واشخاص کو پیدا کیا ہے، جو اس کام کے اہل ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتو نظام حیات درہم برہم ہوجائے۔ مثلاً: ایک چپراسی اس بات پر ناراض ہو، کہ وہ چپراسی کیوں ہے، جب کہ جج بھی اس جیسا ہی انسان ہے، کل سے وہ جج کی کرسی پر بیٹھے گا، اور تمام امور پر اپنے دستخط کرے گا، تو نتیجہ ظاہر ہے کیا ہوگا؟

اور اگر ایک ڈسپنسر یہ کہے میں سرجن کیوں نہیں ہوسکتا، سرجن بھی تو میرے جیسا انسان ہے؛ لہذا کل سے وہ بھی آپریشن کرے گا، تو نتیجہ ظاہر ہے۔ ان باتوں کا مقصد ان افراد کی حوصلہ افزائی ہے، جو محنت تو کرتے ہیں، مگر کسی مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یا وہ لوگ جنہیں اپنے پیشہ اور کام میں عیب نظر آتا ہے، اور وہ اس پر افسوس کرتے ہیں۔ کوئی بھی کام کرنے میں عیب نہیں؛ عیب اس فن میں اناڑی ہونے میں ہے۔ شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

قسمت سے تو ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ
ہر فن میں ہوں طاق مجھے کیا نہیں آتا

فارغ اوقات میں اپنے ان فنون میں مہارت حاصل کیجیے۔ اور اپنے فن میں پختہ اور اعلی ماہر ہونے کا ثبوت دیجیے۔ کسی بھی فن میں مہارت کے لیے خود کو ایسے مشغول ومنہمک کردیں جیسے آپ کو اسی فن کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

اٹھ خاک میں مل پھر آگ میں جل
جب خشت جلے تب کام بنے

کسی اور نے کہا:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

شاخ گل پہ گل آنے سے پہلے خار آتے ہیں:

اپنے مقام اور مقصد کے لیے مشکلات برداشت کرنا ہی کامیابی کی نشانی ہے۔ ایڈیـ
قصہ آپ نے اس کتاب میں پڑھا ہوگا، ایک چیز ایجاد کرنے کے لیے نو ہزار تجربات کیے
آخرکار کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ ناکامیاں کامیابوں کا ایک زینہ ہوتی ہیں جن پر چلتے ہ
کامیابی تک پہنچا جاتا ہے۔ بقول شاعر:

رات بھر خون روئے ستارے
تب سہانی صبح مسکرائی

کبھی انسان کسی سابقہ واقعہ پر اتنا پریشان اور دل برداشتہ ہوتا ہے کہ وہ مستقبل مـ
اہم اور بڑے کام کی ہمت نہیں کرپاتا، اور یوں اس کی زندگی بیکار گزر جاتی ہے۔ ایسے
کی اللہ نے ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ﴾
(الحدید: ۲۳)

”تاکہ جو چیز تم سے رہ گئی ہے اس پر افسوس نہ کرو، اور جو چیز اللہ تعالی تمہیں دیتے
ہیں، اس پر اتراؤ نہیں۔“

بقول اکبر الہ آبادی:

تیمور نے ایک مورچہ زیر دیوار
دیکھا کہ لے کر چڑھا دانے کو سوبار
آخر جب سرِ بام پہنچا تو کہا
پیش ہمت کوئی بھی مشکل نہیں دشوار

فارغ اوقات میں ہم جن امور سے استفادہ کر سکتے ہیں، ان میں: طب وحکمت، کیمیاء، کالم نویسی و مضمون نگاری کی تعلیم و اصلاح، مطالعہ، کمپیوٹر سے متعلقہ امور میں مہارت چند ایک بہت مناسب کام ہیں اور وقت کی بہت بڑی ضرورت بھی ہیں۔ دیگر امور بھی جو کسب معاش میں ہمارے معاون و مددگار ہو سکتے ہیں، ان میں مہارت تامہ حاصل کرنی چاہیے؛ بے معنی اور نرے توکل سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہر چیز کو روزی دینے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے؛ اور اس کے لیے اسباب و ذرائع پیدا کیے ہیں۔

کیڑے مکوڑوں کو مٹی میں روزی ملتی ہے تو مچھلی کو پانی میں۔ پرندہ فضا میں خوراک پاتا ہے، تو چیونٹی اندھیرے بلوں میں۔ چوپائے زمین پر رزق حاصل کرتے ہیں تو سانپ سخت اور سنگلاخ چٹانوں میں۔ شیر و شاہین کو تازہ شکار اور گیدڑ و گدھ کو مردار مل رہا ہے۔

یہ اللہ کی قدرت سے کوئی بعید نہ تھا کہ وہ فرشتوں کی طرح باقی مخلوقات کو بھی کھانے پینے اور دیگر ضروریات سے مبرا رکھ سکتے تھے، مگر اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ ایسا نہیں ہوا۔ اور باقی مخلوقات تک رزق رسانی کے لیے کچھ اسباب پیدا کیے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا﴾ (ھود : ٤)

''زمین میں کوئی بھی چوپایہ نہیں ہے مگر اللہ پر ہی اسے روزی دینا ہے، اور وہ اس کا عارضی اور مستقل ٹھکانا جانتا ہے۔''

سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس محراب میں بغیر کسی مشقت کے رزق آتا تھا، یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ اور سیدہ مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ (آل عمران : ٣٧)

''جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے پاس محراب میں داخل ہوتے، ان کے پاس

رزق پاتے، اور وہ کہتے: اے مریم! تمہارے پاس یہ کہاں سے آ گیا؟ وہ فرماتیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے رزق عطا فرماتے ہیں۔''

میر ببر علی انیس نے شاید اسی منظر کو یوں قلم بند کیا ہے:

گوہر کو صدف میں آبرو دیتا ہے
جس کو چاہے بغیر جستجو دیتا ہے
انسان کو رزق، گل کو بو، سنگ کو لعل
جو کچھ دیتا ہے جس کو تو دیتا ہے

لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا، ان کی کئی زرہیں گروی رکھی ہوئی تھیں۔ ا تعالیٰ چاہتے تو آپ کو بھی سیدہ مریم کی طرح دے سکتا تھا، اور زکریا کو بھی۔ مگر یہ سب کچھ ا امت کو محنت کی تعلیم دینے کے لیے سباب کے تحت رکھا۔ اسی لیے حکم الٰہی یہ ہے:

﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾ (العنکبوت: ١٧)

''سو اللہ کے ہاں رزق تلاش کرو، اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنِّي أَخْشٰى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ؛ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ.))[1]

''اللہ کی قسم! میں تم پر فقر سے نہیں ڈرتا، لیکن تمہارے متعلق اس بات کا خوف محسوس کرتا ہوں کہ تم پر دنیا ایسی کھول دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھول دی گئی تھی، اور تم اس میں ایسے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے لگو

[1] البخاري باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها برقم (٦٤٢٥)- مسلم في الزهد وال
برقم (٧٦١٤).

جیسے تم سے پہلے لوگوں نے کیا تھا، اور تم کو ایسے ہلاک کر دے، جیسے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔''

شاعر نے شاید اسی کے متعلق نصیحت کی ہے:

کسب دنیا تو کر ہوس کم رکھ
اس پر تو دین کو مقدم رکھ
دینے لگتا ہے پھر دھواں یہ چراغ
اک ذرا اس کی لو کو مدھم رکھ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مار مار کر مسجد سے نکال دیا تھا جو جھوٹا توکل کر کے مسجد میں بیٹھ گئے تھے۔ اور فرمایا: ''نکلو، اور رب کا رزق تلاش کرو، تمہارا رب آسمانوں سے سونا اور چاندی نہیں برسائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ عالم نزع میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، انہوں نے اپنا باغ صدقہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''سارا باغ مت صدقہ کرو، بلکہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دو، اور فرمایا:

((إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ .)) [1]

''بے شک اگر تم اپنے اہل خانہ کو غنی چھوڑ کر جاؤ، یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں فقیر چھوڑ کر جاؤ، اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔''

آج مسلمانوں کی پستی اور پیچھے رہ جانے کے جملہ اسباب میں مختلف جدید علوم وفنون میں مہارت کی کمی؛ سائنس اور ٹیکنالوجی میں پسماندگی ہے۔

[1] متفق علیہ۔ البخاری باب أن یترك ورثته أغنیاء خیر من أن یتکففوا الناس برقم (۲۷۴۲)۔ مسلم باب الوصیة بالثلث برقم (۴۲۹۶)۔

مومن کے شب و روز

مومن اپنے دن و رات کیسے گزارے:

وہ بنیادی امور جن کا ایک مسلمان کو باقاعدگی کے ساتھ خیال رکھنا چاہیے ان میں نمازوں کا اہتمام؛ رات کو تہجد، نفل اور سنت نمازیں، صبح وشام کے اذکار اور دعائیں؛ قرآن کی تلاوت؛ توبہ واستغفار؛ مریض کی عیادت وغیرہ امور شامل ہیں۔ مسلمان کا نیا دن اسلامی حساب سے سورج غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے، اس لیے نئے دن کی ابتدا یوں کرے:

❀ باوضو ہو کر اور نیند کے تمام آداب واذکار کو مکمل کرتے ہوئے اس سچی نیت کے ساتھ سوئے کہ نماز تہجد اور نماز فجر کے لیے بیدار ہونا ہے۔

❀ سونے سے قبل تمام لوگوں سے متعلق اپنے دل سے کینہ، حسد وبغض نکال دے، اور جن لوگوں نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے انہیں معاف کر دے۔

❀ سحر کے وقت بیدار ہو تو پہلے مسنون اذکار پڑھے، پھر وضو کر کے ہلکی سی دو رکعت نماز پڑھ لے، اور اگر وقت ہو تو تہجد کی نماز پڑھ لے؛ ورنہ توبہ واستغفار میں مشغول ہو جائے۔

❀ نماز فجر باجماعت اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ادا کرے اس کا ثواب ہے گویا کہ اس نے تمام رات شب بیداری میں گزاری ہو۔

❀ ممکن ہو تو اشراق تک وہیں مصلی پر بیٹھ کر ذکر واذکار توبہ واستغفار اور تلاوت میں مشغول رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی، اور پھر طلوع شمس تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ پھر دو رکعت اشراق پڑھ کر مسجد سے نکلے۔ اس کے لیے پورے پورے حج اور عمرہ کا اجر ہے۔'' [1]

[1] مسلم۔

❀ اس کے بعد کچھ تھوڑی بہت ورزش کرلیں، صحت کے لیے بہتر ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ورزش سبزے پر ہو، کیونکہ سبزہ دیکھنا نظر کے لیے فائدہ مند ہے۔

❀ جتنا بھی اپنے بس میں ہو تھوڑا یا زیادہ صدقہ کریں۔ فرشتے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے خیر و برکت کی دعائیں کرتے ہیں، حدیث میں آتا ہے:

((أَنَّ مَلَكاً فِي السَّمَاءِ يَدْعُو فِي كُلِّ سَاعَةِ اللّٰهُمَّ أَعْطِ كُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفاً وَّاَعْطِ كُلَّ مُمْسِكٍ تَلَفاً.)) [1]

"ایک فرشتہ آسمانوں میں ہر وقت یہ دعا کرتا ہے: "اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بہترین بدلہ عطا فرمادے، اور ممسک یعنی خرچ نہ کرنے والے سے یہ نعمت تلف کرلے۔"

❀ اپنے روز مرہ کے معمولات بجالائیں۔ دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں۔ حرام سے بچ کر رہیں۔ یادرکھیں کہ! جو شخص حلال سے سیر نہ ہو، وہ کبھی بھی حرام سے سیر نہیں ہوسکتا، بس ایک بدبختی اس پر لکھ دی گئی ہے۔

بھول نہ جایئے

ہر ایک چیز کا انجام ختم ہو جانا ہے۔ اور ان کا معاملہ یہیں پر ختم ہوجاتا ہے، سوائے جن وانس کے۔ ان میں سے جس نے اچھے کام کیے ہوں گے، ان کے لیے اچھا، اور برے کام کرنے والوں کے لیے برا ٹھکانہ تیار ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾﴾ (النازعات: ٣٧-٤١)

"جس نے سرکشی کی، اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، بے شک جہنم اس کا ٹھکانہ

[1] متفق علیہ۔ اس کی تخریج "ملائکہ کی دعا" کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔

ہے۔ ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا، اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہوگا، تو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔"

ان لوگوں کا انجام انتہائی برا ہوگا، جو اللہ کی یاد سے یکسر غافل ہیں۔ نہ خود ان کے دل میں احساس و شعور پیدا ہوتا ہے، اور نہ نصیحت ان پر کارگر ہے، دنیاوی عیش وعشرت نے ان کو اندھا کرکے رکھ دیا ہے؛ ایسے لوگوں کی آنکھیں کھلنے کا وقت قریب آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾ أُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾﴾ (یونس: ٧-٨)

"جو لوگ ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں رکھتے، اور وہ دنیا کی زندگی سے راضی اور اسی سے جی لگا بیٹھے، اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے جہنم ہے۔"

اس عمر کی مقدار کیا ہے؟ جس کی زیادہ سے زیادہ حد سو سال ہے۔ اس میں بھی پ سال بلوغت سے قبل بچپن کی جہالت کے، اور ستر کے بعد اگر کوئی زندہ رہا تو تیس بڑھاپے اور عاجزی کے۔ جو درمیانی عرصہ باقی بچ رہا، اس میں بھی آدھا نیند کا، اور ب وقت کھانے پینے، اور روزی کمانے کا، اور جو عبادت کے لیے باقی بچا وہ انتہائی تھوڑا پس اس تھوڑے کے بدلے بھی وہ دائمی نعمتیں نہیں خرید رہا۔ حقیقت میں خرید وفروخت کی تجارت سے منہ موڑ لینا عقل میں واضح کھوٹ، اور کمزور ایمان کی علامت ہے۔

لَا تَأْسَفْ عَلَى الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا
فَالْمَوْتُ لَا شَكَّ يُفْنِيْنَا وَيُفْنِيْهَا
وَاعْمَلْ لِدَارِ الْبَقَاءِ رِضْوَانُ خَازِنُهَا
وَالْجَارُ أَحْمَدُ وَالرَّحْمٰنُ بَانِيْهَا

''دنیا اور اس کے متاع پر غم نہ کر، بے شک موت ہمیں بھی اور اس کو بھی فنا
کر دے گی۔ اس دار بقا کے لیے عمل کر جس کا پہریدار رضوان ہے۔ اس میں
پڑوس احمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے، اور اس گھر کا بانی رب رحمان ہے۔''

ایک اور شاعر نے اسے بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے:

قَدْ نَادَتِ الدُّنْيَا عَلَى نَفْسِهَا
لَوْكَانَ فِي الْعَالَمِ مَنْ يَسْمَعُ
كَمْ وَاثِقٍ بِالْعُمْرِ أَفْنَيْتُهُ
وَجَامِعٍ بَدَّدْتُ مَا يَجْمَعُ

''دنیا اپنے متعلق پکارتی ہے، اگر کوئی اس جہان میں سننے والا ہو۔ کتنے ہی ہیں
کہ جن کو اپنی زندگی پر بڑی امید تھی، اور ان کو میں نے فنا کر دیا۔ اور جمع کرنے
والے ان کے لیے ظاہر کر دیا جو چیز وہ جمع کر رہے ہیں۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إِذَا اشْتَبَكَتْ دُمُوعٌ فِي خُدُودٍ
تَبَيَّنَ مَنْ بَكَى مِمَّنْ تَبَاكَى
فَأَمَّا مَنْ بَكَى يَذُوبُ شَوْقاً
وَيَنْطِقُ بِالْهَذَي مِمَّنْ تَبَاكَى

''جب رخساروں پر آنسوؤں کی لڑیاں بندھ جائیں گی تو حقیقی رونے والا مکر
کرنے والے سے جدا ہو جائے گا۔ جو رونے والا ہوگا، وہ فطرت شوق میں
پگھل رہا ہوگا، اور رونے جیسا بناوٹی منہ بنانے والا صرف باتیں ہی کرتا رہ
جائے گا۔''

خلاصۂ کلام

اس بحث و نقاش کے آخر میں نتیجہ یہ اخذ ہوا ہے کہ انسان کے پاس اس کا سب سے
قیمتی اور وافر سرمایہ وقت کی نعمت ہے؛ جس کو انتہائی بے دردی کے ساتھ ضائع کیا جا رہا ہے۔
یقیناً یہ ایسا خسارہ ہے جس کا مداوا کسی بھی صورت ممکن نہیں رہتا۔ کیونکہ جو لمحۂ حیات گزر گیا وہ
کبھی واپس آنے والا نہیں۔ بس اس کا ایک ہی حل ہے کہ جو گھڑیاں انسان کو میسر ہیں ان کو
صحیح استعمال میں لاتے ہوئے وقت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔ نہ تو ماضی پہ
آنسو بہائے جائیں؛ کیونکہ اس افسوس اور گریہ زاری کرنے سے وقت کبھی واپس نہیں آئے
گا؛ اور نہ سہانے مستقبل کے لیے خوبصورت سپنے دیکھنے شروع کیے جائیں؛ کیونکہ خواب اس
وقت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے عملی جدو جہد نہ کر لی جائے۔ اور پھر اس
عملی جدو جہد کے لیے مناسب وقت اور صحیح طریق کار اختیار نہ کیا جائے۔

آج کو چھوڑ کر کل کے لیے کسی نیک عمل کو مؤخر کیے رکھنا غیر دانشمندانہ اقدام ہے؛
کیونکہ ہاتھ کا پرندہ چھوڑ کر فضا میں شکار کے لیے تیر چلانا حماقت ہے۔ کوئی تاجر اپنا مال بیچنا
کل تک اس لیے مؤخر نہیں کرتا کہ اسے کل اسی ریٹ پر اور گاہک مل جائے گا۔

آج کا فائدہ حاصل کر لیجیے؛ آنے والے کل کے فائدے کو بھی آپ سے کوئی روک
نہیں سکتا؛ بس خود کو اس کا عادی بنائیے۔ ایسے لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی سے پرہیز کریں جو
اپنا وقت بھی ضائع کرتے ہیں اور دوسروں کے وقت کی قیمت کا بھی انہیں کوئی احساس نہیں
ہوتا۔ اپنے وقت کو بابرکت اور کامیاب بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا رہیے؛
کیونکہ وہی ہر چیز کا مالک، مدبر اور متصرف ہے۔ وہ نہ چاہے تو ہم ایک نوالہ بھی اٹھا کر اپنے
منہ میں نہیں ڈال سکتے۔

دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور انہیں مشورہ میں شریک کریں۔ مشورہ مشورہ ہوتا ہے؛ رائے اور فکر کو دوسروں پر مسلط کرنا نہیں ہوتا۔ مشورہ میں برکت بھی ہے: اور دوسروں کی خوشی بھی کہ آپ اسے اہمیت دے رہے ہیں؛ اس سے باضمیر اور زندہ دل دشمن بھی آپ کے ہم نوا اور خیر خواہ بن جائیں گے؛ کیونکہ آپ نے پہلا تیر ہدف پر مارا ہے۔

کسی کو خوش کرنے سے انسان کو خود جو ذہنی اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے اس کی کیفیت کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں؛ اور اللہ نہ کرے ناکامی کی صورت میں ندامت بھی نہیں ہوتی؛ بلکہ غم بٹ جاتا ہے۔

یاد رکھیں: دوسروں کو خوش رکھنے سے آپ کو جو طبعی خوشی ملتی ہے اس کی مثال عطر بیچنے والے کی ہے، جو اگر خود عطر نہ بھی استعمال کرے تب بھی خوشبو اس کے لباس اور بدن سے آتی رہتی ہے؛ جو دوسروں پر پھول پھینکتا ہے اس کے ہاتھوں میں بھی خوشبو رہ جاتی ہے جس سے اس کے دل و دماغ معطر ہوتے رہتے ہیں۔ یہی پیام ہے اسلام کا:

((خَيْرُ النَّاسِ مَنْ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ .)) [1]

''لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو''

خیر اور بھلائی کے حصول میں تاخیر نہ کریں اور نہ کسی کے لیے خیر خواہی میں بخل و حسد سے کام لیں، بلکہ پیار محبت کی فضا کو فروغ دیتے ہوئے لوگوں کے لیے بھی وہی سوچ رکھیں جس کی آپ اپنے نفس کے لیے ان سے توقع رکھتے ہیں۔ اپنے نفس کو کبھی بڑا بنا کر پیش نہ کریں، اس سے انسان کو غرور و تکبر کا مرض لاحق ہوتا ہے؛ بلکہ اپنے نفس کا محاسبہ کیجیے؛ راحت و سکھ و چین کی گھڑیوں میں نفس کا یہ احتساب کل آنے والے مشکل لمحات کے احتساب سے آپ کو بچائے گا۔

آخر میں اس دعا کیساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کرنے، اس کی دعوت پھیلانے

[1] المعجم الصغير للطبراني برقم ٨٦١ـ المعجم الكبير برقم ١٣٦٤٦ـ صححه الألباني في السلسلة الصحيحة برقم ٤٢٦.

اور توبہ و استغفار کی توفیق دے، اور ہم سے ہمارے یہ ٹوٹے پھوٹے عمل جنہیں ہم پورے حق کے ساتھ تو ادا نہیں کر سکتے، مگر وہ اپنی رحمت اور فضل و کرم سے قبول فرمائے۔

ان اختتامی سطور میں تمام قارئین سے گزارش ہے کہ راقم کے اقرباء میں سے میرے دادا جناب مولانا عزیز الرحمن شاہ صاحب، اور دادی اور نانی محترمہ اور اساتذہ کرام خصوصاً جناب استاد محترم خواجہ محمد عثمان آغا رحمہ اللہ؛ حضرت مولانا محمد یونس اثری رحمہ اللہ؛ حضرت مولانا نصر اللہ خان رحمہ اللہ؛ حضرت مولانا صاحب حسن رحمہ اللہ؛ اور دیگر مرحوم و موجود اساتذہ کرام کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں؛ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور جو اساتذہ، اور ان کے اقارب، اور میرے والدین، بہن بھائی، اور دیگر عزیز و رشتے دار، بقید حیات ہیں انہیں حق پر ثابت قدمی اور قرآن و سنت کی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

چونکہ اس کتاب میں توجہ کا مرکز عمل کی دعوت ہے، اور اللہ تعالیٰ دعا کرنے کی بہت سخت ضرورت ہے کہ وہ رحیم و کریم بے نیاز ذات ہم سب کو ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضامندی اور جنت کے قریب کرنے والے ہوں، اور ان اعمال سے بچ کر رہنے کی توفیق دے، جن سے وہ ناراض ہوتا ہے؛ اور انسان جہنم کے قریب ہوتا ہے۔

اللہ ہم سب کو اپنی مغفرت و رحمت اور محبت کی چادر میں لپیٹ لے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو بھی اتنا ہی اور ایسے ہی دے گا جس کا وہ دوسروں کے لیے طلب گار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❁❁❁❁

محاسن اسلام

ارکان اسلام وایمان اور معاملات واخلاقیات کے محاسن کا بیان

☆ .... ☆

عقیدہ أهل سنت والجماعت

شرح شرح السنة از امام بربهاري رحمہ اللہ

اہل سنت والجماعت کے صحیح عقیدہ کا دفاع کرتے ہوئے منکرین ومعاندین اور اہل بدعت کو مسکت جواب دیے گئے ہیں

☆ .... ☆

رؤف رحیم ﷺ

سیرت وحقوق؛ شاتم رسول کا شرعی حکم؛ شاتم رسول سے بائیکاٹ کا حکم

☆ .... ☆

همت واستقامت

اپنی ہمت کو بڑھایئے، اور استقامت سے کامرانی کی جانب گامزن رہیے؛ ایک نفسیاتی علاج پر مشتمل کتاب

☆ ☆

گل ھائے رنگا رنگ

عقیدہ واخلاق اور اعمال پر مشتمل کتاب

☆ .... ☆

لفظ لفظ خوشبو

اخلاقیات اور اقوال زریں

☆ .... ☆

وقار سلامت

اسلامی پردہ کے احکام اور مغرب کی غلط فہمیوں کا ازالہ

☆ .... ☆

کلید جنت اور اسباب مغفرت

جنت میں داخل ہونے اور گناہوں کی بخشش کے اسباب

☆ .... ☆

توبہ و تقوي

اس میں توبہ کے فوائد؛ شرائط اور احکام کے ساتھ تقوی پر بحث کی گئی ہے

☆ .... ☆

تبسم شب غم

غموں اور پریشانیوں سے نجات کے حصول کے لیے ایک منفرد کتاب

☆ .... ☆

* ترجمه كتاب نهاية العالم (اردو ترجمہ)
* الميزان والصراط (عربی)
* عقيدة أهل السنة والجماعة (عربی)
* أهمية الجهاد فی نشر الدعوة الاسلامية (عربی)
* أسباب دخول الجنة والمغفرة من الذنوب (عربی)
* المتنبئون (عربی)
* المهند البتار على شاتم سيّد الأبرار ﷺ

❁❁❁❁

وقت کے صحیح مصرف کے چند نقاط

(کتاب پڑھنے کے بعد نوٹ لکھیں)